شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

اور اُن کے ناقد

ذخیرہ

تالیف

مولانا اخلاق حسین قاسمی

مہتمم مدرسہ رحیمیہ درگاہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلی

ذوالنورین رضی اللہ عنہ اکادمی

بھیرہ ضلع سرگودھا

Marfat.com

1861

شاہ اسمٰعیل شہید قدس سرہ رحمہ اللہ تعالیٰ

اور

اُن کے ناقد

تألیف

مولانا اخلاق حسین قاسمی

مہتمم مدرسہ رحیمیہ درگاہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلی

ذوالنورین رضی اللہ عنہ اکادمی

بھیرہ ضلع سرگودھا

Marfat.com

پاکستان میں پہلی بار

59830

کتاب	حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور ان کے ناقد
مصنف	مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی
صفحات	
سرورق	حضرت سید نفیس رقم صاحب مدظلہ
کتابت	عبدالوکیل کیلانی
قیمت	
مطبع	انتخابِ جدید پریس گوالمنڈی لاھور
ناشر	ذوالنورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ اکادمی ۱۲- اے شاہ جہ... بھیرہ ــــ ضلع...

تقسیم

(۱)	مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
(۲)	سنی پبلیکیشنز۔ الوہاب مارکیٹ غزنی اسٹریٹ اردو با...

اجمالی فہرست آخر میں ملاحظہ فرمائیں

Marfat.com

یات شیخ عبدالحق از خلیق احمد نظامی
مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار

کی کبہ شہابیہ از فاضل بریلوی
الشاہ احمد رضا مفتی اسرور مکتبہ فریدیہ ساہیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم !

تقدمہ

اس وقت جو ارمغانِ علمی وفکری آپ کی خدمت پیش کیا جارہا ہے، وہ ہمارے نہایت ہی قابلِ احترام بزرگ مادرِ علمی دار العلوم دیوبند کے قابلِ فخر فرزند، متعدد کتبِ علمیہ کے مصنف، جمعیت علماء ہند کے صفِ اول کے رہنما (سابقا) اور حضرت الامام الشاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہٗ العزیز کی یادگار درس گاہ "جامعہ رحیمیہ" واقع درگاہ حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ۔ مکی مسجد مہندیان، میر درد روڈ نئی دہلی، کے مہتمم اور شیخ التفسیر مولانا اخلاق حسین قاسمی زید مجدہم ومتع اللہ المسلمین ببقائہم ونفعنا بعلومہم ومعارفہم کی بالکل تازہ ترین تصنیف ہے، جس کی اشاعت کی سعادت پاکستان میں پہلی بار ہمیں حاصل ہو رہی ہے الحمد للہ علی ذالک۔ مولانا المحترم سے باقاعدہ تعلق ۱۹۸۰ء میں اس وقت ہوا جب ہم مادرِ علمی دار العلوم دیوبند کے اجتماع صد سالہ پر انڈیا گئے۔ اور دیوبند کے بعد دہلی حاضری ہوئی۔ اسی موقع پر آپ کی تصنیف لطیف "محاسن موضح قرآن" سے آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ بلکہ اسے بھی بہت سے قابلِ قدر علمی اضافوں کے ساتھ مولانا کی

Marfat.com

خصوصی عنایت سے ہمیں یہاں شائع کرنے کی اجازت[1] ملی۔ جب سے بحمداللہ تعلقات کا شروع ہونے والا سلسلہ روزافزوں ہے اور آج کل ہم مولانا کی سالہاسال کی کاوش سے مرتب ہونے والا "موضح قرآن" کا صحیح ترین نسخہ چھاپنے کی فکر میں ہیں۔ جس کا ایک حصہ دہلی سے ہمارے پاس آچکا ہے۔ وقت اور سرمایہ کے اعتبار سے یہ بہت بڑا کام ہماری ہمت سے تو بلند ہے۔ لیکن کتابِ الٰہی نازل کرنے والے کے اعتماد و بھروسہ اور اس کی مدد و توفیق کے بل بوتے پر اس کا کام شروع ہو گیا ہے۔ اللہ رب العزت آسانی فرما دے۔ ہم اپنے باتوفیق قارئین سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

یہ کتاب درحقیقت ایک جوابی تصنیف ہے۔ دہلی میں "چتلی قبر" کا علاقہ بڑا مشہور ہے۔ آج کل "شاہ ابوالخیر مارگ" کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ یہاں ایک درگاہ ہے جہاں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، مجددیہ کے چند اکابر مثلاً شہید فی سبیل اللہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور حضرت شاہ غلام علی قدس اللہ سرہما العزیز جیسے حضرات کے مزارات ہیں۔ درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر رحمہ اللہ تعالےٰ کے نام سے مشہور اس جگہ کے سجادہ نشین آج کل جو بزرگ ہیں، ان کا نام "مولانا ابوالحسن زید فاروقی" ہے۔ جن کے قلم سے پہلے بھی کئی کتابیں نکل چکی ہیں، ان میں سے ایک کتاب "حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ان کے ناقد بھی ہے۔ جس میں مولانا المحترم نے لکھا تھا۔

"بہرحال حضرت مجدد کی تحریک ہو یا مولانا سید احمد شہید کی یا مولانا الیاس کی، یہ تینوں تحریکیں اسلامی اور مذہبی تحریکیں ہیں۔ تینوں مخلص تھے۔ تینوں کا مطمحِ نظر اسلام کی خدمت تھا اور تینوں نے اپنے اپنے دور کے احوال دیکھ کر جدوجہد کی۔ ان کو ان کی جدوجہد کا اجر رب العزت دے گا۔ رحمہم اللہ و رضی عنہم اجمعین۔"

(صفحہ ۲۲۵ - دہلی ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۸۴ء)

---

[1] حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ اور ان کے فرزندان گرامی .... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

لیکن اغلباً اس کتاب کی اشاعت سے ہندوستان اور پاکستان کے متبعین جناب احمد رضا خان صاحب بریلوی جو تکفیر مسلمین اور علمی خیانت میں اپنی مثال آپ ہیں، مولانا زید سے ناراض ہو گئے۔ اس ناراضی سے مفادات پر ضرب پڑنا لابدی امر تھا۔ حق تو یہ تھا کہ مولانا ابوالحسن زید صاحب "ہند میں سرمایۂ ملت کے نگہباں" حضرت الامام مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی نسبت مجددی کے پیش نظر پرواہ نہ کرتے اور ان اکابر اور اسلاف کے استخواں فروش لوگوں سے کہہ دیتے کہ ع

عنقارا بلند است آشیانہ

اور یہ کہ مجھے تمہاری ذرہ برابر پرواہ نہیں۔ مجھے اپنے اعمال کا اجر اپنے اللہ سے لینا ہے اور اسی کے حضور پیش ہو کر اپنا حساب دینا ہے۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوا بلکہ مولانا عمر کے اس مرحلہ میں جب کہ وہ لبِ گور ہیں، سپر انداز ہو گئے اور انھوں نے شہید راہِ حق تعالےٰ مجاہد فی سبیل اللہ، حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید قدس سرہٗ کے خلاف ایک کتاب لکھ ماری جس کا نام "مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویت الایمان" ہے۔ یہ کتاب "شاہ ابوالخیرؒ اکادمی" دہلی سے ابھی حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ (۱۹۸۴ء) جس میں مولانا نے خانوادہ ولی اللّٰہی کے گل سرسبد، مجاہد، مبلغ اور شہید راہِ حق مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالےٰ اور ان کی کتاب تقویت الایمان وغیرہ کے خلاف وہ غم و غصہ ظاہر کیا کہ توبہ بھلی۔ انھیں یاد نہ رہا کہ زیادہ وقت نہیں گزرا کہ میں حضرت الامام السید احمد شہیدؒ بریلوی رحمہ اللہ تعالےٰ کی تحریک کو سراہ چکا ہوں اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہید اس تحریک میں اپنے شیخ و مرشد اور امیر و امام حضرت سید بریلوی رحمہ اللہ تعالےٰ کے دستِ راست اور اس تحریک کے روحِ رواں تھے۔ ہمیں نہایت درجہ افسوس ہے کہ ڈیڑھ صدی سے لگ بھگ اہلِ بدعت و ضلال

...... (بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ...... بالخصوص شاہ عبدالقادر قدس سرہٗ کی خدمتِ قرآنی پر یہ نہایت درجہ مستند کتاب ذوالنورین رضی اللہ تعالےٰ اکادمی بھیرہ ضلع سرگودھا نے شائع کی بسنی پبلیکیشنز۔ الوہاب مارکیٹ اردو بازار لاہور سے دستیاب ہے۔ (علوی)

Marfat.com

ان مصلحین امت پر جس طرح سب وشتم کر رہے ہیں، مولانا نے اس فہرست میں اپنا نام داخل کرالیا۔ اور

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میلش اندر طعنہ نیکاں زند!

کا مصداق ہو کر رہ گئے۔ اللہ رب العزت ان پر اپنا خصوصی رحم فرماتے ہوئے انھیں اصلاح احوال کی توفیق دے تاکہ عمر کی اس منزل میں وہ جس المیہ کا شکار ہوتے ہیں، اس سے تائب ہو کر اس بے مقصد، لایعنی اور فضول تصنیف سے بے زاری کا اظہار کر کے اسے تلف کرادیں خدا شاہد ہے کہ حضرت الامام مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ کی ذاتِ پاک سے ہمیں جو ارادت اور عقیدت ہے۔ اس کے سبب یہ جملے نوکِ قلم پر آگئے کہ مولانا ان سے اپنی نسبت کا اظہار کرتے ہیں۔ گو کہ مولانا حضرات و مشائخ نقش بندیہ، مجددیہ کی قبروں پر "قبہ" بنواتے کی "بدعتِ سیئہ"، کا ارتکاب کر کے مجدّدی مسلک سے پہلے ہی انحراف کر چکے ہیں۔

اللہ تعالےٰ بھلا کرے مولانا قاسمی زید مجدہم کا کہ انھوں نے بغیر کسی تاخیر کے، اس بے سروپا اور دل آزار تحریر کا نوٹس لیا اور اس کا ایک حصہ کتابی شکل میں چھپوا کر دہلی سے شائع کر کے نہ صرف ہمیں ارسال کیا۔ بلکہ بعض قیمتی مضامین کا اضافہ کر کے بعد میں ہمیں ارسال کرائے۔ اور اس مکمل کتاب کی اشاعت کی سعادت ہمارے حصہ میں آئی۔

مولانا زید کی مطبوعہ کتاب، اپنی جوابی کتاب اور بعض دیگر چیزیں مولانا نے گزشتہ رمضان المبارک میں شیرِ میوات جناب علی محمد صاحب کے توسط سے ہمیں ارسال فرمائیں جو درگاہ شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ پر "جامعہ رحیمیہ" کے دورِ نو کے اصل محرک اور اس معاملہ میں جان جوکھوں میں ڈال کر سعی و کوشش کرنے والے ہیں۔ محترم علی محمد صاحب سے ہماری ملاقات ۱۹۸۰ء کے سفر دہلی میں ہوئی۔ سرسری ملاقات تھی لیکن قبرستان مہندیان جہاں حضرت الامام ولی اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ اور ان کے اخلاف نسبی و نسبتی کے ان گنت مزارات ہیں۔ ان کی صفائی وستھرائی، ماحول کی پاکیزگی، مسجد و مدرسہ کا احیاء۔ اور علمی رونق دیکھ اور سن آئے تھے۔ طبیعت بے حد مسرور تھی اور اس مردِ مجاہد کی سعی و کوشش پر ان

Marfat.com

کے لیے دل میں احترام کا جذبہ تھا۔ مولانا مفتی ضیاء الحق صاحب اس جامعہ کے مہتمم تھے۔ وہ پاکستان منتقل ہو گئے تو اب یہ سہرا ہمارے مولانا قاسمی کے سر بندھا جو خاندانِ امام سے گہری عقیدت رکھنے کی بناء پر بلا شبہ اس کے مستحق اور اہل تھے۔ مولانا نے اپنے گزشتہ سفرِ پاکستان میں محترم علی محمد صاحب کی محنت وسعی اور ان کے مجاہدے کے عجیب واقعات سنائے جب کہ اس سال رمضان المبارک میں وہ خود یہاں تشریف لائے تو احقر کو برائے نام ان کی خدمت کا موقع ملا۔ آدمی خوب ہیں اور انھوں نے کھنڈرات میں تبدیل جگہ کو ایک جیتی جاگتی درسگاہ میں بدل کر امام دہلوی قدس سرہٗ کے فرزندوں پر احسان کیا ہے۔ یقین ہے کہ یہ درسگاہ مستقبل قریب میں دورِ ماضی کی درس گاہ کا حسین نقش ہو گی۔

یہ کتاب دہلی سے اسی درس گاہ سے چھپی۔ یہاں جو ہمیں سعادت میسر آئی تو جہاں مولانا اخلاق حسین صاحب کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے، وہاں جامعہ رحیمیہ دہلی کے باقی اربابِ حل وعقد کا شکریہ ادا کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔ اللہ رب العزت ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور اپنے کرم بے پایاں سے ان کی مدد فرمائے تاکہ وہ ظلمت کدۂ ہند میں اس درس گاہ کو وہ مرکزی حیثیت دے سکیں جو اس کا حق ہے اور یہ درس گاہ اپنے ظل وبروز دار العلوم دیوبند سمیت جملہ مدارس اہلِ سنت، ہندوستان میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور دینِ حق کی اشاعت وترویج کا بہترین اور مؤثر ذریعہ ثابت ہو ع

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد!

ہم اس تقریب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چند گزارشات پیش کرنا نہایت درجہ ضروری سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ہمارا خیال ہے کہ آج جہاں حضرت الامامؒ دہلوی کے خاندان بالخصوص حضرت شاہ شہیدؒ کے خلاف اہلِ بدعت وضلال بالخصوص متبعین احمد رضا خان صاحب کا پروپیگنڈہ زوروں پر ہے۔ وہاں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مقامِ رفیع پر بھی بعض حاسدین کی نظر ہے اور وہ ان سے بھی کھیلنے کی نامسعود سعی میں لگے ہوئے ہیں۔ ساتھ ہی شاہ صاحب کے متعلق ایسی روایات کا قلع قمع ضروری

Marfat.com

ہے جو بے چینی و اضطراب کا باعث بنتی ہیں۔

اس ضمن میں سب سے پہلے تو لاہور کے ایک ایسے مصنف کی کتاب کا ذکر ضروری ہے جو مبیّنہ طور پر قادیانی گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ قادیانیوں نے اپنی مخصوص حکمتِ عملی سے کام لے کر جس طرح شیخ اسمٰعیل پانی پتی کو اہل اسلام کی صفوں میں داخل کیا، اسی طرح کا معاملہ پیام شاہ جہان پوری کا ہے۔ پیام صاحب کے عقائد ظاہر و باہر ہیں، لیکن وہ ایسے ایسے انداز میں سامنے آتے ہیں جن سے دھوکا ہو جانا ضروری ہے۔ انھوں نے "حیاتِ اسمٰعیل شہید" کے نام سے ایک کتاب لکھی جو ۱۹۷۳ء میں لاہور سے چھپی۔ بعض بلند مرتبت حضرات تک نے اس پر اچھی رائے کا اظہار کیا۔ لیکن ان نیک فطرت بزرگوں نے یہ نہ سوچا کہ اس میں صفحہ نمبر ۱۹۲ پر شاہ صاحب کی کتابوں کے ضمن میں پیام صاحب نے "الاربعین فی احوال المھدیین" نامی جس کتاب کا ذکر کر کے یہ لکھا ہے کہ:۔

"یہ شاہ اسمٰعیل کی وہ کتاب ہے جس کا ذکر ان کے کسی تذکرہ نگار نے نہیں کیا۔ یہ صرف ایک بار مصری گنج کلکتہ سے ۱۲۶۸ھ میں شائع ہوئی تھی۔ اب تقریب قریب ناپید ہے۔"

سوچیں کہ شاہ صاحب کی زندگی سے لے کر اب تک اللہ تعالیٰ نے ایسے ایسے لوگ پیدا کیے جنھوں نے آپ کی نگارشات کی ایک ایک سطر کو محفوظ کیا۔ آپ کی سوانح پر ٹھوس کتابیں لکھیں لیکن کسی کو ۴۴ صفحات کی یہ کتاب نہ مل سکی۔ اور ملی تو پیام صاحب کو — تاکہ وہ اس آڑ میں اپنے ممدوح مرزا غلام احمد قادیانی کی "مہدویت" کا راستہ ہموار کر سکیں۔

پیام صاحب نے لکھا ہے کہ:۔

"آخر میں مشہور صاحبِ کشف و کمالات بزرگ حضرت شاہ نعمت ولی کا فارسی قصیدہ بھی شامل کر دیا ہے۔"

شاہ نعمت اللہ ولی کا قصیدہ کس نے شامل کیا؟ خود شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

یا بعد میں کسی نے کیا، اس پر پیام صاحب خاموش ہیں۔ اور پھر یہ بات قابلِ غور ہے کہ شاہ نعمت اللہ ولی کے قصیدہ کی جو اہمیت ہے، اس سے اہلِ علم ناواقف نہیں۔ اس میں الحاقات کے طوفان سے قطع نظر اصل قصیدہ ہی عجیب ہے۔ اور یہ بات طے ہے کہ بنیادی اعتقادی مسائل "کشف و کرامات اور قصائد و شاعری سے حل نہیں ہو سکتے"، قادیانی اور اس نوع کے حضرات اپنے مذموم مقاصد کے لیے شاہ اسماعیلؒ شہید جیسے بلند مرتبت حضرات کی طرف اس قسم کی جھوٹی روایتیں منسوب کرنے میں بڑے مشاق اور ماہر ہیں۔ بھلا جو لوگ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے مقام قیام "ربوہ" کو اپنے لیڈر و قائد کا مرکز بنا ڈالیں اور سادہ لوح لوگوں کو یہ کہنے سے نہ چوکیں کہ دیکھو "ربوہ" کا ذکر قرآن میں بھی ہے۔ ان سے خیر کی توقع کوئی کیوں کر کرے؟ اور یہ لوگ اسی طرح کی من گھڑت کتابیں اور رسائل ایسے حضرات کے ذمّہ لگائیں تو اس میں تعجب کی بات ہی کیا ہے؟ جنھوں نے جھوٹ کی عمارت پر نبوت کا قصر تعمیر کرنے سے گریز نہیں کیا۔ ان کی کذب بیانیوں کا کوئی کہاں کہاں رونا روئے؟ مہدی کے سلسلہ میں کسی گفتگو کا یہ موقع نہیں لیکن یہ بات پورے شرح صدر اور اس تحریک جہاد کے ضمن میں موافق و مخالف لٹریچر کی بنیاد پر کہی جا رہی ہے کہ شاہ اسمعیل صاحب شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کا ایسا کوئی رسالہ نہیں ہے۔

شاہ صاحب کے ضمن میں ہمارے بعض دوست بڑے شد و مد سے یہ بات بھی کہتے ہیں کہ "مروجہ مسلک اہلِ حدیث" کے وہ علمبردار تھے۔ اول تو یہ بات کہ کوئی خاص گروہ اپنے آپ کو اہلِ حدیث کہلائے، ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ آخر کو ائمۂ اربعہ، حضرات امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم کا اور ان کے کروڑوں متبعین کا حدیث سے کوئی تعلق نہیں؟ مسندِ ابو حنیفہؒ، مؤطا امام مالکؒ اور مسندِ احمدؒ وغیرہ حدیث کی کتابیں نہیں؟ ان حضرات نے مسائل کے استنباط و استخراج میں قرآن و سنت سے معاذ اللہ انحراف کیا ہے؟ اگر یہ بات نہیں تو پھر اہلِ حدیث اور اہلِ رائے کی تقسیم کون سی علمی خدمت ہے؟ حضرت شیخ الاسلام

Marfat.com

امام ابن تیمیہؒ، امام ابن قیمؒ، شاہ ولی اللہؒ اور خود شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہم اللہ تعالےٰ ان معنوں میں اہلِ حدیث نہ تھے، جن معنوں میں ہنگامہ کیا جاتا ہے۔ آئمۂ اربعہ میں سے کسی نہ کسی کے ساتھ ارادت و تعلق ان حضرات کو بھی تھا۔

جہاں تک شاہ ولی اللہ صاحب کا تعلق ہے، ان کا مسلک بڑا واضح ہے کہ وہ تمام اکابر کا احترام کرنے کے باوصف "حنفیت" سے گہرا اور ٹھوس تعلق رکھتے تھے۔ اسی طرح کا حال ان کے نبیرا اور اس خاندان کے مجاہد فرزند حضرت اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اور وہ کون سا حنفی عالم ہے جو ان حضرات کا احترام نہیں کرتا؟ اور ان کی مجتہدانہ کاوشوں کو بہ نظر استحسان نہیں دیکھتا؟ یہ تسلیم کہ شاہ صاحب نے "تنویر العینین" لکھی لیکن اس میں وہ احادیث بھی تو ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم نے آخر کو "رفع یدین" ترک کر دیا تھا۔ اور کئی ایک صحابۂ کرام کے متعلق تصریح ہے کہ وہ رفع یدین نہ کرتے تھے۔

تو پھر اس کتاب سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ مروجہ معنوں میں "اہلِ حدیث" تھے۔ اور معلوم نہیں کہ ہمارے ایسے دوست اس حقیقت سے واقف نہیں یا دانستہ اس کو چھپاتے ہیں کہ آپ کا عمل بالخصوص آخری دور میں ترکِ رفع یدین تھا۔ ہمارے سامنے اس وقت نہایت اہم دستاویز ہے جس کا نام "تنبیہہ الضالین و ہدایت الصالحین" ہے۔ ۱۴۸ صفحات کی یہ دستاویز مطبع سید الاخبار دہلی میں ۱۲۶۲ھ ہجری میں طبع ہوئی۔ ابتدا میں اس کا تعارف یوں کرایا گیا ہے۔

"یہ وہ فتوےٰ ہے جو مکے اور مدینے کے علماء نے مکے سے اور مولانا اسحٰق صاحب نے جو نائب اور سجادہ نشین ہیں، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ کے مقام دہلی میں اور خاص و عام مومنین کے معتمد اور بہت سے علماء و فضلاء اور حضرت امیر المومنین سید احمد قدس سرہٗ کے خلفا نے "لامذہب" والوں کے احوال سے مطلع ہو کر "ان کے طریقے کے مردود اور جھوٹے ہونے کی دلیلیں اور کیفیت لکھ کر اپنی اپنی مہر اور دستخط

سے مزین فرما کر ہندوستان سے بھیجا ہے کہ عوام نادان مسلمان ان لوگوں کے "برے اعتقاد" کی باتوں سے اور "برے طریقے" سے اپنے تئیں بچاؤ اور "ان کے مکر اور فریب اور طمع کی باتیں منافقانہ" کہ دل میں کچھ اور منہ میں کچھ سن کر گمراہ نہ ہو جاویں۔"

(صا و صہ)

یہ الفاظ اپنے مفہوم و معنی کے اعتبار سے بڑے واضح ہیں۔ جب کہ آگے صہ پر مزید وضاحت ہے کہ مولوی عبدالحق بنارسی صاحب جو حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے کے مدعی تھے۔ لیکن آئمہ اربعہ کے معاملہ میں ان کی آزاد روش اور اس قسم کے معاملات کے سبب سید صاحب نے انھیں جماعت سے الگ کر دیا۔ ان کے شاگرد کلکتہ اور عظیم آباد وغیرہ گئے۔ یہ لوگ سید صاحب سے تعلق کا دعوٰے کرتے اور "بے راہ آزادی" کا بھی پروپیگنڈہ کرتے۔

مصنف نے صفحہ ۶ پر لکھا کہ :-

"اور ان کا مذہب اکثر باتوں میں روافض کے مذہب سے ملتا ہے۔"

ان جھوٹے مدعیان نسبتِ حضرت الامیر سید احمد بریلوی قدس سرہ' کے متعلق مصنف لکھتے ہیں :-

"اگر حضرت ممدوح اس زمانے میں ہوتے تو ان نئے مذہب والے مفسد گمراہوں کا وہی حال کرتے جو ان کے پیشوا عبدالحق (بنارسی) کا کیا تھا۔ یعنی مردود کہتے اور نکلوا دیتے۔" (صنا)

صہ۱۳ پر ان مدعی حضرات کے کردار کا نقشہ اس طرح کھینچا گیا ہے کہ انھوں نے تحریکِ جہاد کے ضمن میں لوگوں سے خوب چندے بٹورے۔

"غرض حضرت سید صاحب کے نام سے اس زمانے میں بہتوں کا بن آیا۔ خوب روپے کمائے اور دولت مند ہو گئے اور اب بھی قصور نہیں کرتے طرح طرح سے روپے بٹورتے ہیں اور دوزخ کے کندے بنتے ہیں۔"

Marfat.com

اسی قسم کے لوگوں کے متعلق مختلف سوالات اور حرمین شریفین زادہما اللہ تعالیٰ شرفاً کے، گرامی مرتبت علماء کے جوابات میں سے پانچ سوال معہ جواب ابتداء میں مندرج ہیں۔ پھر صـ۳۱ سے وہ فتاوٰے ہیں جو حضرت سید صاحب قدس سرہ کے خلفاء نے دہلی اور ہندوستان کے باقی شہروں میں جاری فرمائے۔

مصنف لکھتے ہیں:۔

"الحمد للہ کہ ایک ہزار دو سو چون (۱۲۵۴ھ) ہجری میں بلدہ دہلی کے علماء دین نے ان لوگوں کی گمراہی پر جو چاروں مذہبوں کے خلاف کو جائز اور مباح جانتے ہیں۔ باتفاق اور اجماع فتوٰے لکھا۔" (صـ۳۴)

ان فتوٰے دہندگان میں مفتی صدرالدین خان (آزردہ) (صفحہ ۴۱) مفتی اکرام الدین صاحب (صفحہ ۴۲) مولوی عبدالخالق صاحب (صـ۴۴) مولانا محمد حیات لاہوری (صـ۴۹) مفتی سید رحمت علی صاحب، بادشاہی مفتی (صـ۵۱) اخوند ملا شیر محمد صاحب، شاگرد شاہ رفیع الدین (صـ۵۲) مولانا مملوک علی مولانا سید محمد (صـ۵۵) صاحبزادہ میاں احمد سعید صاحب (صـ۶۴) وغیرہ شامل ہیں۔

اسی میں صفحہ ۸۰ پر ہے کہ:۔

"مولوی کریم اللہ دہلوی ساکن محلہ لال کنوئیں نے کہا کہ یہ لوگ (جدت پسند حضرات) اسمٰعیلی ہیں۔ مولوی اسماعیل کی تقلید کرتے ہیں۔ وہ بھی ایسے ہی تھے"

اس کے جواب میں ہے:۔

"مگر سچ یوں ہے کہ ان کا یہ گمان فاسد اور محض ظلم اور کذب ہے۔ وہ ہرگز ایسے نہ تھے۔ بلکہ انھوں نے نواح پشاور میں بعد مباحثہ علماء حنفیہ کے رفع یدین چھوڑ دیا تھا اور عالم محقق تھے۔ ایسے لوگوں، (جدت پسند حضرات) کو جو پاتے تو گور پرستوں سے زیادہ بد جانتے۔ یہ محض دغابازی اور فریب ہے ان لوگوں کا جو مولوی موصوف کو لامذہبوں میں گنتے ہیں، اصول کا

Marfat.com

رسالہ ان کا موجود ہے، سراسر کرخی اور طحاوی کے طور پر، اور ایک رسالہ "تنویر العینین"، کا جو بعضے آدمیوں نے ان کی شہادت کے بعد ان کا کرکے مشہور کر دیا۔ (اگر یہ بات ہے تو اور ہی برا ہے) اگر وہ ان کا ہو تو بھی بہ سبب اس کے کہ رفع الیدین آخر عمر میں ترک کیا، اس بات میں معتبر نہ رہا، موافق مذہب اہل حدیث کے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا ہے:" العبرة بالخواتیم وانما الاعمال بالخواتیم" (صفحہ ۸۸)

آگے ہے :۔

" اور قریب اسی تقریر کے مولوی محمد موسے، ان کے چھوٹے بھائی کہتے ہیں:" (ص ۸۹)

خود بنارس کے شیخ احمد اللہ صاحب نے ۱۲۵۷ھ میں اس ضمن میں ایک نہایت وقیع فتوے مولوی عبد الحق بنارسی وغیرہ کے متعلق سفر حرمین کے دوران مرتب کیا جس کا ذکر اسی دستاویز میں ص ۱۱۴ پر ہے۔ جس پر حرمین شریفین کے مسالک اربعہ کے مدرسین و فقہائے کرام اور بعض جلیل القدر ہندوستانی علماء کے تائیدی دستخط ہیں۔ جن میں حضرت شاہ اسحٰق، مفتی صدر الدین خان، شاہ احمد سعید مجددی، مولانا مملوک علی، مولانا محمد علی، مولانا زین العابدین کاظمی، مولانا محبوب علی، (ہر سہ خلیفہ حضرت سید صاحب) مولانا کریم اللہ، مولانا مخصوص اللہ، مولانا موسے رحمہم اللہ تعالے شامل ہیں۔

اس ساری تفصیل سے شہید راہ حق، امام المجاہدین، حضرت سید اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مسلک و موقف کی وضاحت کے ساتھ ساتھ جدت پسند حضرات کی حقیقت بھی الم نشرح ہو جاتی ہے۔

رہ گیا معاملہ شاہ صاحب کی عظمت کا تو ان کے معاصرین کی رائیں اس سلسلہ میں اتنی بلند ہیں کہ باید و شاید! مناسب ہوگا کہ چند آراء پیش کر دی جائیں تاکہ ارباب نظر معلوم کر سکیں کہ" اسمٰعیل "کیا تھے؟ ..... رحمہ اللہ تعالیٰ۔

Marfat.com

مولانا مفتی صدرالدین خان آزردہ ـــــ انوارِ ساطعہ مطبوعہ نعیمی پریس مراد آباد،
کے بدعتی مصنف مولوی عبدالسمیع صاحب (جن کا جواب زبدۃ المحدثین مولانا خلیل احمد
مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالےٰ نے "براہین قاطعہ" کے نام سے لکھا) کے بقول:۔

"استاذنا و مولانا و مولی العالمین مفتی محمد صدرالدین خان صاحب
صدر العلماء والفضلاء" (انوارِ ساطعہ ص۲۴۷)

ہیں۔ انھوں نے تقویۃ الایمان، نیز نصیحت المسلمین از مولانا خرم علی رحمہ اللہ تعالےٰ خلیفہ
حضرت سید صاحب قدس سرہٗ کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھا:۔

"نصیحت المسلمین اس فقیر کی نظر سے نہیں گزری اور نہ اس کے مؤلف
کا حال تفصیلی معلوم ہے۔ لیکن اگر اس کتاب میں شرک کی برائی کا بیان ہے۔
تو اس کے اچھے ہونے میں کس کو کلام ہے۔ اور تقویۃ الایمان کو اجمالی نظر
سے دیکھا ہے۔ با اعتبار اصول اور اصل مقصود کے بہت خوب ہے اور
مولوی اسمٰعیل صاحب کو ایسا دیکھا کہ پھر کسی کو ایسا نہ دیکھا۔ یہ لوگ ان میں
سے ہیں جن کے حق میں حق سبحانہٗ تعالےٰ نے پارہ نمبر۴ سورۃ آل عمران میں
فرمایا:۔ ولتکن منکم امۃ....[1] الخ اور یہ فرمایا۔ ان الذین
آمنوا والذین ھاجروا....[2] الخ اور واللہ یختص برحمتہ
من یشاء....[3] الخ۔ پس جو ان کو کافر و گمراہ کہے، وہ آپ گمراہ ہے۔

---

[1] آل عمران کی آیت نمبر۱۰۴ ارشادِ ربانی ہے:" اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ضرور ہونا چاہیے جو بھلائی کی طرف لوگوں کو دعوت دیا کریں اور نیکی کا حکم دیا کریں۔ اور بُرے کاموں سے روکا کریں اور ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں" (ترجمہ مولانا احمد سعید دہلویؒ)

[2] البقرہ کی آیت ۲۱۸ ہے:" بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور خدا کی راہ میں ہجرت کی اور جہاد کیا تو یہی لوگ رحمتِ خداوندی کے امیدوار ہیں اور اللہ تعالےٰ بڑا بخشنے والا اور بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔ [3] اور اللہ تعالےٰ جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت کے لیے خاص کر لیتے ہیں۔

Marfat.com

(واللہ اعلم بالصواب)

("اکمل البیان فی تائید تقویت الایمان" ص ۹۴-۷۹۳ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۵ء)

مفتی سعد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق انوارِ ساطعہ کے صفحہ ۲۶۵ پر ہے

"شاگرد شاہ عبد العزیزؒ اور منجملہ علماء جلیل القدر"

مفتی صاحب فرماتے ہیں:-

"مولانا محمد اسمٰعیل مغفور عالم ربانی و مصدر فیوض یزدانی بودند..... و بر خلوص دینی و حق گوئی و صدق نیت و حسن طویت بحقیقت ایشاں اعمال و آثار کالشمس علیٰ رابعۃ النہار شاہد عدل است"

(- محمد سعد اللہ ۱۲۴۹ھ -) (اکمل البیان صفحہ نمبر ۹۵)

مولانا رشید الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی مولانا شہیدؒ سے علمی گفتگو مشہور عام ہے۔ اس کے باوجود احترام قائم تھا۔ اور ۱۸۵۷ء میں ان کے بیٹے مولانا سدید الدین امین مدرسہ عالیہ کلکتہ کا کتب خانہ لٹا تو انہیں سب سے زیادہ افسوس اس ذخیرہ کا تھا جس پر شاہ شہیدؒ کے حواشی تھے۔ وہ نہایت درجہ پریشان ہو کر کہتے۔

"کہ وہ کتابیں تو پھر بھی مل سکتی ہیں مگر ان حاشیوں کا ملنا اب محال ہے"

(اکمل البیان ص ۸۰۱-۲)

مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ خیر آباد کے نامور عالم تھے شہزادگی اور نازو ادا میں زندگی گزری۔ (ان کی سیرت و سوانح پر مقالات کا ایک بہترین مجموعہ عنقریب ہم چھاپنے والے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ) آج کل رضاخانی دوست ان کو اپنے کھاتے میں ڈال کر "جہاد آزادی" کے ہیرو بننے کی فکر میں ہیں۔ حالانکہ خدا لگتی یہ ہے کہ مولانا اپنے تمام تر علم و فضل کے باوصف میدان عزیمت کے آدمی نہ تھے۔ محترم حکیم محمود احمد صاحب برکاتی نے اپنے رسالہ ۱۸۵۷ء میں اس کو تسلیم کیا ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ اس علمی خانوادہ کے ورثاء کی رائے خان صاحب بریلوی کے متعلق نہایت درجہ سخت تھی

جیسا کہ علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری قدس سرہ نائب صدر جمعیت علماء ہند و ڈکٹیٹر مجلس احرار اسلام کے ان رسائل سے پتہ چلتا ہے جو حال ہی میں بار دگر طبع ہوئے[1] ان سب کے باوجود خان صاحب بریلوی کے اتباع کا ڈھیٹ پنا ہے کہ وہ اس علمی آدمی سے اپنی نسبت کرتے ہیں۔

خیر! مولانا کے شاہ صاحب رح سے علمی مباحثے رہے۔ مسائل علمی تھے، اسی لیے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمہ اللہ تعالےٰ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ :- "ہم اسماعیلیہ اور خیر آبادیہ دونوں کو ماجور و مثاب سمجھتے ہیں"۔

اتنے علمی معرکوں کے باوصف مولانا کو جب شاہ صاحب کی خبر شہادت ملی تو منطق کے سبق میں مصروف تھے۔ سبق ملتوی کرا دیا۔ گھنٹوں پریشان رہے اور فرمایا

"اسماعیل کو ہم صرف مولوی نہیں جانتے تھے بلکہ وہ امت محمدیہ کا حکیم تھا۔ کوئی شئے نہ تھی جس کی انیت اور لمیت اس کے ذہن میں نہ ہو۔ امام رازی نے اگر حاصل کیا تو دود چراغ کھا کر اور اسمٰعیل نے محض اپنی قابلیت اور استعداد خداداد سے"۔

(الحیوٰۃ صفحہ نمبر ۱۰۱، اکمل البیان صفحہ نمبر ۸۰۹)

اور جناب سرسید احمد خان اپنی مشہور عالم کتاب "آثار الصنادید" میں رقمطراز ہیں :-

"محی السنۃ، قامع البدعۃ مولانا مولوی اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ - یعنی شاہ کشور شریعت گستری مالک الملوک دیار دین پروری قامع بنیان شرک وطغیان حاوی موجبات علم و ال[illegible] مؤسس اساس کمال مہذب اوضاع حال وقال سالک مسالک ہدایت و ارشاد مجلی آئی[illegible] صافی اعتقاد مرکز دائرۂ علوم منطقۂ آسمان فہوم۔ مرتقی مدارج درجات عالی پیشوائ[illegible] اذانی واعالی مرجع و مآب فضائل کامروائے طبائع افاضل، رموز فہم اسرار تفسیر قرآنی دقی[illegible]

---

[1] یہ رسائل سنی پبلیکیشنز الوہاب مارکیٹ اردو بازار لاہور سے دستیاب ہیں۔

Marfat.com

یاب معالم تقدیرات ربانی، جامع کمالات صوری و معنوی نکتہ سنج کلام الٰہی وحدیث نبوی قدوہ اہالی پیش گاہ قبول، حلال غوامض معقول و منقول بانی مبانی فضل و افضال ممہد قواعد تکمیل و اکمال جاہد حق و یقین، مثبت دلائل دین۔ مولائی مخدومی مخدوم الانامی۔ مولوی محمد اسمٰعیل قدس سرہٗ آپ کو حضرات ثلثہ یعنی مولانا شاہ عبدالعزیز (المتوفی ۱۲۳۹ھ) و مولانا شاہ رفیع الدین (المتوفی ۱۲۳۳ھ) و مولانا شاہ عبدالقادر (المتوفی ۱۲۳۰ھ) غفر اللہ لہم کے ساتھ نسبت برادر زادگی کی تھی۔ اور بہ سبب اس کے کہ جناب جنت مآب شاہ عبدالقادر صاحب نے بعد انتقال والد ماجد ان کو بجائے فرزندوں کے پرورش کیا تھا اور حضرت مبرور مغفور کی نواسی بھی ان کے ساتھ منسوب تھیں۔ ان کی تربیت اپنے ذمے لے کر روز و شب حضرت کی تکمیل میں ساعی تھے۔ ازبسکہ جوہر قابل محتاج تربیت اور نیاز مند تعلیم نہیں ہوتا۔ آپ کے آئینۂ خاطر نے مصقلہ تائید الٰہی سے ایسی صفا اور جلا حاصل کی تھی کہ اسرار ازل بے حجاب آپ پر منکشف تھے۔ اسی واسطے اوائل حال میں مطالعہ کتب کی طرف چنداں التفات نہ فرماتے تھے اور حال یہ تھا کہ جب حضرت مبرور کی خدمت میں زانوئے سبق خوانی تہ کرکر بیٹھتے ازبسکہ بہ سبب استغنا کے یہ محفوظ نہ رہتا تھا کہ سبق کس جا سے شروع ہوگا۔ اس کے مابعد کی عبارت سے شروع کر دیتے۔ جب حضرت مغفور وہاں سے امتناع فرماتے تو آپ فرماتے کہ اس مطلب کو آسان سمجھ کر نہیں پڑھا۔ اور فی الواقع اگرچہ وہ مطلب عقدۂ لاینحل ہوتا۔ اسی طرح اس کی تقریر کرتے کہ موجب حیرت عالی اور ادانی ہوتا اور کبھی اس کے ماقبل سے آغاز کرتے جب حضرت اس سے متنبہ فرماتے تو آپ اس میں کچھ شبہ کر دیتے اور وہ شبہ ایسا ہوتا کہ حضرت استاد کو اس دفعہ میں بہت متوجہ ہونے کی حاجت ہوتی۔ اس استعداد خداداد کی اعانت میں پندرہ سولہ برس کی عمر میں تحصیل معقول و منقول سے فراغت حاصل ہوگئی جو کہ آپ کی ذہانت کی دھوم شہر میں تھی۔ اکثر فضلائے کمل کہ دعوئے کتاب دانی و دقیقہ شناسی کا رکھتے تھے۔ وہ مقامات باریک کہ جن کے صاف کرنے میں روزگار دراز تلمذ کرنا چاہیے، آپ سے سرراہ ملاقی ہوکر باعتبار ظاہر کے، بطور مناظرہ کے اس کا استفسا

کرتے۔ اس لحاظ سے ان کے مکان پر اگر جاویں گے تو شاید مطالعۂ کتب یا اعانت شروح
اور حواشی سے اس کو بیان کریں اور آپ بے تامل اس کو اس طرح سے تقریر فرماتے کہ
ان کو اس جرأت سے کمال خجالت ہوتی۔ ذکر اس زبدۂ ارباب کمال کا داعی ہے کہ ہزار
ہزار محامد پسندیدہ کو زبان پر لاکر اندکے آتش شوق کو تسکین دے۔

گہر نثار کند بر سر زبان چشمم
مرا چو نام شریف تو بر زباں آید

لیکن کیا کرے کہ نہ زبان کو طاقت تقریر ہے۔ اور نہ قلم کو یارائے تحریر معقولات میں
آپ کا نتیجہ ہوہم مثل یقینیات اور منقولات میں آپ کی تنہا نقل مانند متواترات عقفہ
کا یہ حال تھا کہ ہر مسئلہ کو آیات وحدیث کے ساتھ مستند فرماتے تھے۔ بیشتر کتب علم
معقول پر حواشی تحریر کیے اور ازبسکہ طبیعت ، ذکاوت کی طرف مائل تھی۔ ایک
رسالہ منطق میں لکھا:۔ اس میں شکل اول کے مابعد اور شکل رابع کی ابدہ البدیہیات
ہونے کا دعوٰے کیا اور اس کے دلائل اس قوت واستحکام کے ساتھ مذکور فرمائے کہ اگر
معلم اوّل موجود ہوتا، اپنی براہین کو تار عنکبوت سے سُست تر سمجھتا۔ آپ کے حسن تقری
سے وہ مسائل غامضہ کہ طالب علم کو بعد ردوقدح کے ذہن نشین ہو۔ جہلائے عامی کو بمجرد
استماع کے سمجھ میں آجاتے تھے اور اس طرح منقوش خاطر ہوتے تھے کہ مخالفین سے
بعضے اہل علم چاہتے کہ کچھ دلائل علمی سے اس کو رد کرکے اس کے ذہن سے نکالیں، ممک
نہ ہوتا۔ جب یہ مطالب خوب جھن گئے۔ بموجب ارشاد سید اصفیاء یعنی پیر طریق حق
کے اس طرح سے تقریر و وعظ کی بنا ڈالی کہ مسائل جہاد فی سبیل اللہ بیشتر بیان ہوتے
اس نواح سے جوق درجوق روانہ ہوئے اور حضرت کی خدمت میں ہندوستانیوں میں
لاکھ آدمی سے زیادہ مجتمع ہو گئے۔ پشاور اور بعض اور مکان سکھوں کی عملداری سے نک
کر غازیان اسلام کے تصرف میں آگئے۔ سکھوں کے باوجود اس شان وشوکت ظاہر
آپ کا ایسا رعب دل میں بیٹھ گیا۔ کچھ ملک دینے پر راضی ہوئے۔ کئی سال تک یہی سلسلہ
جاری رہا۔ بعد اس کے چونکہ قوم افاغنہ، بندۂ زر اور نہایت طامع ہیں، سکھوں کے ا

Marfat.com

سے آپ سے منحرف ہو گئے۔ اور عین معرکۂ جنگ میں آپ سے دغا کی اور یہ حضرت قلعہ بالا کوٹ کے نواح میں ہمراہ پیرِ طریقت، اور اکثر مسلمین غزات کے جنت اعلیٰ کی طرف راہی ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! ۱۲۴۶ھ حضرت کی شہادت کو چودہ پندرہ برس کا عرصہ گزرتا ہے۔"[1]

(باب چہارم صفحہ نمبر ۹۸)

بعد کے ادوار میں ہر دور کے جلیل المرتبت علماء نے شاہ شہیدؒ کی عظمت کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ بس امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک سطر ملاحظہ فرمالیں کہ دریا کوزہ میں بند نظر آتا ہے۔

"اگر خود شاہ صاحب (شاہ ولی اللہ) بھی اس وقت ہوتے تو انہی کے جھنڈے تلے نظر آتے۔"
(تذکرہ صفحہ ۲۴۵ طبع اول)

حضرت۔ شاہ شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق توہینِ رسالت جیسے دل آزار الزامات لگانے والے حضرات کو محسوس کرنا چاہیے کہ یہ بساطِ رنگ و بو ایک دن لپیٹی جائے گی۔ اللہ رب العزت کا تختِ جلال ہوگا۔ وہاں جب بندوں کے مقدمات پیش ہوں گے تو پھر بغلیں جھانکنے اور آئیں بائیں شائیں کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوگا۔ اگر شاہ شہید نے اللہ رب العزت کے حضور اس کے آخری رسول محمد عربی علیہ السلام کی نعت کے وہ اشعار پڑھ دیے جنھیں آپ نے لکھا، بار بار پڑھا، خود تڑپے اور لوگوں کو تڑپایا۔ تو پھر اس قسم کے لایعنی الزامات کا کیا بنے گا؟

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں وہ نعت نقل کردی جائے۔ شاید کسی کی ہدایت و اصلاح کا سامان ہوجائے۔

وہی انسان اکمل ہے، سنتے ہو کون — ہوئے مفتخر جس سے یہ دونوں کون
نبی البرایا۔ رسول کریم — نبوت کے درکا دُرِ یتیم!
حبیب خدا، سید المرسلیں — شفیع الوریٰ، ہادیٔ راہِ دین
محمد ہے نام ان کا، احمد لقب — بیاں ہو سکے حقیقت ان کی کب

[1] نیز دیکھیں تذکرہ اہل دہلی صفحہ ۱۷۰، ۱۸۰
[2] نیز دیکھیں تذکرہ اہل دہلی صفحہ

دل ان کا جو ہے محرم سرِ غیب — مبرّا خطا سے ہے بے شک و ریب
زباں ان کی ہے ترجمانِ قِدم — ہوا باغ دیں جس سے رشکِ ارم
بظاہر ہے گو منقطع انبیاء — حقیقت میں ہے مطلع اصفیاء
سوادل ہی ہے ہر طرح اس کا نور — بظاہر کیا وہ کہ آخر ظہور
الٰہی ہزاروں درود و سلام — تو بھیج اس پہ اور اس کی امت پہ عام

(اکمل البیان صفحہ نمبر ۸۰-۷۹)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ "مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویت الایمان" کے مصنف مولانا زید ابو الحسن کی مجددی نسبت کے حوالہ سے ہم ان سے یہ بھی معلوم کریں کہ انھوں نے "حضرت مجدد الف ثانی اور ان کے ناقد" نامی کتاب لکھی۔ تو اس میں بریلی کے خاں صاحب قبلہ جناب احمد رضا کا ذکر کیوں نظر انداز ہوا؟ کیا یہ محض اتفاق تھا یا جان بوجھ کر آپ نے ایسا کیا۔ تاکہ آپ خاں صاحب کے عقیدت مندوں کے ذوقِ تکفیر و تفسیق سے بچ سکیں۔ اور ان کے جذبۂ عقیدت و ارادت (جس کی حدیں نصاریٰ کی طرح گمراہی تک جا پہنچی ہیں۔) سے استفادہ کر سکیں؟ اللہ تعالیٰ ہمیں بدگمانی سے بچائے کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ لیکن حالات کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے ناقدوں پر "نقد" کرتے ہوئے "اعلیٰ حضرت" بریلوی کو جان بوجھ کر نظر انداز کیا گیا۔ اور اگر ایسا نہیں ہوا تو لائیے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ انھوں نے کس کس طرح حضرت امام مجدد قدس سرہٗ کے خلاف بغضِ باطنی کا مظاہرہ کیا۔ اور اس سے قبل یہ معلوم فرمالیں بلکہ آپ کو تو معلوم ہی ہوگا کہ ہر مجدد اور مصلح کو خاص اپنے دور میں بھی ایسے لوگوں سے پالا پڑتا ہے جو اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہوتے ہیں۔ حضرت مجدد صاحب بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہ تھے۔ انھیں بھی سنتِ رسول کی اتباع میں ان تمام نازک مقامات سے گزرنا پڑا۔ یعنی کہ جیل جا کر سنتِ یوسفی و محمدی پر عمل کی سعادت بھی انھیں میسر آئی۔

مقامِ فیض راہ میں کوئی جچا ہی نہیں
جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے ہم

Marfat.com

ان کے دور میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک نہایت درجہ عظیم المرتبت شیخ و عالم تھے بلکہ آپ کی طرح حضرت خواجہ خواجگان خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے خادم وارادت مند ——— بریلوی دوست حضرت الشیخ کا بظاہر بہت ذکر کرتے ہیں۔ لیکن ان کے "اعلیٰ حضرت" نے حضرت محدث دہلوی کو بھی معاف نہیں کیا۔ فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۴۱۸ شائع کردہ سنی دارالاشاعت رضویہ لائل پور (اب فیصل آباد) میں اعلیٰ حضرت نے حضرت الشیخ کی مشہور زمانہ شرح مشکوٰۃ ——— "اشعۃ اللمعات"، کے ایک مقام پر تنقید کرتے ہوئے لکھا:۔

وَمِنَ الْعَجَبِ مَا وَقَعَ فِي الْاَشِعَّةِ

اور یہ تعجب کی بات نہیں کیونکہ مفتی شجاعت علی قادری بریلوی، حال جج وفاقی شرعی کورٹ (جنھوں نے آئمہ حرمین کی اقتدا میں نمازوں کے فاسد ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔) "فتاویٰ رضویہ" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:۔

> "حقیقت یہ ہے کہ مولانا (احمد رضا) رحمۃ اللہ علیہ کے علمی ذخائر میں یہ تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں کہ آپ نے کس کس سے اختلاف کیا۔ بلکہ اصل دقت طلب کام یہ ہے کہ وہ کون سا فقیہہ ہے جس سے مولانا نے بالکل اختلاف نہ کیا ہو۔ اگر ایسا شخص نکل آیا تو یہ ایک بڑی تحقیق ہوگی"۔
>
> (پیش لفظ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم حصہ اول مطبوعہ لاہور صفحہ نمبر ۳۰)

ان شیخ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ سے اختلاف ہوا۔ لیکن جب افہام و تفہیم کے مراحل کے بعد معاملہ صاف ہوگیا تو پھر کسی قسم کی کدورت نہ رہی۔ اس کی تفصیل جناب خلیق احمد نظامی صاحب کی مرتبہ حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ (مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور) اور مکتوبات شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ نیز اس کدورت کے ختم ہونے اور باہمی احترام قائم ہونے کا یہ ثبوت بھی ہے کہ حضرت شیخ قدس سرہ کے صاحبزادے مولانا نورالحق مشرقی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے مرید ہوئے۔ (تذکرہ علماء

ہند از رحمان علی صاحب مرحوم صفحہ ۵۳۴) نیز حضرت شیخ رح کے نواسے حضرت حافظ محمد محسن دہلوی رحمہ اللہ تعالےٰ بھی حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے۔ اور یہ سلسلہ دور تک چلتا ہے۔ حضرت الشیخ رحمہ اللہ تعالےٰ کے خاندان میں کتنے ہی لوگ ہیں جو مجددی سلسلہ سے وابستہ ہوئے۔ (رحمہم اللہ تعالےٰ)

جناب خاں صاحب بریلوی نے اپنی کتابوں خاص کر "کوکبہ شہابیہ" میں حضرت مجدد قدس سرہٗ کا نام بار بار لکھا۔ لیکن کہیں کوئی شخص "رحمتہ اللہ علیہ" کا دعائیہ جملہ دکھا دے۔ جو شخص اپنے پیروں اور ان کے صاحبزادوں کی شان میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتا ہے، اس کی حضرت مجدد صاحب بلکہ خاندان شاہ ولی اللہ کے بارے میں یہ بے رخی بلا وجہ نہیں

اس کی متعدد وجوہات ہیں سے ایک وجہ تو یہ ہے کہ حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ کا مسلک "بدعات" کے معاملہ میں بڑا واضح اور سخت ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں :-

"نور سنت کو ظلمات بدعت نے (اس وقت) مستور کر رکھا ہے اور "رونق ملت مصطفویہ" کو کدورات اور امور محدثہ" نے ضائع کر رکھا ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ (مسلمانوں کی) ایک جماعت ان بدعات کو امور مستحسنہ میں سے سمجھتی اور حسنات میں شمار کرتی ہے۔ نیز تکمیل دین ان بدعات کے ذریعے ڈھونڈ رہی ہے"...... آگے یہ لکھ کر کہ۔

الیوم اکملت میں دین تو مکمل ہو گیا۔ ارشاد فرماتے ہیں :-

"پس کمال دین ان بدعات میں تلاش کرنا فی الحقیقت آیت مذکورہ کے مقتضی کا انکار کرنا ہے۔

(ملخصا مکتوبات امام ربانی رح مکتوب ۲۶۰/۱)

مکتوب ۱۸۶/۱ میں بدعت کی تقسیم حسنہ اور سیئہ کرنے پر سخت برہمی کا اظہار کرتے ہیں اور یہ شعر لکھ کر اشارہ کرتے ہیں کہ اس قسم لوگ کل قیامت میں سخت ندامت

59830

Marfat.com

اور خسارے کا شکار ہوں گے۔

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت

کہ با کہ باختہ در شب دیجور!

حضرت خواجہ حسام الدین دہلوی رحمہ اللہ تعالےٰ کو لکھا کہ: "برکات طریقت اس وقت نصیب ہوں گی جب تک کوئی امرِ جدید پیدا نہ کیا جائے، ایسا ہوا تو برکات اٹھ جائیں گی۔ لہٰذا ایسی بات دیکھیں تو سختی سے روکیں۔"
(مکتوب صفحہ ۲۶۷)

میر محب اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ کو لکھتے ہیں:-

"اگر اہلِ بدعت یہ سمجھ لیں کہ دین کامل میں کوئی بدعت نکال کر اس بدعت کو حسنہ بتانا عدم کمال دین اور عدم اتمام نعمت کی اطلاع دیتا ہے تو وہ ہرگز بدعت کو حسنہ قرار دینے کی جرأت نہ کریں۔"

(مکتوب نمبر ۱۹/۲)

اپنے مخدوم زادہ خواجہ محمد عبد اللہ قدس سرہٗ کے نام ایک مکتوب میں "بدعت کو ایسے کدال سے تشبیہ دی جو اسلام کو ڈھا رہی ہے۔" (مکتوب ۲۳/۲)

اور مجلس میلاد کے سلسلہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ تعالےٰ کی خانقاہ کے مقیمین حضرت خواجہ حسام الدین قدس سرہٗ وغیرہ کو جو مکتوب لکھا:- (۲۷۳/۱) وہ تو قول فیصل ہے، جس میں یہاں تک لکھ دیا "یہ روش درست نہ ہوئی تو ہم فقیر اپنے مخدوم زادگان سے الگ ہو جائیں گے۔"

لیکن جناب خاں صاحب بریلوی جو صحیح معنوں میں "مجدد بدعات" تھے، وہ ایسے شیخ کو کیوں کر پسند کرتے اور انھیں یا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ جیسے متبع سنت خاندان کو رحمہ اللہ تعالےٰ کیوں لکھتے؟

خاں صاحب فرماتے ہیں:-

Marfat.com

"نیک بات اگرچہ بدعت و نو پیدا ہو، اس کا کرنے والا سنی ہی کہلاتے نہ کہ بدعتی"۔ (فتاوٰے افریقہ ص۹۹)

اور اسی کتاب کے صفحہ ۹۷ پر ہے :-

"افعالِ تعظیم و محبت میں ہمیشہ مسلمانوں کے لیے راہ احداث (حدث) کشادہ ہیں جس طرح چاہیں محبوبانِ خدا کی تعظیم بجالائیں"۔

حالاں کہ یہ طریق نصارٰے کا پیدا کردہ ہے جنھوں نے سیدنا مسیح علیہ السلام کی تعلیم کے علی الرغم من مانے طریقوں سے "محبوبانِ خدا کی تعظیم" کا دھندہ شروع کیا۔ ایک بزرگ مفکرِ عالم کے بقول "اعلیٰ حضرت کا فتنہ، دورِ حاضر میں فتنۂ تلقین بدعات، تھا اور ایسا شخص حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالےٰ سے حسنِ عقیدت نہیں رکھ سکتا"۔

ایک وجہ مجدد صاحب قدس سرہٗ سے عناد کی یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالےٰ کا ایک جملہ ہے :۔" قدمی ھٰذا علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" کے متعلق حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ ہی نہیں بلکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالےٰ کا مسلک یہ تھا کہ اس سے مراد اپنے دور کے اولیاء ہیں۔ لیکن خان صاحب بریلوی اسے ہر دور سے متعلق سمجھنے کے سبب حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ سے عناد رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے دیوان "حدائق بخشش" میں ایک شعر میں تلمیح کے انداز میں حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ پر تنقید کی۔

آں چہ در ایں قول تخصیصات بے جا کردہ اند
از زلل یا از ضلالت، پاک ازیں بہتان توئی

سلسلۂ مجددیہ کے گل سر سبد حضرت مولانا حافظ محمد ہاشم جان مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ (شاگردِ رشید علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری علیہ الرحمہ) نے سرہند شریف کے سجادہ نشین صاحب زادہ سید عاشق حسین صاحب دام مجدہم کے نام اپنے مکتوب محررہ یکم مئی ۱۹۷۵ء میں (از کراچی) لکھا:-

"مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا یہ شعر قابلِ اعتراض ہے جس میں

زلّت یا ضلالت کی نسبت ان اکابر کی طرف ہوتی ہے جس میں حضرت مجدّد الف ثانیؒ حضرت شہاب الدین سہروردی، حضرت مولانا عبدالحق محدّث دہلوی رحمہم اللہ تعالےٰ اور بہت سے اکابر آجاتے ہیں اور حضرت مجدّدؒ کو جناب مجدّد لکھا اور رحمہ اللہ تعالےٰ کا دعائیہ جملہ نہیں لکھا۔ جب کہ اور اکابر کے لیے حضرت اور دعائیہ جملے لکھے ہیں۔ یہ بھی بہت بڑی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالےٰ ہم سب کو ایسی گستاخی اور بے ادبی سے بچائے۔ امید ہے کہ آپ اپنی دعاؤں میں ہمیں یاد رکھیں گے۔ زیادہ خیر والسلام"۔ عبدہٗ ہاشم مجددی عفی عنہٗ

(منقول از مقدمہ خزینۂ معرفت تذکرہ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرق پوری رحمہ اللہ تعالیٰ)

(صفحہ ۴۸ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء)

اور اسی ضمن میں نہایت درجہ گستاخانہ انداز اختیار کرتے ہوئے ملفوظات میں کہتے ہیں :-

"اب اگر کوئی مجددی ان کے قول سے استدلال کرے، اس کو وہ جاتے، ہم تو ایسے شیخ کے غلام ہیں :- ...... الخ (صفحہ ۷، حصہ سوم مطبوعہ کراچی)

جہاں تک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے اس قول کا تعلق ہے، پرانے اکابر کے ساتھ ساتھ خود اس دور کے ذمہ دار علماء نے یہی مطلب لکھا کہ اس سے مراد حضرت الشیخ کے زمانہ کے ولی ہیں۔ مولانا محمد مسعود رحمہ اللہ تعالےٰ مسلک ولی اللّٰہی کے ترجمان تھے۔ (یہ الگ بات ہے کہ ان کے خلف پروفیسر محمد مسعود صاحب آج کل اعلیٰ حضرت بریلوی کی زلف کے گرہ گیر ہو کر اپنے اسلاف کا نام روشن کر رہے ہیں۔) (فیا حسرتا! ویا عجبا) پروفیسر صاحب نے مولانا کا "تذکرہ مظہر مسعود" کے نام سے لکھا۔ اس میں چند فتاوےٰ میں سے ایک فتوےٰ ص ۱۳۱ مطبوعہ کراچی ۱۳۸۸ھ یوں ہے :-

"یا رسول اللہ کہنا جائز ہے ؟"

"یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للّٰہ کہنا کیسا ہے ؟"

قدمی ھذا علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ ۔ کیا یہ قول حضرت غوث الاعظم کا ہے ؟

مولانا کے جوابات گرامی :-

"یارسول اللہ ہمراہی درود شریف یا بوقت کسی موقع کے اوپر مزار شریف وغیرہ کے درست ہے اور ہر وقت مثلاً نشست و برخاست کے کہنا ناجائز ہے۔"

"یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کہنا ممنوع ہے اور قائل کو توبہ کرنی چاہیے اور تجدید نکاح چاہیے۔"

اور قدمی ھذا ..... الخ کو کتب میں لکھا ہے کہ قول حضرت غوث پاک کا ہے۔" (رحمۃ اللہ علیہ ۔)

اور مطلب اس کا یہ ہے کہ مرتبہ حضرت محبوب سبحانیؒ کا اپنے زمانے کے اولیاء سے زیادہ ہے نہ کہ متقدمین و متاخرین اولیاء سے کیونکہ اس صورت میں خلاف احادیث کا آتا ہے۔

بے چارے خان صاحب بریلوی کا علم سے کیا تعلق ؟ ایک جذباتی شاعر تھے ۔ گو کہ ان کے خدام آج انھیں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مقابل لاکر " الف ثانی کا مجدد اعظم " قرار دے رہے ہیں ۔ (دیکھیں الشاہ احمد رضا بریلوی از مفتی غلام سرور قادری ص۱۶ طبع دوم ۱۹۷۶ء مکتبہ فریدیہ ساہیوال)

مفتی سرور

اور مفتی صاحب نے جناب محدث کچھوچھوی کا ارشاد بہ سلسلہ خان صاحب بریلوی نقل کیا ہے جس سے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ چھوڑ منصب نبوت کا واضح مقابلہ سامنے آتا ہے ۔

" اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی زبان مبارک اور قلم شریف نقطہ برابر خطا کرے ۔ خدا تعالے نے اس کو ناممکن بنا دیا ہے ۔"

(الشاہ احمد رضا صفحہ نمبر ۱۶)

Marfat.com

معلوم نہیں مولانا زید ابوالحسن کیسے مجددی ہیں کہ انھوں نے "اعلیٰ حضرت" بریلوی کی تنقیدات بہ سلسلہ حضرت امام ربانی رحمہ اللہ تعالےٰ کو نظر انداز کر کے ان کے متبعین کے چکر میں پڑ کر حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالےٰ جیسے شہید راہ حق کو لتاڑنا شروع کر دیا ہے۔ ہم نے تو حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے "مجددی"، سنے ہیں جنھوں نے مشرب عالی میں تبدیلی کے سبب اپنی مسجد میں نعت خوانی اور غزل خوانی بند کرا دی۔ اور فرمایا کہ امام الانبیاء علیہ السلام کی تعریف لفظوں میں نہیں حال میں ہے۔" (دیکھیں خزینۂ معرفت صفحہ ۲۳)

اور ہم نے حضرت مولانا احمد خان صاحب مجددی رحمہ اللہ تعالےٰ (بانی خانقاہ سراجیہ مجددیہ کندیاں ضلع میانوالی) جیسے حضرات کا ساجن کی علمی عظمت اور اتباع سنت کا اعتراف امام العصر، حضرت الامام السید محمد انور شاہ کاشمیری قدس سرہٗ کرتے اور ان کے خادم و خلیفہ اکبر حضرت مخدومنا المعظم مولانا محمد عبداللہ رحمہ اللہ تعالےٰ اور ان کے خلیفہ (موجودہ سجادہ نشین) حضرت المخدوم مولانا خان محمد صاحب مدظلہم کو بنفس نفیس دیکھا - کیا شان ہے اتباع سنت کی؟

فی الحقیقت مجددیت نام ہے اتباع سنت کا اور ہم بلا خوف و خطر یہ بات کہتے ہیں کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ اور آپ کے بعد خاندان شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ تعالےٰ اور بعد ازاں حضرات اکابر علماء اہل سنت (منسوب بمدرسہ دیوبند) نہ ہوتے تو ہندوستان و پاکستان میں آج سنت نام کی کوئی چیز نہ ہوتی۔ ان سب حضرات بالخصوص حضرت امام ربانی رحمہ اللہ تعالےٰ سے جو کد جناب بریلوی کو ہے تو وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ ایک طرف سنت کا اہتمام ہے اور دوسری طرف بدعات کی گرم بازاری لیکن ایسے شپرہ چشم اگر ان کے خلاف لب کشائی کریں تو کیا فرق پڑتا ہے؟

آخر کو خود ان کے قریبی دور میں ایک کثیر التصانیف عالم، شاعر، مورخ اور تذکرہ نویس عبداللہ خویشگی قصوری نے بھی ان کی مخالفت میں طوفان کھڑا کیا تھا۔ لاہور کے مشہور تاجر کتب مولوی محمد شمس الدین صاحب مرحوم کے ادارہ سے خویشگی کے حالات

پر جناب محمد اقبال صاحب مجددی کی تالیف ۱۹۷۳ء میں چھپی۔ اس میں صفحہ ۱۴۷ پر ان کی حضرت مجدد صاحب سے مخالفت کا عنوان ہے اور مؤلف نے تفصیل سے لکھا ہے کہ اس شخص نے کس طرح کے حربے اختیار کیے؟ اور اس دور کے بعض دوسرے گمنام لوگوں نے کس طرح آپ اور آپ کے خلفاء کے خلاف ہنگامے بپا کیے ص ۱۸۱ پر ضمیمہ ثانی شروع ہوتا ہے جس میں ایک طویل استفتاء کا تجزیہ ہے۔ جو حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلاف ہے۔ اس تفصیل اور فتوے کو دیکھ کر ایسے معلوم ہوتا ہے کہ خویشگی اس دور کے خان صاحب بریلوی تھے۔ اور جن لوگوں نے فتوے دیے، انھوں نے وہی انداز اختیار کیا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی کی عبارات میں تحریف کر کے یہ ہنگامہ کھڑا کیا۔ وقتی مصائب آئے لیکن حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کا سلسلہ خیر و برکت آج عرب و عجم میں پھیلا ہوا ہے۔ بلکہ بقول ضیاء الحسن فاروقی مدیر الجامعہ دہلی۔ روس جیسے ملک میں سلسلہ مجددیہ تیزی سے پھیل رہا ہے۔ لیکن وہ گم گشتگان راہِ حق جنھوں نے ایک عالمِ باعمل، متبع راہِ حق اور حامیٔ سنت و ماحی بدعت شیخ کے خلاف طوفان کھڑا کیا۔ ان کے نام و نشان بھی مشکل سے نظر آتے ہیں۔

(ہم خویشگی کے معاملہ پر تفصیل سے کچھ لکھنے سے اس لیے معذور ہیں کہ یہ ایک کتاب کا مقدمہ ہے جو خطرہ ہے اصل سے بڑھ نہ جائے۔)

پھر اور اقدس اس کا ہے کہ مولانا زید ابوالحسن نے اتنی اونچی نسبت کے باوصف ایسا اقدام کیا اور عمر کے اس دور میں جب کہ نقارۂ کوچ بجنے والا ہے۔ (رب العزت انھیں اپنے محبوب نبی علیہ السلام کے طفیل اصلاح احوال کی توفیق دے۔) ان کے طرز عمل پر مجبوراً مولانا قاسمی صاحب نے قلم اٹھایا اور ہم نے اشاعت کا جو بیڑا اٹھایا اس کی بھی یہی وجہ ہے۔ ورنہ ڈر ہوتا کہ سادہ لوح عوام پروپیگنڈہ کا شکار نہ ہو جائیں۔

⁘ ⁘ ⁘ ⁘

Marfat.com

مولانا قاسمی صاحب اور جامعہ رحیمیہ دہلی کے سرپرست جناب علی محمد صاحب شیر میولت جہاں ہمارے قلبی شکریہ کے مستحق ہیں، وہاں اپنے والدِ گرامی حضرت مولانا محمد رمضان علوی فاضل دیوبند زید مجدہم اور برادر مکرم مولانا حافظ عزیز الرحمن خورشید، خطیب المسجد فاروقیہ ملک وال ضلع گجرات و ناظم اعلیٰ ذوالنورین رضی اللہ تعالے اکادمی بھیرہ ضلع سرگودھا کا شکریہ ادا کرنا میرا فرض ہے کہ ان کی سرپرستی ہر قدم پر میری رفیق و معاون ہوتی ہے۔

محترم بزرگ حضرت سید نفیس شاہ صاحب زید مجدہم کا کتابت ہی نہیں بلکہ بعض ضروری حواشی اور اس طویل مقدمہ کے سلسلہ میں جو راہنمایانہ کردار ہے، اس کا میں ہمیشہ ممنون رہوں گا۔ اس سلسلہ میں محب مکرم مولانا قاری مفتی عبدالرشید صاحب امیر انجمن ارشاد المسلمین لاہور بھی مستحق شکریہ ہیں۔

رہ گیا سرورق! تو اس کا استحقاق حضرت شاہ صاحب ہی کو تھا۔ (جزاہم اللہ تعالیٰ)
ہمارے خوشنویس جناب عبدالوکیل کیلانی صاحب ساکن کھیالی (گوجرانوالہ) کی محنت و خوبی آپ کے سامنے ہے۔ اللہ تعالے انہیں جزا دے۔

برادرِ عزیز میاں ریاض الحق فاروقی ناظم سنی پبلیکیشنز کی عنایات تو حدود حساب سے باہر ہیں۔ اللہ تعالے ہی سے حسن جزا کی درخواست کرتا ہوں۔

رب العزت اس تحریر کو میرے اور میرے متعلقین کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے اور ہم سمیت اپنے تمام بندوں کو اپنے سچے دین کی اتباع اور محمد عربی صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی عقیدت و محبت اور آپ کی تابعداری و غلامی سے سرفراز فرمائے۔

آمین بحرمتہ سید المرسلین صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

۶ ذوالحجہ ۱۴۰۴ھ	خاکپائے اکابر اہلِ سنت
۳ ستمبر ۱۹۸۴ء	محمد سعید الرحمن علوی
یوم الاثنین بوقت چاشت	۱۲۔اے شاہ جمال لاہور

Marfat.com

مصنف کا تعارف

میانہ قد، متناسب الاعضا جسم، کشادہ پیشانی، آفتابی چہرہ، گل تر کی طرح شگفتہ وشاداب سیاہ وسفید گھنی ڈاڑھی، سر کے بال نسبتاً بلا خضاب، زیادہ کالے، اس پر نہایت قیمتی قراقری انور پاشا کیپ، آنکھوں پر ہلکے سنہری فریم کی عینک، جوں ہی چشمہ اتارتے ہیں، آنکھیں مسحور کن انداز میں کھلنے بند ہونے لگتی ہیں۔

شیروانی کسی قدر لمبی، علی گڑھ تراش کا پاجامہ، سردیوں میں چترالی خوب صورت و دلکش گرم چغا، کبھی کبھی سر پر کشمیری رومال، متانت وسنجیدگی کا پیکر، خلوص وانکسار کی جیتی جاگتی تصویر، تکلفات سے ناآشنا، دلّی کی سادہ تہذیب کا نمونہ۔ خودنمائی اور خودبینی کے تازہ بہ تازہ طریقوں سے ناآشنا۔ اصلاحِ معاشرہ کے آرزومند، مسلمانوں کی سماجی زبوں حالی اور فقدانِ قیادت پر ماتم کناں۔

قومی جلسوں کے ہنگامہ خیز مقرر، حق گو، صاف گو، مگر دل آزاری سے مجتنب مصلحت پسند، مگر اظہارِ حق میں بے باک۔

اور اسی کے ساتھ اس کا بھی اضافہ کیجیے کہ گفتگو اور خطابت میں صاف ستھری اور شائستہ زبان کے تراشے ہوئے فقرے اور ادبی جملے جو جذبات کی تھوڑی سی برہمی اور لب ولہجہ کی سنجیدگی سے مل کر ادا ہوتے ہیں۔ جیسے کسی پہاڑی جھرنے سے پانی گر رہا ہو اور کبھی کبھی ہوا کے جھونکوں سے آواز کے تسلسل وترنم میں فرق آجاتا ہے۔

Marfat.com

اب یوں سمجھیے کہ مولانا کی شخصیت کا جغرافیہ تقریباً مکمل ہوگیا- بہر حال! یہ تو تھا مولانا کا قلمی تعارف ..... رہا یہ کہ وہ مولانا کون ہیں؟ تو مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی کسی تعارف و تعریف کے محتاج نہیں- وہ نہ علمی حلقوں میں اجنبی ہیں اور نہ عوامی حلقوں میں ہی غیر متعارف ہیں-

ان کی شخصیت گوناگوں خانوں میں بٹی ہوئی ہے- ان میں علم و عمل کی متعدد نادرِ روزگار صفات غیر معمولی طور پر جمع ہوگئی ہیں-

یہ بیک وقت عالمِ دین، مفسرِ قرآن، غرض بہت کچھ اور اس کے ساتھ ہی درویش صفت انسان-

اپنی زندگی کا طویل حصہ ہندوستان کی راجدھانی دلی میں زہد و قناعت اور نہایت پاکیزہ سیرت کے ساتھ گزارا-

لیکن کبھی اپنی پاکبازی و تقدس کی تجارت نہ کی اور نہ اپنی درویشی کی نمائش فرمائی- لوگ وطن سے باہر نکل کر چمکتے ہیں- مولانا اپنے وطن میں چمکے اور اہلِ وطن کی بھرپور محبت اور شفقت پائی-

تقریر و خطابت کے فنی کمال کے ساتھ طبعی انکساری اور عاجزی نے وطن سے باہر ملک کے ہر گوشہ میں مولانا کو قبولیت اور محبت ملی اور ہر صوبہ نے مولانا کو اپنا آدمی سمجھا-

طبعی انکساری کی وجہ سے ان کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے ہر آدمی بھول جاتا ہے کہ وہ کسی بڑے عالم اور بڑے مصنف سے مخاطب ہے- اپنی بڑائی اور اپنے کمالات کا شاید انھیں وسوسہ بھی نہیں ہوتا- اپنے سے چھوٹوں اور کہیں چھوٹوں کی بات کو اس التفات سے سنتے ہیں کہ وہ گویا ان کے ہم سر ہیں- بلکہ بعض اوقات تو اپنے نیازمندوں اور چھوٹوں کو اتنا بڑھاتے ہیں کہ وہ بے چارے خود اپنے متعلق بڑی غلط فہمیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں- اور آپ سے ملنے والا ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ موصوف جتنا مجھ سے قریب ہیں اتنا کسی اور سے قریب نہیں-

مولانا بڑے زندہ دل اور ظریف الطبع ہیں- یہاں تک کہ بعض اوقات ظرافت کی رو میں بہہ کر

Marfat.com

ہم چھوٹوں کو بھی نہیں بخشتے۔ بڑے ہنس مکھ ہیں۔ خوب ہنستے اور ہنساتے ہیں۔

مولانا سیاسی مولویوں کا اکثر مذاق اڑاتے ہیں۔ حالانکہ خود بھی سیاسی آدمی رہ چکے ہیں ......

اور وہ بھی کانگریسی۔

لیکن مجھے یقین ہے کہ گاندھوی کبھی نہیں رہے ہوں گے۔

سیاست میں مولانا کی بے باک حق پرستی کا نتیجہ تھا کہ ایمرجنسی کی زیادتیوں اور نس بندی اور توڑ پھوڑ کے واقعات نے مولانا کو کانگریس سے بےزار کر دیا۔ اور مولانا نے انقلابی لہر کا ساتھ دیا اور اسی کے نتیجہ میں مولانا کو جمعیت علماء ہند سے الگ ہونا پڑا، جس کے وہ صوبائی صدر اور آل انڈیا کے ناظم رہ چکے تھے۔ اور انقلاب ۷۷ء کے بعد اسی جماعت کے پلیٹ فارم سے مولانا حفظ الرحمٰن، مولانا احمد سعید اور مولانا محمد میاں کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر ایک جاں فروش سپاہی کی طرح فرقہ پرستی کی آگ بجھانے، اور مسلمانانِ ہند کو سماجی پستی سے نکالنے اور انہیں نشاۃ ثانیہ کی راہ پر ڈالنے کے لیے رات دن ایک کیے ہوئے تھے۔

وہ تمام لوگ، جو مولانا سے کسی طرح قریب رہے ہیں اور جن کی آنکھوں پر جماعتی عصبیت اور سیاسی رقابت کا پردہ نہیں پڑا ہوا ہے، وہ اس کی شہادت دیں گے کہ مولانا کا بے باک قلم اور بے لاگ خطابت ہمیشہ ملی مسائل اور دینی تقاضوں کی ترجمانی کا فرض ادا کرتی رہی ہے۔ یہ بات اور ہے کہ اس حق گوئی کی بڑی بھاری قیمت مولانا کو ادا کرنی پڑی ہے۔ اور دفعہ نمبر ۱۵۳ الف کے ایک دو نہیں، چار چار مقدمے بیک وقت مولانا پر قائم رہے ہیں۔

۱۲/برس کی مدت کم نہیں ہوتی۔ زندگی کا اتنا قیمتی وقت مولانا نے ان مقدمات کی پیروی میں نہایت صبر و استقلال اور خندہ پیشانی کے ساتھ گزارا ہے۔

فکری اعتدال مولانا کی بڑی خصوصیت ہے۔ وہ ایک طرف ابوالکلامؒ اور حسین احمد مدنیؒ کے سیاسی فکر کے علمبردار ہیں۔ اور ساتھ ہی مولانا تھانوی کے تعمیری فکر کی افادیت کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔

مولانا کو مولویانہ بحث و مباحثہ کی عادت نہیں ہے۔ ذہین و ذکی الحس آدمی ہیں۔ ان

Marfat.com

جھمیلوں میں پڑنا نہیں چاہتے۔ اگر اتفاق سے کہیں الجھنا پڑتا ہے تو ان کے بحرِ علم میں جوار بھاٹا آجاتا ہے۔ پھر حریف کو جب تک میدان سے نہ بھگا دیں، اس وقت تک چین نہیں پڑتا۔ لیکن الحمد للہ اب مدافعانہ انداز میں سنجیدہ قلمی مناظرہ کا سنگِ بنیاد رکھ چکے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کے ترجمۂ قرآن کا علمی تجزیہ اور مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ اور ان کے ناقد جیسی تحقیقی اور علمی کتابوں کی قدردانی کرتے ہوئے مستقبل کا مؤرخ انھیں امام المناظرین کے خطاب سے نوازے تو وہ حق بجانب ہوگا۔

یہ بھی سننے کے لائق ہے کہ مولانا کتابوں کے عاشق ہیں۔ بڑے ذوق وشوق اور انہماک سے اس طرح مطالعہ کرتے ہیں کہ ان کے ہاتھ میں سرخ پنسل یا قلم ضرور رہتا ہے ...... خواہ وہ کتاب ذاتی ہو یا مستعار ...... جو مقامات پسند آتے ہیں، ان پر سرخ پنسل سے نشان لگاتے جاتے ہیں اور کبھی حاشیہ پر کچھ لکھ بھی دیتے ہیں۔ جس سے بڑی افادیت ہوتی ہے۔

مولانا کا فطری ذوق و دلچسپی کسی انسانی تصنیف و تالیف سے نہیں، اللہ تعالیٰ کی کتابِ حکیم سے ہے۔ اسی کتابِ مقدس میں شب و روز غور و فکر ان کی زندگی کا حسین مشغلہ ہے۔ بلکہ یہی ان کی غذا ہے۔ اور یہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

مولانا نے شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کے الہامی ترجمہ " موضح قرآن " اور اس کے تفسیری فوائد کی جو علمی تحقیق و تدقیق کی ہے بقول حضرت الاستاذ مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیری مدظلہ :-

> " بلاشبہ یہ کارنامہ عہد مظلم کے سیکڑوں ریسرچ کرنے والے محققین کی تحقیقات پر بھاری ہے "

اور بقول مولانا ازہر شاہ صاحب :-

> " ہمیں افسوس اور حسرت ہے کہ ایسے علمی اور تحقیقی کاموں کی اس زمانہ میں کھپت نہیں۔ مولانا قاسمی کی یہ کتاب اپنی تحقیق کے لحاظ سے یقیناً اس قابل ہے کہ کسی صوبہ کی اردو اکیڈمی اسے درجۂ اوّل

Marfat.com

کی کتاب قرار دے کر اس پر مولانا کو انعام دے۔"

آپ قدیم دلی والا ہونے کی وجہ سے دلی کی صاف اور شگفتہ اردو بولتے اور لکھتے ہیں۔ تعلیم سے فراغت کے بعد دہلی کے مشہور واعظ ومقرر مولانا احمد سعید صاحب دہلوی کی خدمت میں ترجمہ قرآن پاک کی تربیت میں شرکت کی اور سحبان الہند مرحوم کی صحبت میں رہ کر آپ کی زبان میں دہلویت کا رنگ اور زیادہ پختہ ہو گیا۔

بقول حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ:۔

"دہلی کے مشہور شیوہ بیان مقرر سحبان الہند مولانا احمد سعید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے وعظ و بیان کی شیرینی اور دلکشی سے جو لوگ لطف اندوز ہوئے ہیں، وہ اس کی تصدیق کریں گے کہ مولانا اخلاق حسین صاحب اس میدان میں مرحوم سحبان الہند رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی یادگار ہیں۔ وہ ٹھیٹ دلی والے بھی ہیں اور مرحوم کی صحبت بھی انھیں حاصل رہی ہے۔"

تحریر میں آپ کی دہلوی زبان کا شاہکار "اخلاق رسول" کتاب ہے اور مولانا کی ریڈیائی تقاریر کا مجموعہ ..... اسلام کیا کہتا ہے؟ ..... کتاب ہے مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ العلمائے ہند کے تاثرات مولانا کی کتاب کے بارے میں یہ ہیں:۔

"یہ کتاب دلی کی ٹکسالی اردو اور کوثر وتسنیم سے دھلی ہوتی لال قلعہ کی شیریں اور حسین زبان کا بہترین نمونہ ہے۔"

رسول پاک، صاحب لولاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی سیرت پاک اور آپ کے اخلاق حسنہ کے موضوع پر مولانا کی تقریریں عوام وخواص میں بہت مقبول ہیں۔ آپ جب کبھی اس موضوع پر بولتے ہیں تو آپ وجدانی کیفیت کے ساتھ بولتے ہیں۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ اپنے آپے میں نہیں ہیں..... بلبل کی طرح چہکتے ہیں اور

Marfat.com

شاخِ گل کی طرح جھومتے اور لچکتے ہیں۔ موصوف کا ہفتہ واری خطاب جو مدرسہ حسین بخش جامع مسجد میں نمازِ جمعہ سے قبل ہوتا ہے، علمی، دینی اور اصلاحی مسائل پر نہایت بلند پایہ تحقیقی مواد پر مشتمل ہوتا ہے۔

اس خطاب سے مستفید ہونے کے لیے دور دراز سے علمی ذوق رکھنے والے حضرات اس خطاب میں شریک ہوتے ہیں۔ درحقیقت مولانا اخلاق حسین قاسمی اس تاریخی منبر و محراب کی زینت ہیں جو ۱۸۵۷ء کے انقلاب دارالعلوم دیوبند سے دس سال قبل ولی اللّٰہی تحریک کے اصلاحی مرکز کے طور پر وجود میں آیا تھا۔

اور جب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے ایک پیر و مولانا نوازش علی[1] رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے وعظ و خطاب پر جامع مسجد دہلی کے اندر کچھ اہل ہوا نے شور و غل مچایا تھا تو حاجی حسین بخش صاحب (پنجابی) نے اس "دارالہدےٰ والوعظ" کو تعمیر کرایا تھا۔

حاجی صاحب شاہی فیل خانہ کے سپلائر تھے اور مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اصلاحی مشن سے گہرا تعلق رکھتے تھے۔

اس مرکزِ اصلاح میں مولانا محمد حسین فقیر، مولانا کرامت اللہ خان صاحب، مولانا نور الحسن صاحب دیوبندی، مولانا عبدالشکور صاحب مہاجر مدنی اور مولانا احمد سعید صاحب دہلوی جیسے اہلِ علم خطاب کرتے رہے ہیں۔

مولانا دہلوی اپنے قلم کی سادگی اور شگفتگی اور اندازِ بیان کی دل کشی اور روح پرور ہی کی وجہ سے آل انڈیا ریڈیو کے مقبول ترین مقرر بھی ہیں۔ اور مولانا احمد سعید اور مولانا حفظ الرحمان کی دلی میں اب صرف وہی ایک مقرر اور واعظ نظر آتے ہیں جنہیں اسلاف دہلی کی آخری یادگار کہا جا سکتا ہے۔

میں نے منصب سے پہلے مولانا کی ایک جھلک اپنے وطن (جمیا بن بہار) کے

---

[1] شاگرد شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔

Marfat.com

ایک پُر ہجوم جلسے میں دیکھی۔ میں اس وقت ان تک نہ پہنچ سکا اور نہ گفتگو کی نوبت آئی —— دوسری مرتبہ آپ کی زیارت کا شرف اس وقت حاصل ہوا جب آپ دارالعلوم کے مہمان خانہ میں مقیم تھے۔ مفتی جمیل الرحمان صاحب نے ناچیز کا تعارف کرایا۔ اجنبیت دور ہونے میں چند لمحے بھی نہ لگے۔ بڑے تپاک اور محبت سے ملے جیسے برسوں کی آشنائی ہو۔ اس کے بعد آپ دیوبند تشریف لائیں اور ملاقات نہ ہو، شاید کبھی ایسا نہ ہوا۔

اور اب تو مولانا الحمدللہ ہمارے نگہبان "فرشتہ" ہو گئے ہیں۔ یعنی مہتمم جامعہ رحیمیہ —— جہاں تفسیرِ قرآن پڑھانے اور ولی اللّٰہی تحریک (اصلاحی جہاد) کا تعارف کرانے میں معروف ہیں۔

مولانا قاسمی کی فطری صلاحیتوں کے پیشِ نظر مولانا کے قدر دان اس بات سے خوش ہیں کہ موصوف اپنے آپ کو علمی اور قلمی سرگرمیوں کے لیے یکسو کر چکے ہیں۔

اگر موصوف سیاسی ہنگاموں سے کنارہ کش ہو کر نہ بیٹھتے تو قرآن حکیم کی اتنی بڑی خدمت کا موقع آپ کو میسر نہ آتا۔

مولانا قاسمی نے ہندوستان کے غریب مسلم عوام اور غیر مسلم حلقوں میں اسلامی تبلیغ و دعوت کے لیے "رحمت عالم کانفرنس" کے نام سے ایک ادارہ قائم کر رکھا ہے۔ جس کی طرف سے ہزاروں چھوٹے بڑے، اردو، ہندی اور انگلش پمفلٹ بلا قیمت تقسیم ہو چکے ہیں۔

مولانا نے ۱۹۴۷ء کے بعد مسلمانوں کے اندر بڑھتی ہوئی غربت اور مخالفین کی طرف سے اسلام اور ہادیٔ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وبارک وسلم اور مسلمان حکمرانوں کے خلاف توہین آمیز اور اشتعال انگیز پروپیگنڈہ کو دیکھ کر یہ تبلیغی ادارہ قائم کیا اور اصحابِ خیر مسلمانوں کے مالی تعاون سے ہزاروں کتابچے ملک کے اندر پھیلائے۔

Marfat.com

نامناسب ہوگا کہ مولانا کے تبلیغی اور تصنیفی کاموں کا تعارف کراتے ہوئے مولانا کے ان پاکستانی اور جماعتی احباب کا ذکر خیر نہ کیا جائے جن کی توجہ اور تعاون سے محاسن موضح قرآن جیسی اہم ضخیم کتاب آٹھ سو صفحات پر مشتمل نہایت اہتمام کے ساتھ شائع ہوئی۔ اور اب مستند موضح قرآن کا عظیم کام شروع کر دیا گیا ہے۔

یعنی مولانا محمد سعید الرحمٰن صاحب علویؒ اور ان کے مخلص احباب جو ولی اللّٰہی علوم قرآنی پر کیے گئے بے مثال کام کو زندۂ جاوید بنانے کی مخلصانہ کوششوں میں مصروف ہیں۔ فجزاہم اللّٰہ خیر الجزاء[۱]

عطاء الرحمان قاسمی (چمپارن بہار)

استاد فقہ و ادب جامعہ رحیمیہ۔ دلی

۲۱/مئی ۱۹۸۴ء

---

[۱] ۱۹۷۴ء سے ۱۹۸۴ء کی ابتداء تک مشہور دینی ہفت روزہ خدام الدین کے اڈیٹر رہے۔ آج کل ہفت روزہ چٹان اور روزنامہ امروز میں دینی و سیاسی کالم لکھتے ہیں۔ اس سے قبل روزنامہ جنگ راولپنڈی، روزنامہ مشرق لاہور، ماہنامہ الحق، اکوڑہ خٹک میں لکھتے رہے۔ امام غزالی کی کیمیائے سعادت کا ترجمہ کیا جس کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں جبکہ تعبیر الرؤیا لابن سیرین رحمۃ اللّٰہ تعالےٰ علیہ کا ترجمہ چھپ چکا ہے، قدوری کا ترجمہ چھپ رہا ہے۔ احیاء العلوم للغزالیؒ کی فہرست بڑی محنت سے تیار کی۔ آج کل مؤطا امام مالکؒ اور الجامع الکبیر للامام محمد حنفیؒ کا ترجمہ کر رہے ہیں جب کہ کئی اور علمی کام بھی ان کے موجود ہیں اور کچھ ہو رہے ہیں۔ اللّٰہ تعالےٰ عمر و صحت میں برکت دے۔

(فاروق ــــ سنی پبلیکیشنز)

Marfat.com

خاندان ولی اللّٰہی کا

مختصر تعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰى (الضحیٰ ۴)

"اے نبی! صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہ وسلم آپ کا بعد کا دور پچھلے دور سے بہتر رہے گا۔"

خداوندِعالم نے اس آیت پاک میں اپنے نبی محترم صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہ وسلم کو مخاطب کر کے اسلام اور ملتِ اسلامیہ کے بہتر مستقبل کی ضمانت دی ہے اور یہ اعلان فرمایا ہے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہ وسلم کی عظمت اور آپ کا لایا ہوا دینِ برحق ہمیشہ تابندہ اور پائندہ رہے گا۔ اور ہر آنے والا دور گزرے ہوئے دور سے بہتر اور شاندار ثابت ہوگا۔

تاریخ گواہ ہے کہ یہ وعدۂ ربانی پورا ہوا اور پورا ہو رہا ہے۔ اور قیامت تک پورا ہوتا رہے گا۔

ساتویں صدی ہجری (۱۲۵۸ء) میں مشہور مغل چنگیز خان نے اسلامی ممالک پر زبردست حملہ کیا اور مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر تاتاری فوج مشرق سے نکل کر تمام ایشیائی اسلامی ممالک پر مشرقی یورپ تک چھا گئی اور بغداد، دمشق، شام اور عراق وغیرہ تمام علاقوں پر قابض ہو گئی۔ لیکن اسلامی مرکزیت کے تباہ ہونے کے بعد خدائے ذوالجلال کی غیرتِ کبریائی جوش میں آئی اور اس نے مختلف مسلمان خاندانوں اور بہادر مسلم قوموں کو اسلامی حمیت کا جوش دلا کر

Marfat.com

کھڑا کر دیا۔

افریقہ کے اغالبہ نے زیادۃ اللہ اغلبی کی قیادت میں بحر روم کے مشہور جزیرہ، سائپرس (قبرص) کو فتح کیا۔ بہادر سلجوقیوں نے ایشیا کوچک کی عیسائی حکومت کو شکست دے کر اس پر قبضہ جما لیا۔ ایوبی خاندان کے بہادروں نے بیت المقدس اور شام سے عیسائی صلیبی طاقت کو بے دخل کیا۔

غزنوی اور غوری خاندانوں نے ہندوستان میں پرچم توحید لہرایا۔ پھر خلافت عباسیہ بغداد میں بے جان ہو کر سرزمین مصر میں زندہ ہوئی اور ایک غلام خاندان (ممالیک بحریہ) کے بہادر سپوتوں نے تاتاریوں کے خوفناک فتنہ کی سرکوبی کرنے میں غیر معمولی بلکہ غیبی حوصلہ اور جسارت کا ثبوت دیا اور ڈھائی سال تک مرکز اسلام کے مغربی دروازے کی پاسبانی کرتے رہے۔

(اسلام کا عروج و زوال ص ۱۲۰)

علمائے حق کی ہندوستان میں آمد

اسی پر آشوب دور میں مسلم ممالک کی ابتری اور تاتاری فتنہ کے غلبہ سے تنگ آکر بڑے بڑے روحانی مشائخ اور علماء نے ہندوستان کا رخ کیا اور یہ قدرت کی مصلحت تھی...... وہ زمین سچائی کی پیاس سے تڑپ رہی تھی جس کی خوشبو سے رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالے علیہ والہ واصحابہ وسلم کا دماغ معطر ہو گیا تھا اور آپ نے ہندوستان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا۔ مجھے اس طرف سے خوشبو آرہی ہے۔

میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے!

میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

(اقبالؒ)

اسی دور (ساتویں، اٹھویں صدی ہجری میں) سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالے عنہ،

Marfat.com

کے خاندان فاروقیؒ[1] کے چند چشم و چراغ ہندوستان آئے۔ یہ شاہ ولی اللہ کا فاروقی خاندان ہے آپ کے اجداد میں سب سے پہلے شیخ شمس الدین ہندوستان آئے، وہ صاحبِ علم و فضل تھے۔

ہندوستان کی مسلم حکومت نے انھیں قضا کا عہدہ پیش کیا۔ کئی پشتوں کے بعد شیخ محمود نے علم و تصوف کے ساتھ سپہ گری کا فن بھی اختیار کرلیا۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے دادا شیخ وجیہہ الدین نے راہِ حق میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ ان کے ہونہار صاحبزادے شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اپنے خاندان کا رخ پھر خالص علم و فضل کی طرف پھیر دیا۔ قدرت کی مصلحت یہی تھی۔ اب اس خاندان کو وہ کام کرنا تھا جس کے لیے قدرت انھیں ہندوستان میں لائی تھی۔ اور صدیوں سے اس خاندان کی پرورش، مجاہدانہ عزائم و اعمال اور روحانی اور علمی فضل و کمال کے ساتھ خدا تعالےٰ کی طرف سے کی جاتی رہی تھی۔

شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ علیہ (والد شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ) اپنے عہد کے ممتاز عالم، محدث، مفسر اور روحانی شیخ تھے۔ فتاوٰے عالمگیری کی ترتیب میں شاہ صاحب کا بھی حصہ تھا۔ عالمگیر آپ کی بہت عزت کرتا تھا۔ لیکن آپ کے زہد اور استغناء کا یہ حال تھا کہ دوسرے درباری علماء کی طرح آپ شہنشاہ سے بھی ملنے نہیں جاتے تھے۔ حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں ؎

نہیں مذکور شاہوں کا میاں کچھ اپنی محفل میں
اگر کچھ ذکر بھی آیا تو ابراہیم ادہمؒ کا

---

[1] شاہ صاحب باپ کی طرف سے فاروقی اور ماں کی طرف سے سید ہیں۔ وہ خود فرماتے ہیں "بحضرت عمرؓ شجرۂ ما می رسد و بحضرت علیؓ از جہت امہات نسل واصل می شود"

(انفاس العارفین صفحہ ۳۸)

مدرسہ رحیمیہ کا قیام

شاہ عبدالرحیم صاحب نے اسلامی علوم، قرآن، حدیث، تفسیر و فقہ کی تعلیم واشاعت کے لیے ایک مدرسہ اپنے مبارک نام سے منسوب کر کے قائم کیا۔ اور اس میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔

یہ مدرسہ چھتہ شیخ نرور[1] میں قائم کیا گیا جہاں یہ خاندان آباد تھا جو بعد میں مہندیان کے نام سے مشہور ہوا۔

اپنے والد کے بعد شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اسی مدرسہ میں قرآن و حدیث کا درس شروع کیا اور جب اس میں جگہ کی قلت ہوئی اور آپ کی علمی شہرت کی وجہ سے ہر طرف سے طلبہ کا ہجوم بڑھا تو آپ نے سلطان محمد شاہ کی درخواست پر مدرسہ شاہ عبدالعزیز کلاں محل دہلی میں تعلیم دینی شروع کی۔ یہاں محمد شاہ بادشاہ نے آپ کے لیے ایک شاندار دارالحدیث تعمیر کرایا جو انقلاب کی نذر ہو گیا۔ ختم بخاری شریف کے لیے آپ کبھی جامع فیروز شاہی کوٹلہ میں بھی تشریف لے جاتے تھے اور وہاں ختم بخاری شریف کا اجتماع ہوتا تھا[2]۔

اور یہ قدرت کا عجیب کرشمہ ہے کہ ۱۸۴۷ء کے انقلاب کے بعد مدرسہ رحیمیہ دوبارہ اپنی اصلی جگہ (مہندیان میر درد روڈ) واپس آگیا۔ اور یہ وہ دور تھا، جب بظاہر ملت اسلامیہ کے اسباب یاس و حرمان کا شکار تھے۔ اور بڑے بڑے دینی اور علمی ادارے انقلاب کی زد میں آچکے تھے۔......

اور یہ اس خاندان کی زندہ کرامت ہے۔

شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ۱۰۵۴ھ میں پیدا ہوئے اور فرخ سیر بادشاہ کے

---

[1] بعض قدیم تذکروں میں اسے قلعہ نرور بھی لکھا گیا ہے۔

[2] احوال المصنفین دیو بند صہ ۶۴

Marfat.com

عہد میں بعمر ۷۷ سال بروز چہار شنبہ ۱۲ صفر ۱۱۳۱ھ میں وفات پائی۔ آپ نے دو صاحبزادے چھوڑے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ علیہ اور شاہ اہل اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔

شاہ اہل اللہ صاحب اپنے علم وفضل میں اپنی خاندانی روایات کے مالک تھے۔ آپ نے اپنے والد کے مکتوبات کو انفاسِ رحیمیہ کے نام سے جمع کیا ہے۔ کتاب کے شروع میں شاہ اہل اللہ کے قلم سے اسلامی اخلاقیات پر ایک فاضلانہ مقدمہ ہے، جس سے آپ کی علمی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

گیارہویں صدی کے مجدّد

گیارہویں صدی ہجری میں عہدِ اکبری کے فتنوں کا مقابلہ جن تین بزرگوں نے کیا، ان میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ افغانستان سے ہندوستان تشریف لائے اور آپ کی توجہ نے شیخ عبدالحق صاحب محدّث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کو حجاز سے اپنی طرف کھینچا۔ اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کو سرہند سے بلا کر بیعت کیا۔ اور اس طرح ایک شیخ اور دو ان کے مرید مجددانہ اور مصلحانہ جدّ وجہد کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اور اس دور کے فتنہ کی سرکوبی کا شرف حاصل کیا۔

بارہویں صدی کے مجدّد

اور بارہویں صدی ہجری کا یہ مجدد گروہ ایک ہی جلیل القدر باپ کی اولاد تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اس جماعت کے امام بھی تھے اور باپ بھی۔

عالمگیر کے بعد ہندوستان کی مسلمان مغل سلطنت پر زوال آنا شروع ہو گیا۔ پھر عالمگیر کی اولاد اپنے اجداد کی سیاسی عظمت کو قائم نہ رکھ سکی۔

* * *

سیاسی زوال کے بعد قوموں پر تہذیبی زوال بھی آتا ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ عالمگیر کے وصال کے چار سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ نے علم وفضل کی منزلیں جلدی

ملے کر کے اصلاحی کام شروع کر دیا۔ آپ نے بھرپور کوشش کی کہ مسلم حکومت زوال سے محفوظ ہو جائے لیکن مغل خاندان پر زوال کا آنا لازم ہو چکا تھا، ان کی بداعمالیوں اور بداندیشیوں نے انھیں کنارے لگا دیا تھا۔

اب ضرورت تھی کہ مسلم قوم کو دینی اور تہذیبی زوال سے بچایا جائے، چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اور ان کے لائق ترین صاحبزادوں نے ہمہ جہتی کوشش شروع کر دی۔ اور یہ تاریخ کا عجوبہ ہے یا اسلام کی کرامت کہ مسلم سلطنت پر زوال آگیا مگر انگریز مدبر جیسی فاتح قوم مسلم تہذیب و ثقافت کو برباد کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ اور یہ کارنامہ ہے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ اور ان کی جماعت کا۔

شاہ ولی اللہ صاحب تفسیر و حدیث، فقہ و کلام اور تصوف و طریقت کے جامع تھے۔ ہر فن میں شاہ صاحب نے جو کتابیں چھوڑی ہیں، وہ آپ کی مجتہدانہ بصیرت کا شاہکار ہیں۔

تفسیر میں آپ کا فارسی ترجمہ " فتح الرحمٰن "، حدیث میں مؤطا امام مالک کی شرح " مصفٰے " حکمت دین میں " حجۃ اللہ البالغہ "، تصوف میں " فیوض الحرمین " " تفہیمات " " سطعات " اور تاریخ میں " ازالۃ الخفاء " آپ کی مشہور کتابیں ہیں۔

شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

آپ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ والد کے بعد آپ ہی نے اپنے بھائیوں کی تعلیم و تربیت فرمائی۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا جس وقت انتقال ہوا تو بڑے لڑکے (شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ) کی عمر صرف سترہ سال کی تھی۔

روایت ہے کہ وصال کے بعد بشری تقاضے سے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ کی کی زبان سے یہ جملہ نکل گیا ...... " الٰہی! میرے بچے بہت چھوٹے ہیں، ان کا کیا ہوگا؟ "

Marfat.com

پس حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم خواب میں تشریف لائے اور فرمایا۔

"ولی اللہ! (رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ) یہ بچے تیرے نہیں، ہمارے ہیں۔ پھر تو فکر کیوں کرتا ہے......؟"

قدرت کو جب تک خاندان ولی اللٰہی سے کام لینا مقصود تھا۔ یہ خاندان علم وفضل کا چراغ بنا رہا اور جب اس خاندان کا کام ختم ہوا تو پھر اس کے ساتھ ہی ولی اللٰہی نسل بھی ختم ہوگئی تاکہ خانوادہ ولی اللٰہی خاندانی زوال کے قدرتی اثرات کے داغ سے محفوظ رہے۔ چنانچہ اب صرف شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کی بیٹی کی اولاد (نواسوں) کا سلسلہ جاری ہے۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ نے اپنے والد کے اصلاحی کام سے عوام کو متعارف کرایا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کے علوم میں جس قدر گہرائی ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کے علوم اور طریقۂ افہام وتفہیم میں اتنی ہی سادگی اور عموم ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کی مشہور کتابیں، "تفسیر عزیزی" اور "فتاوٰے عزیزیہ" ہیں۔ آپ حدیث شریف کی تعلیم میں استاذالکل تھے۔ اور عوامی اصلاح کے لیے آپ کی مجالسِ وعظ کی مقبولیت کا وہی رنگ تھا جو مشائخِ سلف میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ بغدادی کی مجلسِ وعظ وارشاد کا مشہور ہے۔

شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ

شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کے صاحب زادوں میں شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ علوم عقلیہ، فلسفہ ومنطق کے امام تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ نے قرآن کریم کا لفظی ترجمہ کرکے کتابِ الٰہی کی مقدس زبان سے عوام وخاص کو قریب کیا۔

Marfat.com

شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ نے اردو تفسیرِ قرآن پر بھی کچھ لکھا ہے، جو نایاب کتابوں کے ذخیرہ میں ملتا ہے۔ آپ کا اصلی نام عبدالوہاب تھا، مگر رفیع الدین کے لقب سے آپ مشہور ہوئے۔

شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کے صاحب زادوں میں آپ کی شان نرالی تھی۔ شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی فرماتے تھے کہ شاہ صاحب کے صاحب زادوں میں "صاحبِ نسبت" بزرگ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالٰے تھے۔

شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالٰے نے مسجد اکبر آبادی بیگم (موجودہ چوراہا دریا گنج) میں بیٹھ کر حدیث و تفسیر کا درس دیا اور اردو میں بے نظیر بامحاورہ ترجمۂ قرآن فرمایا۔ سر سید مرحوم نے لکھا ہے کہ شاہ صاحب پر زہد و تقوٰے کا بڑا غلبہ تھا۔ آپ کو مسجد کے باہر اس وقت دیکھا گیا جب آپ کا مبارک جنازہ اپنے آبائی قبرستان، مہندیان لے جایا گیا۔

مشہور مجاہد اور شیخ حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ نے آپ سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔

شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ اور شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ

شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ تعالٰے کا جلد ہی وصال ہو گیا۔ مگر آپ نے اپنے بعد جو اقبال مند بچہ چھوڑا، وہ ہزار علمی یادگاروں پر بھاری ثابت ہوا۔

یہ شاہ محمد اسمعیل شہید رحمۃ اللہ تعالٰے ہیں۔

شاہ محمد اسمعیل شہیدؒ نے اپنے خاندان کی دونوں روایتوں کو زندہ رکھا اور علم و عمل اور ایثار و جہاد دونوں میدانوں میں فتح مندی حاصل کی۔

Marfat.com

ہندوپاک کے دینی مدرسے اور دینی ادارے

ہندوپاک کے وہ دینی مدرسے اور دینی ادارے جو ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد مسلمانان ہند کی دینی اور تہذیبی زندگی کی بقا اور نشأۃ ثانیہ کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں، وہ سب تحریک ولی اللٰہی کا ثمرہ اور اسی کی بازگشت ہیں

۵۷ء کے بعد ہندوستان کا خوفناک حادثہ "انقلاب ۱۸۵۷ء" ہے۔ اس انقلاب کے ہلا دینے والے حوادث سے مسلمانان ہند کو بچانے کے لیے جن علمائے حق نے جان کی بازی لگائی، وہ بھی جماعت ولی اللٰہی کے ارکان و خدام ہیں۔

استدراک

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے ایک لڑکے شاہ عبدالعزیز سے بڑے تھے جن کا نام میاں محمد صاحب تھا۔ چنانچہ سید محمد نعمان صاحب حسنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکتوب بنام شاہ ابوسعید حسنی رائے بریلوی قدس سرہٗ میں ہے کہ بوقت وفات فرزندان گرامی قدر میں سے میاں محمد صاحب، میاں عبدالعزیزؒ، میاں رفیع الدینؒ مدظلہم ...... حاضر تھے۔ (شاہ ولی اللہؒ کے سیاسی مکتوبات سے ملحقہ ضمیمہ نمبر ۲ صفحہ ۲۰۵ مطبوعہ دہلی جنوری ۱۹۶۹ء) اور مکتوبات کے ضمیمہ نمبر ۴ میں جو شجرہ دیا گیا ہے، اس میں شاہ صاحب کی کل اولاد چھ (۶) درج ہے جن میں سے ایک صاحبزادی امۃ العزیز صاحبہ پانچویں نمبر پر ہے جن کا نکاح شاہ محمد عاشق صاحب پھلتی مرحوم کے صاحبزادے سے ہوا۔ (دیکھیں تذکرۃ الرشید صفحہ ۳) اور باقی پانچ لڑکے ہیں جن میں جناب شاہ محمد رحمہ اللہ تعالیٰ لاولد ۱۲۰۸ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوئے، ان کا مزار جامع مسجد بڑھانہ میں ہے۔ (صفحہ ۲۱۴) اکثر تذکرہ نگار ان کا تذکرہ نہیں کرتے یا سرسری کرتے ہیں۔ اس لیے ان کے تفصیلی حالات میسر نہ آسکے۔ تاہم جو ممکن ہو سکا وہ پیش خدمت ہے۔ امید ہے کہ آئندہ کسی موقع پر اس ضمن میں کچھ مزید معلومات پیش کر سکیں گے۔

(علوی)

Marfat.com

ایک اجمالی نظر

ابھی حال ہی میں مولانا زید ابوالحسن صاحب فاروقی، مجددی مدظلہ، نے مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ دہلوی کی "تقویۃ الایمان" پر اعتراضات کیے ہیں اور اس پر ایک کتاب شائع کی ہے۔ اس بے موقع بحث کو نظر انداز کیا جا سکتا تھا۔ لیکن جس دور میں مسلمانوں کی نئی نسل کے لیے مولانا اسماعیل شہید اور ان کے سرفروش جانشینوں کا مجاہدانہ کردار قابلِ اتباع نظر آ رہا ہے اور اس دورِ بے حسی اور تعیش پرستی سے نکلنے کے لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے اکابر و اسلاف کی سرفروشی، جاں سپاری اور اسلام اور مسلمانوں کے لیے جہادِ حق کی تاریخ کے قریبی دور کا گہرا مطالعہ کریں۔ وہ دورِ جہاد جس کی تاریخ دلی سے لے کر بالاکوٹ، شمالی کے میدان، اور پھر ہندوستان کے گلی کوچوں، جیل خانوں اور عدالتوں کے در و دیوار پر کندہ ہے ؎

کھولی ہیں ذوقِ دید نے آنکھیں اگر تری
ہر رہ گذر میں نقشِ کفِ پائے یار دیکھ

یہی تاریخ ہمیں موجودہ دورِ بے حسی اور دورِ تعیش پرستی سے نجات دلانے میں مددگار ہو سکتی ہے۔

آج جو لوگ شاہ اسماعیل شہید کے اصلاحی جہاد کو بدنام اور بے اثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ بارہویں صدی ہجری کی یہ تحریک جہاد دراصل گیارہویں صدی ہجری کے جہادِ حق کی صدائے بازگشت تھی پہلی تحریک کے قائد حضرت مجدد صاحب تھے اور دوسری تحریک کے قائد شاہ ولی اللہ اور شاہ اسماعیل تھے۔

اس بنا پر ضروری اور لازمی ہوا کہ مولانا زید صاحب کی اس کتاب کا خالص علمی اور تاریخی تجزیہ کیا جائے۔

تفصیلی تجزیہ سے پہلے اس کا اجمالی مطالعہ کیجیے!

Marfat.com

(۱) مولانا شہید کے ناقد مولانا زید صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا شہید کا دور (بارہویں صدی ہجری کا پہلا نصف) ہندوستان جنت نشان کا دور تھا۔ (صفحہ نمبر ۱۶۱) اور ڈاکٹر محمد عمر صاحب، اپنی پانچ سو صفحات کی کتاب (ہندوستانی تہذیب کا اثر مسلمانوں پر) میں لکھتے ہیں کہ اس دور میں ہندوستانی مسلمان، مسلمان بادشاہ، مسلم امراء اور عوام مشرکانہ تہواروں، مشرکانہ رواجوں اور نفسانی تعیشات میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ دور مولانا زید صاحب کے نزدیک ہندوستان جنت نشان تھا۔ اور مولانا شہیدؒ اس دورِ ظلمت میں صدائے حق بلند کرنے کھڑے ہوئے۔

(۲) محترم ناقد لکھتے ہیں کہ مولانا محمد اسماعیل نے واعظی کا پیشہ اپنا لیا تھا۔ (صفحہ نمبر ۵۲) ۔لیکن پیشہ ور واعظ زمانہ کے ساتھ چلتا ہے اور مولانا شہید رحمہ اللہ تعالے نے زمانہ کی راحتوں کو ٹھکرا کر سرکاری مولویوں اور شاہی امراء کے ہاتھوں تکلیفیں اور اذیتیں برداشت کیں۔

تاریخ کی یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ ایک شیعہ مؤرخ (ڈاکٹر رضوی اور پروفیسر محمد مجیب) نے جو لغو اعتراضات گیارہویں صدی ہجری کے مجدد حضرت امام ربانی پر کیے، وہی مہمل اعتراضات، مولانا زید صاحب نے بارہویں صدی ہجری کے مجدد مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالے پر وارد کیے۔

اب اس عجیب یکسانیت کو ملاحظہ فرمائیے۔

(۳) مجدد صاحب کے نکتہ چیں کہتے ہیں کہ مجدد صاحب کی وجہ سے مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں بے اعتمادی اور نا اتفاقی پیدا ہوئی۔ (مجدد صاحب اور ان کے ناقد صفحہ نمبر ۱۴)

محترم ناقد، مولانا شہیدؒ کے خلاف لکھتے ہیں کہ ان کی کتاب سے مسلمانوں کی یک جہتی اور یک مذہبی ختم ہوئی۔ اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھر گیا۔ گھر گھر میں فساد برپا ہوا (صفحہ نمبر ۵۸)

Marfat.com

(۴) مجدد صاحب کے نکتہ چین کہتے ہیں کہ مجدد صاحب نے قومیت کا اور مجددیت کا دعوےٰ کرکے کورانہ توہم پرستی اور تعلیٰ وانا کا مظاہرہ کیا ہے (ایضاً صفحہ نمبر ۱۷۵)

زید صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا اسماعیل میں خود رائی تھی۔ (صفحہ نمبر ۵۳)

(۵) مجدد صاحب کے ناقد لکھتے ہیں کہ مجدد صاحب کی تحریکِ اصلاح میں "وہابیت" تھی (صفحہ ۱۷۵)

مولانا اسماعیل کے ناقد لکھتے ہیں کہ ان کی کتاب اور تحریکِ جہاد وہابی تحریک کی پیروی تھی۔ (صفحہ ۸۲)

(۶) مجدد صاحب کے ناقد اعتراض کرتے ہیں کہ انھوں نے ہمہ اوست کا نعرہ لگاکر اسلامی توحید کی توہین کی ہے۔

مولانا اسماعیلؒ کے ناقد کہتے ہیں کہ انھوں نے توحید کے غلبہ میں اولیاء اللہ کی توہین کی ہے۔ یَا حَسْرَتًا عَلَى الْعِبَادِ!

(۷) مجدد صاحب کا شیعہ ناقد کہتا ہے کہ عالمگیرؒ کے عہد میں مسلمانوں کی زندگی میں جو انتشار و اختلال رہا، وہ مجدد صاحب کے مسلک کی ناکامیابی کا ثبوت ہے۔

مولانا شہید کے ناقدِ محترم فرماتے ہیں کہ تیس سال کی مدت (عہدِ اسماعیل) میں صدہا سال کی تمام نعمت ہاتھ سے نکل گئی اور مسلمانوں کی نو سو سالہ حکومت ختم ہوگئی۔ (صفحہ نمبر ۱۴)

(۸) سکھوں کی ظالم حکومت کے خلاف بالاکوٹ کے میدان میں لڑتے ہوئے مولانا اسماعیل نے جامِ شہادت نوش فرمالیا۔ اس پر سکھ حکمران رنجیت سنگھ نے لاہور میں خوشی منائی اور شہر میں چراغاں کیا۔ اور انگریزوں نے اس جہاد کو وہابی تحریک کہہ کر بدنام کیا۔ تاکہ مسلمانوں کے اندر روحِ جہاد بیدار نہ ہو۔

مولانا شہید کے حاسدوں نے تحریکِ جہاد کی بعض معمولی کمزوریوں کو بے موقع نمایاں کرکے انگریزی پروپیگنڈہ کو تقویت پہنچائی۔

Marfat.com

ایک بدعتی شاعر نے شہادت پر طنز کرتے ہوئے کہا ؎

کلام اللہ کی صورت ہوا دل ان کا سیپارہ
نہ یاد آئی حدیث ان کو، نہ کوئی نقشِ قرآنی!

محترم ناقد صاحب کی یہ کتاب بھی بالاکوٹ، شاملی کے میدان اور جنگِ آزادی کے سرفروش مجاہدوں پر طنز کے سوا کچھ نہیں۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت، درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار، کوئی ہمیں ستائے کیوں؟
دیر نہیں، حرم نہیں، در نہیں، آستاں نہیں
بیٹھے ہیں رہ گذر پہ ہم کوئی ہمیں اٹھائے کیوں؟

اس اجمال کی تفصیل مع حوالہ جاتِ تاریخی آگے ملاحظہ فرمائیں۔

اخلاق حسین قاسمی دہلوی
ادارہ رحمتِ عالم لال کنواں
دہلی

Marfat.com

تاثرات حضرت مولانا نسیم احمد صاحب فریدی امروہہ (یو۔پی)

محقق و مفسر مولانا اخلاق حسین قاسمی کی کتاب مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اور ان کے ناقد دستیاب ہوکر باعثِ صد مسرت وانبساط ہوئی۔ اس کتاب کو پورا سن کر دم لیا۔ ماشاءاللہ خوب لکھی ہے۔ چند مضامین تو اتنے لاجواب ہیں کہ ان کی تعریف نہیں کی جاسکتی۔ محاسن موضوعِ قرآن کا مؤلف ہی ایسے مضامین دہلی کی شستہ زبان میں پیش کرسکتا ہے۔

میں برابر مولانا زید صاحب کی کتاب کے جواب کو سوچتا رہا۔ چند ماہ میں کوئی دن خالی نہ گیا ہوگا جس میں اس کے جواب کی فکر دامن گیر نہ رہی ہو۔ آپ نے ایک بہت بڑا بوجھ ہم ضعفا کے سر سے اتار دیا۔ آپ کی کتاب کی آمد سے پہلے مولانا نعمانی نے مجھے مطلع کیا تھا کہ مولانا اخلاق حسین قاسمی اس کا جواب لکھ رہے ہیں۔ آپ نے بروقت جواب دے کر بڑا کارنامہ انجام دیا ہے ـــــ جزاکم اللہ

اب میں ایک مضمون پر اکتفا کروں گا۔ جو مولانا زید صاحب کی کتاب پر ایک تبصرہ ہوگا۔

اس وقت شکریہ اور دعاؤں کے ساتھ اسی قدر گزارش پر اکتفا کرتا ہوں۔

امید ہے کہ مزاجِ گرامی بعافیت ہوگا۔

والسلام

نسیم اختر فریدی غفرلہٗ

۶/ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ

Marfat.com

تقویۃ الایمان

ایک

اصلاحی کتاب

کسی تحریک و تحریر کے حسن و قبح پر رائے قائم کرنے کے لیے ایک اصول پسند مصنف اور ناقد کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اس کے اصلی مقصد کو سامنے رکھے۔ تحریر و کتاب کے حقیقی مقصد کو نظر انداز کر کے فروعی اختلافات اور پیرایۂ بیان کو اہمیت دینا اصول پسندی کے سراسر خلاف ہے۔ مولانا محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالے کے بارے میں جو ناقد یہ تسلیم کرتا ہو کہ وہ ایک علمی اور روحانی خاندان کے چشم و چراغ تھے ..... اکابر ولی اللہی کی دعائیں ان کے ساتھ تھیں... وہ غیر معمولی علم و فضل اور سپاہیانہ جفاکشی کا کردار رکھتے تھے۔ چہاردہ مسائل اور دوسری (۹) تصنیفات کے ذریعے ان کا مستقل مسلک اس مصنف کے نزدیک قابل تسلیم و تعریف ہو۔ وہ ناقد یہ بھی تسلیم کرتا ہو کہ مولانا اسمٰعیل رحمہ اللہ تعالے باطل (سکھ اقتدار) کے خلاف جہاد کرتے ہوئے شہادت فی سبیل اللہ سے ہم کنار ہوتے ہیں۔

اور پھر تاریخ کی کھلی شہادت اس حقیقت پر موجود ہو کہ مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ تعالے نے بارھویں صدی ہجری کے نصف اوّل میں مسلم معاشرہ کے اندر پھیلی ہوئی اعتقادی اور عملی

Marfat.com

بے راہ روی۔ مشرکانہ رسوم، مشرکانہ تہوار..... بدعات وخرافات کے خلاف جو آواز بلند کی وہ مولانا شہید رحمہ اللہ تعالے اور ان کے متبعین کی جدّوجہد کی بدولت کامیاب ہوئی اور آج، مسلمانانِ ہند مدار صاحب اور سالار صاحب کی قبروں کا حج کرنے اور ہولی، دیوالی، اور جنم اسٹمی کے تہوار منانے کی ضلالت سے بڑی حد تک محفوظ نظر آرہے ہیں۔ اور اس اصلاحی جہاد کی کامیابی کا کریڈٹ اسی مردِ حق اور اس کی ہم خیال جماعت کو جاتا ہے۔

اس تسلیم شدہ صورتِ حال میں مولانا شہید رحمہ اللہ تعالے کی ایک چھوٹی سی کتاب تقویۃ الایمان کے فروعی اختلافی مسائل اور اس کے سخت لب ولہجہ کا سوال سامنے آتا ہے کہ اس کا پس منظر کیا ہے؟ اور ایسی کتاب عبقات کے مصنف اور چہاردہ مسائل کے مجیب کے قلم سے کیوں نکلی؟ بحث صرف اتنی ہی ہے۔

یہ سب باتیں مولانا زید صاحب نے اپنی کتاب "مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان" میں تسلیم کی ہیں..... اس سوال کا جواب تقویت الایمان کا مصنف خود بھی اپنے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہے جو یہ ہے۔

"میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہوگیا ہے۔ مثلاً ان امور کو جو شرکِ خفی تھے، شرک جلی لکھ دیا گیا ہے۔

گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائے گا"۔ (ص ۵۰-۵۳)

اس وضاحت میں اس مصلحت کا اظہار ہے کہ تقویت الایمان میں لب ولہجہ کی سختی اور اصلاحی مسائل میں تعبیر وتشریح کی شدت کیوں پیدا ہوئی؟

اس اظہارِ حقیقت میں مصنف تقویت الایمان کا یہ احساس جھلک رہا ہے کہ اس کتاب میں مصنف کے عام مذاق اور اس سے مختلف کوئی چیز پیدا ہوگئی ہے۔ سوال ان حرماں نصیبوں کا نہیں جو محض چند فروعی اختلافات کی وجہ سے مولانا شہید رحمہ اللہ تعالے اور ان کے رفقاء پر کفر والحاد کے تیر برسا رہے ہیں اور کوئی گندی سے گندی گالی ایسی نہیں جو اسی نوے برس کے اس عرصہ میں اس طبقہ کی طرف سے ان مظلوموں کو نہ دی گئی ہو۔

Marfat.com

سوال اس محترم مصنف کا ہے جو مذکورہ بالا حقائق کو تسلیم کرتا ہے اور پھر تقویۃ الایمان کے فروعی اختلاف اور شدت پیرایہ کی توجیہہ اس طرح کرتا ہے۔

(۱) " خاندان شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالٰی کے حالات پڑھنے اور سمجھنے سے یہ بات ظاہر ہوتی کہ مولانا اسماعیل رحمۃ اللہ تعالٰی نے واعظی کا پیشہ اپنا لیا تھا ۔۔۔۔ تقویت الایمان اسی دورِ واعظی کی تالیف ہے۔" (صفحہ ۵۳)

(۲) "میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تقویت الایمان لکھ کر مولانا اسماعیل رحمہ اللہ تعالٰی نے محمد ابن عبدالوہاب کی پیروی میں ابتدائی قدم اٹھایا ہے۔ اور آخری قدم آپ کی تحریک جہاد ہے۔" (ص ۸۲)

واعظی کا پیشہ

محترم ناقد صاحب دلی والے ہیں اور اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ کسی چیز کا پیشہ اپنانے والا، پیشہ ور کہلاتا ہے اور علم و ادب کی دنیا میں یہ لفظ نہایت قبیح ہے۔ گو صنعت کاروں کی دنیا کے لیے یہ لفظ معیوب نہیں۔ لیکن کسی شاعر اور ادیب کو پیشہ ور کہنا اس کی توہین ہے اور اس سے زیادہ معیوب بات ہے کہ تعلیم و تبلیغ اور روحانی تزکیہ و تربیت کی خدمت انجام دینے والوں کو پیشہ ور واعظ اور پیشہ ور صوفی یا پیشہ ور پیر کہا جاتے۔

اسی لیے یہ الفاظ موصوف ناقد مولانا اسمٰعیل صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے لیے جان بوجھ کر استعمال نہیں کر سکتے۔ جذبات کی روانی ان الفاظ کی تخلیق کا سبب ہو سکتی ہے۔

اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ موصوف نے چند سطروں کے بعد خود ہی اپنے الفاظ سے اس کی تردید فرما دی ہے۔ لکھتے ہیں:-

" واعظی میں دقتِ نظر اور نکتہ سنجی کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ عوام کو شیریں بیانی سے کسی کام کی طرف راغب کرنا ہوتا ہے۔" (ص ۵۳)

ناقد صاحب نے اپنی ان سطروں میں تضاد اور تخالف کو محسوس نہیں کیا، وہ توجیہہ کر

Marfat.com

رہے ہیں تقویت الایمان کی شدتِ سختی کی اور بطور دلیل پیش کر رہے ہیں دور واعظی کو۔ کہ جس میں شیریں بیانی ہوتی ہے، واعظ شیریں بیان ہوتا ہے تو مولانا اسماعیل رحمہ اللہ تعالےٰ کی زبان اس دور کی تالیف میں اس قدر سخت اور دل خراش کیسے واقع ہوئی؟

افسوس ناقد صاحب جیسے فاضل اور خاندانِ ولی اللّٰہی کی عظمت کے معترف کی قلم سے مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کے بارے میں ایسی غیر سنجیدہ بات نکل گئی اور اس سے مولانا شہید مظلوم رحمہ اللہ تعالےٰ کو صبح و شام گالیاں دینے والے بدبختوں کے لیے اپنی عاقبت خراب کرنے کا مزید سامان فراہم ہوگیا۔

اصلاحی کتاب

صحیح جواب اس سوال کا یہ ہے کہ تقویت الایمان ایک اصلاحی کتاب ہے، تنقیدی کتاب ہے، ایک "مصلح" بدعات اور منکرات کی بڑھتی ہوئی یلغار پر بھرپور حملہ کر کے اسے موڑنا اور ختم کرنا چاہتا ہے۔ وہ عیش پرستی، قبر پرستی اور توہم پرستی کے پکے ہوئے پھوڑوں پر تیز و تند تنقیدی نشتر مار مار کر مریض کو جلد صحت یاب کرنے کے لیے بے تاب نظر آتا ہے۔

مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کی یہ اصلاحی کتاب صورِ اسرافیل کی صدائے رعد آسا ہے جو سوتوں کو نیند سے بیدار کرنے کے لیے بلند ہوئی۔

غالب نے کہا ؎

لکھتا ہوں اسدؔ سوزشِ دل سے سخن گرم
تا رکھ نہ سکے کوئی میرے حرف پہ انگشت

حضرت شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کی دوسری علمی کتابیں اور دینی کتابیں بھی موجود ہیں۔ اور ان کا ٹھنڈا اور پرسکون لب و لہجہ بھی دنیا کے سامنے ہے۔ قیومیت کے مسئلہ میں حضرت مجدد رحمہ اللہ تعالےٰ کے تصور کی تائید میں مولانا زید صاحب نے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ کی تحقیقات کے حوالہ سے سہارا لیا ہے اور مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ کے معترضین کے جواب میں مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کو سامنے کھڑا کیا ہے۔ . . لیکن

Marfat.com

تقویت الایمان کے لب ولہجہ پر ایسی برہمی اور برگشتگی دکھائی ہے کہ نہ علمی وادبی ضابطوں اور روحانی رابطوں کا خیال رکھا ہے۔ اور نہ خاندانِ ولی اللٰہی سے عقیدت رکھنے والوں کی دل آزاری کا خیال فرمایا ہے۔

مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کی تحریر وتقریر کی تو یہ شان ہے بقول غالب ....ؔ

رزم کی داستان گر سنیے — ہے زباں میری تیغ جوہر دار
بزم کا التزام گر کیجے! — ہے قلم میرا گوہر بار

Marfat.com

شاہ شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کی علمی اور مجاہدانہ شخصیت

شاہ شہید رحمہ اللہ تعالےٰ نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا اور پندرہ، سولہ سال کی عمر تک حدیث وتفسیر، فقہ اور منطق وفلسفہ کے علوم کی تحصیل سے فارغ ہو گئے ۔۔۔ حدیث حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ سے اور درمیانی کتابیں شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ سے پڑھیں۔ پھر اپنے بزرگوں کی روایات کے مطابق درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ فنون سپاہ گری کی طرف متوجہ ہوئے ۔۔۔۔ میاں رحیم بخش چابک سوار سے گھوڑے کی سواری سیکھی ۔۔۔۔ مرزا رحمت اللہ بیگ سے بنوٹ اور تلوار بازی کی مشق فرمائی۔ پھر پیراکی سیکھنے کی طرف متوجہ ہوئے اور تین سال تک پانی سے لڑتے رہے۔ اور اس فن میں کمال حاصل کر لیا ۔۔۔۔ اس اثناء میں طلبہ اسباق پڑھنے کے لیے دریا کے کنارے آجاتے تھے اور آپ پانی میں کھڑے انہیں سبق پڑھاتے تھے۔

پھر بھاگنے اور دوڑ لگانے کی مشق کی۔ آپ ایک سانس میں پانچ پانچ میل دوڑ لگاتے تھے اور پھر درخت کے اوپر چڑھ جاتے تھے۔ پھر جامع مسجد اور فتح پوری کے تپتے ہوئے فرش پر گھنٹوں ننگے پاؤں پھرنے کی مشق کی ۔۔۔۔ راتوں کو جاگنے کی عادت ڈالنی شروع کی تو آٹھ آٹھ دن مسلسل جاگتے رہتے اور پھر اپنے اوپر اتنا قابو پا لیا کہ جب چاہتے سو جاتے اور جب چاہے جاگ پڑتے پھر اسی ہنگامی زندگی میں مختلف علوم پر (۹) اہم کتابیں تصنیف فرمائیں۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ ان کے دونوں بزرگ چچاؤں کو اس قدر

Marfat.com

محبت تھی کہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے بھتیجے شاہ اسمٰعیل صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور اپنے نواسے شاہ اسحٰق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، دونوں کے سر پر اپنے ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ	خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے
وَھَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ	مجھے بڑھاپے میں اسماعیلؑ اور
اِسْمَاعِیْلَ وَاِسْحَاقَ	اسحٰقؑ عطا فرماتے۔

(ابراہیم، ۳۹)

یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہے۔

شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جو اپنے خاندان میں نہایت درویش صفت بزرگ تھے اور آپ کی فراستِ ایمانی مشہور تھی، اپنے بھتیجے شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ سے بے حد محبت کرتے تھے اور آپ نے اپنی نواسی امّ کلثوم کا شاہ اسماعیل صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے عقد کروا دیا تھا۔ (ص ۴۵)

اگر مولانا اسمٰعیل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مستقبل اتنا تاریک تھا، جتنا کہ ان کے مخالفین بیان کرتے ہیں تو ایک صاحبِ فراست چچا کا ان سے محبت کرنا، ان کی فراستِ ایمانی پر دھبّہ قرار پاتا ہے۔

شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایمانی بصیرت کا یہ حال تھا کہ اگر رمضان کا مہینہ تیس تاریخ کا ہونے والا ہوتا تو آپ پہلی تراویح میں ایک پارہ پڑھتے تھے اور اگر ۲۹ کا ہونے والا ہوتا، تو آپ سوا پارہ پڑھتے ..... آپ کے بڑے بھائی شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے بھائی کے اسی عمل سے اندازہ لگاتے تھے کہ یہ رمضان ۳۰ کا ہوگا یا ۲۹ کا۔

آپ کو اگر کوئی شیعہ السلام علیکم کہتا تو آپ اس کے جواب میں صرف وعلیکم کہتے اور اگر سنی مسلمان سلام کرتا تو اسے پورا جواب دیتے۔ وعلیکم السلام

شیعہ لوگ آپ کی فراست اور کشف کا امتحان لینے کی غرض سے آپ کے پاس

Marfat.com

تے اور سلام کرتے۔

شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ کی محبت اور قلبی لگاؤ اس امر کی دلیل تھا کہ یہ جوان سعادت مند ہے۔

اصلاحی جدّوجہد کا آغاز

مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ نے بدعات ومنکرات کے خلاف اصلاحی تقریروں کا آغاز جامع مسجد سے کیا۔ آپ کی پہلی معرکۃ الآرا تقریر کا عنوان یہ آیت پاک تھی۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ	قسم تمہارے پروردگار کی اے نبی!
حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ	(صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہ وسلم)
بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا	وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب
فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا	تک آپس کے اختلافات میں تمہارا
مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا	فیصلہ تسلیم نہ کریں اور پھر ان کے دل
تَسْلِيْمًا ۝ (النساء-۶۵)	میں تمہارے فیصلے سے کوئی تنگی نہ ہو۔

اور پوری طرح تسلیم وتصدیق کا راستہ اختیار کریں۔

ایک بے مثال شعلہ بار مقرر نے اس جامع ترین آیت پر غیر اسلامی رسم ورواج کے خلاف کتنی اثر انگیز تقریر کی ہوگی؟

مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کے وعظ وموعظت کا اتنا اثر ہوتا تھا کہ سامعین زاروقطار رونے لگتے تھے اور اسی مجلس میں توبہ تا اللہ کر کے مولانا رحمہ اللہ تعالےٰ کے جاں نثاروں میں شامل ہوجاتے تھے۔

ایک دفعہ مولانا رحمہ اللہ تعالےٰ جامع مسجد کی سیڑھیوں پر تقریر فرما رہے تھے کہ ایک ہیجڑا مجمع میں کھڑے ہو کر آپ کا وعظ سننے لگا۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اس پر رقت طاری ہوگئی اور اس نے اپنے زنانہ کپڑے پھاڑ دیے اور ہتھیلیوں سے مہندی کا رنگ چھڑانے کے لیے انہیں پتھر پر رگڑنے لگا۔ پھر وعظ کے بعد حاضر خدمت ہو کر توبہ

Marfat.com

کی اور آپ کے رفقاء میں شامل ہو کر مجاہدین کے ساتھ میدانِ جہاد میں شہادت فی سبیل اللہ سے سرفراز ہوا۔

ایک روز شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ کے مدرسہ (کلاں محل) کے دروازہ پر کھڑے تھے کہ سامنے سے کچھ عورتیں بناؤ سنگھار کے ساتھ گزریں..... ان کی بے شرمی پر آپ کو غصہ آگیا اور پوچھا یہ کون ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ دلی کی مشہور طوائفیں ہیں، فلاں طوائف کے ہاں کوئی تقریب ہے، وہاں شرکت کریں گی۔

فرمایا "کیا یہ مسلمان نہیں ہیں؟ اور اگر ہیں تو ان کو تبلیغ کرنا ضروری ہے ورنہ قیامت کے دن ہم سے باز پرس ہوگی کہ تم نے انھیں سمجھایا کیوں نہیں؟"

لوگوں نے کہا آپ ان کے پیچھے نہ پڑیں، یہ آبرو باختہ عورتیں آپ پر کوئی الزام لگا دیں گی۔ فرمایا "خدا کی راہ میں جو تکلیف پہنچے گی، وہ سعادت ہوگی"۔

مغرب کے بعد مولانا فقیرانہ لباس پہن کر اس طوائف کے کوٹھے پر چلے گئے۔ فقیر سمجھ کر صاحبِ خانہ نے اجازت دے دی۔ آپ نے کھڑے ہو کر ایسے دلدوز طریقہ پر وعظ فرمایا کہ تمام عورتیں زار و قطار رونے لگیں۔ اور ان میں سے ایک موتی نام کی طوائف نے اسی وقت توبہ کی اور آپ کے رفقائے جہاد میں شامل ہوگئی۔ یہ خاتون، مجاہدین کے گھوڑوں کے لیے دلنا دلا کرتی تھیں۔

کہاں وہ نرم و نازک زندگی اور کہاں یہ جفاکشی اور فقر و فاقہ کی حالت۔

سیہ کار تھے با صفا ہو گئے
ترے عشق میں کیا سے کیا ہو گئے

اکبر شاہ ثانی کے سامنے قلعۂ معلےٰ کے اندر فرضی تبرکات کے خلاف تقریر کی تو بادشاہ اور اس کے مصاحب رونے لگے۔ اکبر کے ہاتھوں میں سونے کے کڑے تھے اور شاہزادہ کی ڈاڑھی منڈی ہوئی تھی۔ آپ نے اس پر نکتہ چینی کی۔ بادشاہ نے اسی وقت کڑے اتار دیے۔ اور شاہزادے نے توبہ کی۔ کیا اثر تھا اس مردِ حق کی زبان میں۔ زبان کا اثر دل کے درد سے پیدا ہوتا ہے۔

Marfat.com

یہ دل کا درد اس مجاہد کو عشقِ نبوی صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہ وسلم سے حاصل ہو رہا تھا۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ (الکہف ۶) شاید اے نبی (صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہ وسلم) تم اپنے آپ کو ان کی گمراہی کے غم میں ہلاک کر دو گے۔

شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:۔

"کہیں تو گھونٹ ڈالے گا اپنی جان ان کے پیچھے"

نبی و رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہ وسلم کے دل کی یہ کیفیت، گناہوں کی یہ تڑپ اور بے قراری جن خوش بختوں کو نصیب ہوتی ہے، ان کا یہی حال ہوتا ہے جو مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقریروں میں نظر آتا ہے۔

غالب کہتے ہیں:۔

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالبؔ
کہ لگائے نہ لگے، اور بجھائے نہ بجھے

عشق کی یہ آگ اور عشق ربانی کی یہ آتش شاہ شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کو شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ورثہ میں ملی تھی...... اور عشق کی یہی چنگاریاں تھیں جو تقویت الایمان کے صفحات پر بھڑکتی ہوئی نظر آتی ہیں...... اس سے اور آگے بڑھ جاؤ تو شاہ شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کا یہ جلال، جلال فاروقی کا اثر تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ ددھیال سے فاروقی اور ننھیال سے سید تھے۔

مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کے اس دینی سوز و گداز کو وہابی تحریک کا فیض قرار دینا بدذوقی کی دلیل ہے۔ اور تعصب سے سوا کچھ نہیں۔ شہیدِ حق کے جذبۂ بے قراری اور مستیٔ عشق کو عافیت نشین کیا سمجھ سکتے ہیں:۔

شبِ تاریک و بیم موج و گردابِ چنیں حائل
کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحل ہا

قرآن کریم میں نہی عن المنکر کے لیے سختی کرنے کا حکم!

قرآن کریم نے دعوتِ عام کے لیے خطاب میں نرمی اور نرم گفتاری کا حکم دیا ہے۔

فقولا لہ قولاً لیناً
اے موسٰے اور ہارون! (علیہم السلام) فرعون کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرنا۔

لیکن اسلام کا دعوٰے کرنے والے نفاق پسند فسادیوں کے ساتھ سختی سے پیش آنے کی تلقین کی گئی ہے۔

یا ایہا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم (التوبہ ۷۳)
اے نبی! صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم! تم کافروں اور منافقوں کے ساتھ جہاد کرو اور سختی سے پیش آؤ۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ کفار کے ساتھ تلوار سے جہاد کرو اور سختی سے پیش آؤ۔ اور منافقین کے ساتھ بالانتہار والمقت، ڈانٹ کر اور ناراض ہو کر۔ تفسیر مدارک میں ہے۔

وکل من وقف منہ علی فساد العقیدہ ۔فھذا الحکم ثابت فیہ یجاھد بالحجۃ وتستعمل معہ الغلظۃ ما امکن فیہا (جلالین ص۱۶۳)
یعنی جو شخص فاسد عقیدہ پر قائم ہو اس کے لیے یہی حکم ہے۔ اس کے ساتھ دلیل سے جہاد کیا جائے اور جس قدر ممکن ہو سختی کی جائے۔

حضرت شاہ شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کا اہل بدعت و شرک کے ساتھ سختی اور تندخوئی کا برتاؤ اسی قرآنی ہدایت پر مبنی تھا۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ نے واغلظ علیہم کا ترجمہ "تندخوئی کر" کیا ہے۔

Marfat.com

مسلم معاشرہ کی اخلاقی پستی

تقویت الایمان کی تالیف کا ماحول

مولانا زید صاحب نے اس کتاب کی تالیف میں تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ کی (۷۵) کتابوں کو سامنے رکھا ہے۔ لیکن ان کتابوں میں ایک کتاب بھی ایسی نہیں جو مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کے دورِ تبلیغ کے ماحول پر روشنی ڈالتی اور اس وقت مسلم معاشرہ کی مذہبی اور اخلاقی پستی جس منزل پر پہنچی ہوئی تھی، اسے پیش کرتی۔

تاریخ کا ایک طالب علم کسی تحریک و تحریر کے بارے میں اس وقت صحیح اور غیر جانبدارانہ رائے قائم کر سکتا ہے جب اس کے سامنے اس تحریک کا پس منظر بھی ہو۔

محترم مولانا نے اس سلسلہ میں اپنے والد محترم مولانا شاہ ابوالخیر صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"اس وقت کے مسلمانوں کے اعمال میں کمزوریاں تھیں لیکن آخرت پر ایمان اور یقینِ کامل میں بہت پختہ اور بڑے ثابت قدم تھے۔ (صفحہ ۶۸)

جناب ناقد صاحب نے اس قول کی روشنی میں اس عہد کے مسلمانوں کی عملی کمزوریوں اور غلبۂ جہالت کی تفصیلات کا مطالعہ کر لیا ہوتا اور کتاب کے ناظرین کے سامنے پیش کر دیا جاتا تو قارئین کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتے۔ لیکن مولانا نے ان اشارات کو کافی سمجھا اور حقیقتِ حال ناظرین سے پوشیدہ رہی۔

آئیے ہم اس عہد کے حالات کا تفصیلی مطالعہ کریں۔ مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کا دور

Marfat.com

اٹھارویں صدی عیسوی اور بارہویں صدی ہجری کا پہلا نصف ہے۔

یہ وہ دور ہے جب عالمگیر کی وفات کے بعد مغل سلطنت زوال اور انحطاط کا شکار ہو چکی تھی۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اس عہد کے حالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور لکھا ہے کہ یہ دور مسلمانان ہند کی مذہبی اور اخلاقی گراوٹ کا بدترین دور تھا اور مسلمانوں کے سماجی نظام کا ڈھانچہ بگڑ رہا تھا۔

اس کی تفصیلات کے لیے ہمیں ڈاکٹر محمد عمر صاحب ریڈر شعبہ تاریخ مسلم یونی ورسٹی علی گڈھ کی وہ مستند کتاب دیکھنی ہوگی جس میں موصوف نے تاریخی حوالوں سے یہ بتایا ہے کہ اس عہد کے مسلمانوں پر ہندوستانی تہذیب کا کیا اثر پڑا؟

(۵۲۷) صفحات کی یہ کتاب مسلم معاشرہ کے ہر پہلو پر روشنی ڈالتی ہے۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ چند پہلو پیش کیے جا رہے ہیں۔ تاریخ کہتی ہے کہ اکبر اور جہانگیر کے عہد میں مغل حکمرانوں میں ہولی، دیوالی، جنم اسٹمی اور دوسرے مشرکانہ تہوار بڑی دھوم دھام سے منائے جاتے تھے۔ عالمگیر نے ان پر پابندی لگائی لیکن اس کے بعد پھر وہی حالات واپس آ گئے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالے نے اپنے ایک مکتوب (جلد ۲ نمبر ۴۱) میں لکھا ہے کہ مسلمان عورتیں ہولی کے دنوں میں اپنی بیٹیوں اور بہنوں کے گھر رنگ کے مٹکے اور لال رنگ سے رنگے ہوتے چاول بھیجا کرتی تھیں (ص ۱۶۸) اور چند متقی مسلمانوں کے سوا سب ہی مسلمان دل کھول کر ہولی کھیلا کرتے تھے۔

شاہ عالم ثانی کے زمانہ میں قلعہ کے اندر ہولی پر چراغاں ہوتا تھا اور سرسوتی دیوی کی پوجا ہوتی تھی۔

دیوالی

دیوالی کے موقع پر دوسرے دن گوبردھن کی پوجا ہوتی تھی اور شاہ عالم نے اس پر اشعار کہے ہیں۔

Marfat.com

دسہرہ

دسہرہ کا جشن قلعہ کے اندر بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا تھا اور اکبر شاہ ثانی اور بہادر شاہ ظفر کے سامنے ایک نیل کنٹھ چھوڑا جاتا تھا۔ امراء اور عام مسلمان اس رسم کو دیکھنے شہر سے باہر جایا کرتے تھے۔

بسنت

پندرہ دن تک دہلی کے اندر مختلف مزارات پر بسنت کے میلے ہوتے تھے جن کا اہتمام شہر کے رؤسا کی طرف سے کیا جاتا تھا۔ حیاتِ جاوید میں مولانا حالی رحمۃ اللہ تعالٰی نے لکھا ہے کہ سرسیّد کے نانا خواجہ فرید چونسٹھ کھمبے دلی کی بسنت کا انتظام کرتے تھے۔

درگاہ قلی خاں نے لکھا ہے کہ بسنت کے مہینہ کی پہلی تاریخ کو دلی کے مسلمان درگاہ قدم شریف میں جمع ہوتے[1]۔ راستہ میں حضرت چراغ دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی کے مزار پر چراغاں کرتے اور تیسرے دن حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ تعالٰی کے مزار پر جمع ہوتے۔ اور ان میلوں میں قوالیاں اور مجرے دونوں کام ہوتے۔ چوتھے دن حضرت سید حسن رسول نما رحمۃ اللہ تعالٰی کے مزار پر اور پانچویں دن حضرت شاہ ترکمان بیابانی رحمۃ اللہ تعالٰی کے مزار پر اور چھٹے دن قلعہ میں۔

سلونو

جسے راکھی بندھن کا تہوار کہتے ہیں۔ یہ تہوار بھی قلعۂ معلّے کے اندر اور مسلمان عوام میں منایا جاتا تھا۔ اکبر شاہ ثانی اور بہادر شاہ ظفر اس تہوار پر شاہی جلوس کی قیادت کرتے تھے اور یہ جلوس قلعہ سے حضرت قطب صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی کی درگاہ تک جاتا تھا۔

---

[1] اور رنگ رلیاں مناتے تھے۔ دوسری تاریخ کو قطب صاحبؒ کی درگاہ پر جمع ہوتے۔

Marfat.com

جنم اسٹمی

اس تہوار کو بھی مسلمان مناتے تھے۔ مرزا قتیل کا بیان ہے کہ بعض مسلمان کنس کا مجسمہ بنا کر اس کا پیٹ چاک کرتے تھے اور اس کے پیٹ کے اندر پہلے سے بھرے ہوتے شہد کو اس کا خون سمجھ کر پیتے تھے۔

ستیلا دیوی کی پوجا

حضرت مرزا مظہر جان جاناں نے لکھا ہے کہ چیچک نکلنے کے زمانہ میں مسلمان عورتیں عام طور شرک میں مبتلا ہوتی ہیں۔ مرزا صاحب کا اشارہ ستیلا دیوی کی پوجا کی طرف ہے جو ہندو معاشرہ میں عام ہے۔

سیدہ کی کہانی

جس طرح ہندؤں میں خوشی کے موقع پر "ستّ نرائن" کی کتھا کی جاتی تھی۔ اسی طرح مسلمانوں میں منت کے طور پر سیدہ کی کہانی سنائی جاتی تھی۔ اور دونوں قصّوں کے بعض حصّے ایک دوسرے سے مشابہ تھے۔

قبر پرستی

بزرگوں کے مزارات پر جو مشرکانہ رسمیں ادا کی جاتی تھیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ کی وصیت کے ان چند لفظوں سے ان کی قباحت کا اندازہ لگائیے فرماتے ہیں

"تم مدار صاحب اور سالار صاحب کی قبروں کا حج کرتے ہو اور یہ تمہارے بدترین افعال ہیں" (وصیت نامہ)

مسجدیں ویران اور مزارات پر رونق

مؤرخ لکھتا ہے کہ اس دور میں مساجد ویران نظر آتی تھیں اور مزارات پر رونق تھی۔ یہاں

Marfat.com

تک کہ جامع مسجد دلی کے حوض پر ہندوؤں اور مسلمانوں کی دکانیں لگتی تھیں۔ ان دکانوں کو مولانا شہید رحمہ اللہ تعالے نے ہٹوایا۔ بادشاہ دلی کو اس طرف توجہ دلائی اور اس عظیم مسجد کی بے حرمتی پر شدید احتجاج کیا۔

جامع مسجد میں تصویریں

جامع مسجد کے اندر موئے مبارک کے ساتھ بزرگوں کی تصویروں کی زیارت کرائی جاتی تھی مرزا مظہر جان جاناں کے ایک مہمان سید اسمٰعیل مدنی مدینہ منورہ سے ہندوستان آئے اور جامع مسجد میں آثار شریف کی زیارت کے لیے گئے۔ واپسی میں انھوں نے مرزا صاحب کو بتایا کہ آثار شریف کے ساتھ بعض بزرگوں کی تصویریں بھی رکھی ہوئی ہیں۔

مرزا صاحب نے شاہ عالم ثانی کو اس کی شکایت لکھی اور اس وقت وہ تصویریں وہاں سے ہٹوائی گئیں۔

قلعہ معلیٰ کی تہذیب کا زور اور شاہ صاحب کے ہاں اس کے اثرات

شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالے کے گھر میں شاہی آداب کے مطابق سلام کیا جاتا تھا۔ کہا جاتا تھا۔ رفیع الدین سلام عرض کرتا ہے، عبدالقادر تسلیمات عرض کرتا ہے۔ سید احمد صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالے جب شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالے سے ملنے آئے تو انھوں نے مسنون طریقہ پر "السلام علیکم" کہا۔ شاہ صاحب کو بہت پسند آیا اور حکم دیا کہ آئندہ سے سنت کے مطابق ہی "السلام علیکم" کہا جاتے۔

فروعی مسائل میں تشدد

فروعی مسائل..... آمین، رفع یدین اور فاتحہ خلف الامام میں اس قدر تشدد اور غلو پیدا ہو گیا تھا کہ آمین بالجہر اور رفع یدین کرنے والے کو مسجد سے نکال دیا کرتے تھے اور سب مسجدوں پر پتھر لگا دیے گئے تھے کہ یہ مسجد فلاں کی ہے اور یہ فلاں کی۔

Marfat.com

ہندوستان جنت نشان

مولانا زید صاحب قبلہ نے اس ہندوستان کو جنت نشان فرمایا ہے۔ صفحہ ۶۱ پر تقویت الایمان کی ایک آیت کے ترجمے کے سلسلے میں اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اور ہندوستان جنت نشان دار الزلازل والفتن بنا"

ان تمام رسومات کفر وشرک کے باوجود ہندوستان جنت نشان تھا۔

مولانا اسمٰعیل رحمہ اللہ تعالے نے اس جنت نشان کو زلزلوں اور فتنوں والا ملک بنا دیا۔ ع

عقل ز حیرت بسوخت کہ ایں چہ بوالعجبی است

گیارہویں صدی کے مجدد

گیارہویں صدی ہجری میں ہندوستانی مسلمانوں پر صرف مذہبی زوال آیا۔ سیاسی اعتبار سے مغل حکومت نہایت مضبوط تھی۔ اس صدی میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالے اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالے کی اصلاحی جدوجہد کامیاب ہوئی اور اکبر اور جہانگیر کے بعد شاہ جہاں اور عالمگیر جیسے دین دار حکمران سامنے آئے اور عالمگیر نے تمام مشرکانہ رواجوں اور تعیش پرستی کے مشاغل کو قلعے سے باہر نکال دیا اور انھیں ممنوع قرار دیا۔

بارہویں صدی میں ہمہ جہتی زوال

عالمگیر کے بعد ہندوستانی مسلمانوں پر ہمہ جہتی زوال آیا۔ سیاسی زوال بھی اور مذہبی اور اخلاقی زوال بھی۔ اس زوال کو رد کرنے کے لیے قدرت نے خاندان ولی اللّٰہی کو کھڑا کیا۔

اس دور میں حضرت خواجہ میر درد رحمہ اللہ تعالے، مرزا مظہر جان رحمہ اللہ تعالے اور اور شاہ فخر الدین چشتی اورنگ آبادی رحمہ اللہ تعالے جیسے صوفیائے حق بھی موجود تھے۔ مگر مجددانہ انداز سے مسلمانوں کو جس ہستی نے انقلابی پیغام دیا، وہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالے تھے۔ پھر اس پیغام کو عوام میں پہنچانے والے ان کے صاحبزادگان تھے لیکن یہ پیغام تصنیف وتالیف

Marfat.com

درس و تدریس اور اخلاقی و روحانی تربیت کے دائرہ تک رہا۔ اس پیغام کو عملی جہاد کے ذریعہ پورے مسلم معاشرہ میں نافذ کرنے کا مشن مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ اور سید احمد بریلوی کے ذریعہ پورا ہوا۔

سیاسی ناکامی

یہ جدّوجہد سیاسی اعتبار سے ناکام ثابت ہوئی۔ تحریکِ جہاد بالاکوٹ کے میدان میں ختم ہوگئی۔ اس کے بعد ۵۷ء کی تحریک اٹھی اور وہ بھی ناکام ہوگئی۔ اس کے بعد شاملی کے میدان میں حق و باطل کا آخری ٹکراؤ ہوا۔ اور چند حوصلہ مندوں نے رسمِ جہاد کو زندہ کیا اور یہ جہاد السیف بھی کامیابی سے ہم کنار نہ ہوسکا اور ملک میں انگریزی اقتدار مسلط ہوگیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کو تہذیبی اور مذہبی زوال سے روکنے کے لیے دارالعلوم دیوبند کی شکل میں ولی اللّٰہی تحریکِ اصلاح کو منظم کیا گیا۔ اور یہ جدوجہد الحمدللّٰہ کامیاب ہوئی۔

بدعت نوازوں کی پوری کدوکاوش کے باوجود اگر آج مسلم معاشرہ میں مشرکانہ رسوم اور بدعاتِ فاسدہ کے خلاف نفرت موجود ہے اور گمراہ صوفیوں کے مظاہر سے مسلم معاشرہ محفوظ نظر آرہا ہے تو یہ علمائے دیوبند اور مسلکِ شہید رحمہ اللہ تعالےٰ پر چلنے والوں کی جدّوجہد کا ثمرہ ہے۔

Marfat.com

مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت

ان بگڑے ہوئے حالات میں مولانا نے اصلاحِ امت کے لیے کمر باندھی. غیرت اسلامی کا تقاضا تھا کہ اس عہد کے علماء و مشائخ ان باہمت و با حمیت نوجوانوں کی حمایت کے لیے کھڑے ہو جاتے لیکن ہوا یہ ہے کہ کچھ علماء تو مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو دیکھ کر حسد کے جذبات سے مغلوب ہو گئے اور کچھ اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے عیش پرست امراء کے بھڑکانے پر مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں روڑے اٹکانے لگے۔

مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی انگریز ریذیڈنٹ آفس کے سررشتہ دار تھے، ان جیسے صاحب اثر حضرات نے مولانا کی مخالفت شروع کر دی۔ مولانا فطری طور پر نہایت نرم و نازک واقع ہوتے تھے اور ساتھ ہی سرکاری ملازم بھی تھے اور تمام سرکاری ملازمین پر ان کا اثر تھا. آپ کی کوششوں سے مولانا شہیدؒ کی زبان بندی کر دی گئی تھی اور چالیس دن تک جامع مسجد میں مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کا وعظ بند رہا تھا۔ اس بندش پر مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ نے انگریز ریذیڈنٹ سے ملاقات کر کے گفتگو کی اور وہ انگریز افسر آپ کی قابلیت سے متاثر ہوا اور اپنا حکم واپس لے لیا۔

مولانا قاسم امام عیدگاہ اور مرزا دینا بیگ بھی مخالفت میں آگے آگے تھے. انھوں نے پنجاب سے چند بدمعاش بلا کر مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ مولانا اس وقت مسجد فتح پوری کے گرم پتھروں پر چل کر جہاد کے لیے مشقت برداشت کرنے کی عادت ڈال رہے تھے۔ یہ دو نوجوان جب مسجد کے اندر پہنچے تو چلتے ہوئے فرش پر اپنے پیر نہ ٹکا سکے. اور ان کے دل میں مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی عظمت جاگزیں ہو گئی. اور انھوں نے مولانا سے

Marfat.com

معذرت کی اور توبہ کر کے مولانا کے جاں نثاروں میں شامل ہو گئے۔ ؎

مولانا شہید رحمہ اللہ تعالے، حضرت محبوب الٰہیؒ کی درگاہ پر پہنچ کر وعظ کہا کرتے تھے۔ مجاور لوگ اس سے گھبرا اٹھے اور جامع مسجد کے اندر مولانا پر چھرے سے حملہ کرا دیا۔ جس سے مولانا کے پاس بیٹھا ہوا ایک بڈھا مسلمان زخمی ہو گیا۔

اکبر شاہ ثانی کی ایک بہن تھی جن کو قلعہ میں "بی بی بھکو" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہ بڑی لسّان اور زبان دراز تھیں۔ مخالفین نے ان کے کان بھر دیے کہ مولانا اسماعیلؒ بزرگوں کی توہین کرتے ہیں۔ بی بی بھکو نے مولانا کو قلعے کے اندر طلب کر لیا۔ اور کہا۔ "مولوی اسماعیل! میں نے سنا ہے کہ تم بی بی کے صحنک کی مخالفت کرتے ہو؟"

مولانا نہایت حاضر جواب تھے بولے "نہیں خالہ جان! میں نہیں بیوی کے ابّا جان مخالفت کرتے ہیں۔" اور پھر حدیث کل بدعۃ ضلالۃ .... الخ پر ایسی دلپذیر اور رقت انگیز تقریر کی کہ قلعہ کی تمام بیگمات اور شاہزادیاں رونے لگیں اور بی بی بھکو بولیں "ہم تو بیوی کے ابّا جان کے منہ سے ایسا کرتے ہیں۔ اگر بی بی کے ابا جان ہی اسے پسند نہیں کرتے تو پھر ہم ایسا نہیں کریں گے۔ ہم تو ابّا جان پر ایمان لائے ہیں۔ مخالفین کی سازش ناکام ہو گئی اور مولانا قلعہ سے سرخرو ہو کر واپس آئے ؎

دورہا باید کہ تا یک مردِ حق پیدا شود
بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

؎ ان دونوں نوجوانوں کو دلی آنے پر تیار کرنے والا وہ آبرو باختہ مسلمان تھا جو اپنے آپ کو فخر کے طور پر بندۂ رنجیت سنگھ کے لقب سے موسوم کرتا تھا اور اس نے اپنی بہن کو بطور داشتہ کے مہاراجہ کے محل کی زینت بنایا ہوا تھا۔ مولانا کے مخالفین نے اس سے سازباز کر کے ان نوجوانوں کو دلی بلایا تھا۔

Marfat.com

تقویت الایمان کا مقدمہ اور اصل اختلاف

بندہ کے سامنے تقویت الایمان کا وہ نسخہ ہے جو ۱۲۶۷ھ ہجری میں حافظ محمد پیر خان کے اہتمام میں چھپتہ موم گران شاہ جہان آباد مطبع محمدی وحیدۃ الاخبار میں چھپا ہے اور اس کے (۴۷) صفحات ہیں۔ مولانا زید صاحب کے سامنے جو نسخہ ہے وہ ۱۲۷۰ھ میں مطبع صدیقی دہلی میں چھپا ہے۔ یعنی پہلے نسخہ کے تین سال بعد پیش نظر نسخہ میں مولانا میر محبوب علی صاحب محشی کتاب کا ایک مقدمہ بھی شامل ہے۔

مولانا زید صاحب اگر اس مقدمہ پر غور کر لیتے تو جو میل کا بیل اور بات کا بتنگڑ انھوں نے بنایا ہے، وہ ظہور میں نہ آتا۔ سیّد محبوب علی صاحب مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ کے ہم سبق تھے۔ خود عالم تھے اور اس صورت حال کے عینی مشاہد بھی تھے، وہ لکھتے ہیں:۔

> "گور پرست مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ کو کہتے ہیں کہ مولوی رشید الدین خاں صاحب سے بہت بحثیں ہوتیں اور شہید مرحوم کو دست آنے لگے۔ جواب میں تھکے۔ سو یہ سراسر غلط اور بہتان ہے۔ شہید مغفور اور خان صاحب مرحوم کی گاہے کسی بات میں تکرار نہیں ہوئی اور جامع مسجد میں جب مولوی عبد الحی رحمۃ اللہ تعالےٰ سے استفتاء پر مہر طلب کی تو مولوی صاحب مرحوم نے شکل بکوی سے خلاف برادرانہ عالمانہ کی شکایت کی۔ (یعنی خان صاحب نے جو جھگڑے کی شکل پیدا کرا دی تھی، مولوی عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ

Marfat.com

نے ان سے برادرانہ اور عالمانہ طور پر شکایت کی"۔)

خان صاحب مرحوم نے عذر کی صورت ظاہر کی، وہاں شہید مرحوم نے کسی سے بات بھی نہیں کی اور جب مولوی عبداللہ رحمہ اللہ تعالےٰ کو دفن کیا۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقبرہ میں لوگ خان صاحب سے اور مولوی عبدالحی صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ سے مسائل مروجہ پوچھتے تھے، وہاں بھی کچھ خلاف وتکرار علماء میں نہ ہوئی۔

احوال ان بزرگوں کے جو آپس میں ظاہر تھے بچشمِ خود دیکھے ہوئے یاد ہیں۔ بر بیر پرست خبط میں برباد ہیں اور جواز و مکروہ کا آپس میں کہیں لفظاً خلاف ہے، وہ مفسدوں کے فتنہ کی بنیاد ہے۔[1]

اصل اختلاف

ایک عینی شاہد کے بیان کے مطابق خاندان کے دوسرے افراد مولانا مخصوص اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ وغیرہ کو تقویت الایمان کے اسلوب بیان سے اختلاف تھا کہ اس میں مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ نے شرک کی مشابہ چیزوں کو جو مکروہ کے درجہ کی ہیں، انھیں شرک جلی کے درجہ میں داخل کر دیا ہے اور مولانا کے نزدیک یہ اسلوبِ تہدید و ترہیب کے پہلو کو سامنے رکھ کر اختیار کیا گیا ہے۔

فتوے شائع ہونے کے بعد وہ غلط فہمی دور ہوگئی اور مولانا نے اپنے قلم سے واضح کر دیا کہ مثلاً بوسۂ قبر شرک جلی نہیں بلکہ شرک خفی ہے اور احتمال شرک رکھنے کی وجہ سے اس فعل مکروہ پر شرک کا اطلاق کر دیا گیا ہے۔

خاندان کا جھگڑا ختم ہوگیا لیکن میر محبوب کے بیان کے مطابق ہر دور کے گور پرستوں اور

---

[1] مولانا محبوب علی تحریک جہاد کے سلسلہ میں ان حضرات سے اختلاف رکھتے کہ اغلباً ان کے نزدیک شرائط پوری نہ تھیں لیکن اصلاحِ ملت و ترک بدعت اور شرک کے معاملہ میں پوری طرح ہمنوا تھے جیسا کہ ظاہر ہے۔ (علوی)

Marfat.com

پیر پرستوں نے اس معاملہ کو اچھالا اور مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کو بدنام کرنے کی نامبارک کوشش جاری رکھی جو آج تک جاری ہے۔

ارواحِ ثلٰثہ کی ایک حکایت کے مطابق مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ نے خود اپنے اسلوبِ بیان کی شدت کو محسوس کیا ہے۔

> "میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہوگیا ہے۔ مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے، شرک جلی لکھ دیا گیا ہے۔ گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائے گا۔"
>
> (ارواحِ ثلٰثہ حکایت نمبر ۹۵)

مولانا نے اسلوبِ بیان کی شدت کے لیے جس مصلحت کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ دینی مصلحت ہے۔ اور ہر اصلاحی تحریک کسی وقت اس منزل سے بھی گزرتی ہے۔

مولانا زید صاحب کے خیال میں اس سے مسلمانوں میں شورش برپا ہوگئی اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھر گیا۔ (صفحہ نمبر ۵۰)

لیکن منکرات و بدعات پر مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کے اس بھرپور حملہ نے قرآن کریم کی یہ مصلحت پوری کر دی جس کی طرف آیت ذیل میں اشارہ کیا گیا ہے۔

ما کان اللہ لیذر المؤمنین	اللہ تعالےٰ وہ نہیں کہ چھوڑ دے گا
علیٰ ما انتم علیہ حتیٰ یمیز	مسلمانوں کو کہ جس حال پر تم ہو، جب تک
الخبیث من الطیب (آل عمران ۱۷۹)	جدا نہ کرے پاک کو ناپاک سے۔

اس آیت میں جہاد کی مصلحت بیان کی گئی ہے جس سے پکے مسلمان اور کچے مسلمان کے درمیان امتیاز پیدا ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم نے لیذرکم۔ ضمیر خطاب سے کام نہیں لیا۔ بلکہ اسم ظاہر المؤمنین کہا۔ تاکہ کوئی تاویل باز یہ نہ کہے کہ اس آیت کے مخاطب مدینہ کے منافق ہیں۔ اور شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ نے "المؤمنین" کا ترجمہ مسلمان کیا ہے جس میں اشارہ

Marfat.com

ہے کہ ایمان والوں سے مراد دعوے ایمانی کرنے والے ظاہری مسلمان ہیں جن میں منافق اور مخلص دونوں شامل ہیں اور شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالٰی نے حاشیہ میں اس کی تشریح بھی کر دی۔

اسی کو شاعر نے کہا ہے :

کچھ ہو رہے گا عشق و ہوس میں بھی امتیاز
آیا ہے اب مزاج تیرا امتحان پر

Marfat.com

تقویۃ الایمان اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کی کتاب میں یکسانیت کا بے بنیاد دعویٰ!

مولانا زید صاحب نے علامہ وحید الزمان حیدر آبادی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مولانا اسمٰعیل صاحب رحمہ اللہ تعالے نے تقویۃ الایمان میں محمد بن عبدالوہاب کی پیروی کی ہے اور مولانا کے تذکرہ نگاروں نے اسے چھپانے کی کوشش کی ہے۔

اس کے بعد مولانا زید صاحب نے، وحید الزمان[1] صاحب کے اس دعوے کے ثبوت میں دونوں کتابوں کی یکسانیت دکھائی ہے۔

---

[1] مناسب ہوگا کہ علامہ وحید الزمان حیدر آبادی کے متعلق چند سطور لکھ دی جائیں۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ مولانا زید صاحب نے جس شخصیت کو بطور گواہ پیش کیا ہے، ان کا حدود اربعہ کیا ہے؟ علامہ کا تذکرہ "حیات وحید الزمان" کے نام سے مولانا محمد عبدالحلیم چشتی نے مرتب کیا۔ جو نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی نے ۱۹۵۷ء میں شائع کیا۔ اس تذکرہ کا باب ششم بعنوان "قومی خدمات" صہ ۸۹ سے صہ ۱۱۲ تک پھیلا ہوا ہے جس کی آخری ذیلی سرخی "مولانا کا مسلک" ہے جو صفحہ ۱۰۰ سے شروع ہو کر آخر صفحہ ۱۱۲ تک جا رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف ابتداء میں حنفی مقلد تھے لیکن بعد میں اپنے بھائی مولانا بدیع الزمان کی صحبت اور کتبِ احادیث کے ترجمہ کے سبب غیر مقلد بن گئے۔ (یاد رہے کہ آپ کے قلم سے احادیث کی متعدد کتابوں کے تراجم موجود ہیں اور ان کے ہم مسلک حضرات بڑے اہتمام سے چھاپتے ہیں۔)

"لائف سی سالہ" سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی طبیعت میں تلون اور انتہا پسندی تھی۔ (صفحہ ۱۰۴)

تقلید کے ساتھ صفاتِ باری تعالے کے مسئلہ میں اختلاف کی ابتداء کی۔ (وحید اللغات، مادہ شطن)...

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

Marfat.com

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

حتی کہ ان کی جماعت کے بڑے بڑے اکابر بھی ان سے بدظن ہو گئے جیسے مولوی شمس الحق عظیم آبادی، مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب وغیرہ۔ (وحید اللغات مادہ شر) جس کی وجہ یہ تھی کہ موصوف نے ان حضرات سے بھی مختلف مسائل میں اختلاف کیا تو گویا عدم تقلید کا معاملہ روز بروز بڑھنے لگا جس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ وہ خود اہل حدیث بھائیوں پر سخت برہم ہیں کہ آئمہ اربعہ کو چھوڑا تو ابن تیمیہ رح، ابن قیم رح، شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ تعالے وغیرہ کی تقلید شروع کر دی۔ (وحید اللغات مادہ شر) حتی کہ حیدرآباد کے شیعہ امراء کی صحبت اور اس قماش کے بعض مصنفین کی کتابوں نے اخیر عمر میں انھیں رفض و شیعت کی راہ پر چلا دیا۔" وحید اللغات مادہ عجز میں لکھا:-

"کہ عثمان رض وعلی میں افضل کون ہے؟ اس میں قدیم سے اختلاف ہے۔ ہاں اکثر لوگ شیخین کو حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ سے افضل کہتے ہیں گو اس پر بھی مجھے کوئی قطعی دلیل نہیں ملی" پھر لکھتے ہیں:- "حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ اپنے تئیں سب سے زیادہ مستحق خلافت جانتے تھے اور ہے بھی یہی"۔ (وحید اللغات مادہ عجز) اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالے عنہ کے متعلق لکھا:- " بھلا ان پاک نفسوں پر معاویہ رضی اللہ تعالے عنہ کا قیاس کیونکر ہو سکتا ہے جو نہ مہاجرین میں سے، نہ انصار میں سے۔ نہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ والہ واصحابہ وسلم کی کوئی خدمت اور جاں نثاری کی، بلکہ آپ سے لڑتے رہے اور فتح مکہ کے دن ڈر کے مارے مسلمان ہو گئے۔" (وحید اللغات مادہ عجز) اس میں لکھا ہے کہ:" حضرت امیر معاویہ کے متعلق "رضی اللہ تعالے عنہ" یا اس قسم کے تعظیمی الفاظ سخت دلیری اور بے باکی ہے۔ اللہ محفوظ رکھے"۔ اور حضرت حسین کی شہادت کے سبب ماہ محرم کو غم کا مہینہ قرار دے دیا۔ اور کہا کہ یہ خوشی کا مہینہ اب نہیں رہا۔ اس لیے سب مسلمان مل کر شوال سے سال کی ابتدا کریں تو اچھا ہے۔ (وحید اللغات مادہ عود) اب خیال فرمائیں کہ جو علامہ وحید الزمان حضرات صحابہ کبار کے متعلق یہ رائے رکھتے ہیں، وہ اگر حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ تعالے کے متعلق یہ فرمائیں کہ ان کی کتاب "تقویۃ الایمان" شیخ محمد بن عبدالوہاب کی کتاب کا چربہ ہے تو اس

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷) آخری مرحلہ میں ہمیں ایک عزیز دوست مولوی فیصل کے ذریعہ نواب وحید الزمان صاحب کے دو حوالے اس ضمن میں ملے، وہ بھی ملاحظہ فرمالیں تاکہ نواب صاحب کا "باطنی رفض" کھل کر سامنے آجائے۔

حاشیہ "نزول الابرار صج ۹۴ پر لکھتے ہیں (مطبوعہ سعید المطابع بنارس ۱۳۲۸ھ)

ان من الصحابۃ من ھو فاسق کالولید ومثلہ یقال فی حق معاویۃ رض وعمرو رض ومغیرۃ رض، وسمیرۃ رض ومعنی کون الصحابۃ عدولۃ انھم صادقون فی الروایۃ لانھم معصومون۔

گویا نواب صاحب اور سید مودودی صاحب کا فکر و فلسفہ ایک ہی ہے کہ اکابر بنوامیہ کو کوسو اور صحابہ کرام کو روایت میں تو عادل مانو، باقی نہیں۔ اسی کتاب کی ج ا صفحہ ۷ میں ہے۔

والامام حق بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ واصحابہ وسلم ابوبکر رض ثم عمر رض ثم عثمان رض ثم علی رض ثم الحسن بن علی رض ولا ندری ایھم افضل عند اللہ واھل الحدیث شیعۃ علی رضی اللہ عنہ یحبون اھل بیت النبی صلعم وازواجہ۔

گویا خلفائے راشدین کی ترتیب کے اعتبار سے ان کی افضلیت کا مسلمہ اصول بھی انہیں تسلیم نہیں۔ اور یہ بھی انھوں نے غلط لکھا کہ شیعہ ازواج نبی صلعم سے عقیدت رکھتے ہیں، وہ تو بعض ازواج پر بعنت الزامات لگاتے ہیں۔ یہ ہے آئینہ نواب صاحب کا۔

Marfat.com

پہلی یکسانیت، ابواب و فصول کی

زید صاحب نے تقویۃ الایمان اور کتاب التوحید کے درمیان پہلی یکسانیت — ابواب، فصول اور آیات اور احادیث کی تعداد میں دکھائی ہے لیکن علمی تحقیق کے اصول پر اس یکسانیت کو اہمیت حاصل نہیں ہو سکتی۔

دو مصنف ایک ہی موضوع پر دو کتابیں لکھتے ہیں اور ان میں آیات و احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک ہی عنوان اور ایک ہی موضوع پر قرآن اور حدیث کی نصوص میں یکسانیت کا پیدا ہونا قدرتی امر ہے۔

۱۴ سو برس سے شرک و توحید کے موضوع پر جس نے بھی قلم اٹھایا ہے، اس نے انہی آیات و احادیث سے استدلال کیا ہے۔ یہ شاعری نہیں اور نہ ہی تصوف کے نکات و لطائف ہیں۔ جن میں ندرت، جدت اور رنگا رنگی اور تنوع پیدا کیا جا سکے۔

اس لیے ہم اس سطحی دلیل کو نظر انداز کر کے آگے بڑھتے ہیں۔

دوسری یکسانیت

کسی نبی اور ولی کی قبر کو سجدہ کرنے یا مدد کے لیے پکارنے کی عبارت میں مولانا زید صاحب کو دونوں کتابوں میں یکسانیت نظر آ رہی ہے ..... لیکن دونوں عبارتوں میں نظریہ کا جو فرق ہے، اسے زید صاحب نے قصداً نظر انداز کر دیا ہے۔ یہ عبارت دونوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) میں اچنبھے کی کیا بات ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ہمارے غیر مقلد دوست اہل تقلید پہ برہم ہوتے ہیں لیکن ایک ایسے شخص کو سینے سے لگائے بیٹھے ہیں جو آخری دور میں رفض کے خیالات کا اس قدر متبع ہو گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ سب کو عقل سلیم سے نوازے۔

(علوی)

Marfat.com

کتابوں کی فصل اول کے آخر میں ہے۔ شیخ محمد ابن عبدالوہاب کی عبارت کے آخری فقرہ میں یہ لکھا ہے کہ :-

"فقد صار مشرکاً وکافراً بنفس هذه الاعمال سواءً اعتقد استحقاقه لهذا التعظيم بذاته اولا ...."	یعنی ایسے عمل کرنے والا اعتقاد رکھتا ہو کہ وہ اس تعظیم کے مستحق اپنی ذات سے ہیں یا نہ رکھتا ہو"

یہ آخری فقرہ مولانا اسمٰعیل صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ کے ہاں موجود نہیں ہیں ہے اور اسی فقرہ سے دونوں عبارتوں کے مفہوم میں زمین و آسمان کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قبر کو سجدہ کرنے والا اگر صاحب قبر کو ذاتی طور پر تعظیم کے لائق سمجھتا ہے یا ذاتی طور پر تعظیم کے لائق نہیں سمجھتا، محض رسمی طور پر ادب بجالاتا ہے تو ان دونوں صورتوں میں نجدی اور حنبلی علماء کے نزدیک مشرک ہو جاتا ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک دوسری صورت میں مشرک نہیں ہوتا۔ یہ فعل سجدہ صورت شرک ہونے کی وجہ سے گناہ قرار دیا جائے گا۔

مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک جمہور علماء کا مسلک صحیح ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے وہ آخری فقرہ تحریر نہیں فرمایا۔

مولانا زید صاحب نے خود اپنی نقل کردہ عبارتوں پر غور کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور جلد بازی یا غصہ میں دونوں عبارتوں کے درمیان یکسانیت کا دعوےٰ کر دیا (ص ۵۸)

عقل ز حیرت بسوخت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ نے صفحہ (۶۶) تقویت الایمان پر شرک اور صورت شرک کا فرق محسوس کرتے ہوئے یہ الفاظ تحریر کیے ہیں کہ جن مقامات پر شرک کے کام ہو رہے ہوں، مثلاً جس جگہ غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کیے جا رہے ہوں، وہاں کوئی شخص خدا

Marfat.com

کے نام پر جانور ذبح کرنے کے لیے لے جائے تو اس مجلس میں شرکت کرنے سے روکتے ہوئے مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ لکھتے ہیں:-

"کسی طرح اس میں شریک نہ ہو، نہ اچھی نیت سے، نہ بُری نیت سے کہ ان سے مشابہت کرنی خود بُری ہے۔"

مولانا نے یہاں واضح کر دیا کہ کسی فعل کے حقیقی شرک اور صورت شرک ہونے کا مدار اعتقاد و نیت پر ہے۔ اگر اعتقاد درست ہو تو وہ عمل ظاہری صورت میں مشابہت شرک کی وجہ سے برا ہو گا۔ مولانا نے برے کا لفظ لکھا، اس پر شرک کا اطلاق نہیں کیا..... یہی جمہور علماء کا مسلک ہے۔

اس لیے مولانا نے شرک خفی اور توہم پرستی کے افعال پر جہاں جہاں لفظ شرک کا اطلاق کیا ہے، اسے ترہیب اور تہدید پر محمول کرنا ہو گا۔

اور یہ اسلوب احادیث کے اندر موجود ہے جس کی مثالیں آگے دی جائیں گی۔

روضۂ نبوی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کے فعل کو کیوں داخل کیا؟

مولانا زید صاحب نے دونوں علماء کی عبارتوں سے التزامی طور پر یہ ثابت کیا ہے کہ روضۂ نبوی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے لیے قصداً زیارت کا سفر کرنا شیخ محمد ابن عبدالوہاب اور مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ، دونوں کے نزدیک شرک ثابت ہوتا ہے..... (صفحہ نمبر ۵۹)

افسوس یہ ہے کہ مولانا زید صاحب نے اس التزامی دلیل میں قطعی طور پر تعصب اور تعسف کا مظاہرہ کیا ہے۔ غور کیجیے!

روضۂ نبوی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زیارت کے لیے شدِ رحال حنبلی علماء کے نزدیک جائز نہیں۔ مسجد نبوی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زیارت کا ارادہ کیا جائے اور اس کے ساتھ ضمنی طور پر روضۂ پاک کی زیارت کرے۔ یہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالےٰ اور ان کے ہم خیال علماء کا مسلک واضح ہے۔

Marfat.com

اس لیے روضۂ پاک کی زیارت کے عدم جواز کا مفہوم شیخ محمد ابن الوہاب صاحب کی عبارت (مَنْ فَعَلَ بِنَبِیٍّ اَوْ وَلِیٍّ اَوْ قبرہٖ) میں داخل ہوگا۔ لیکن مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کی کتاب میں یہ موجود نہیں ہے کہ روضۂ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے مسئلہ میں مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ، ابن تیمیہ کے مسلک پر ہیں۔ مولانا جیسا بے باک قلم انسان اگر ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالےٰ کے مسلک کو حق سمجھتا تو وہ واضح طور پر اس کا اعلان کرتا۔ لیکن مولانا نے کسی جگہ اس مسئلہ میں جمہور علماء کے خلاف ایک لفظ نہیں لکھا تو پھر ان کی حسب ذیل عبارت میں روضۂ پاک کی بالقصد زیارت کے عدم جواز کو داخل کرنا کہاں کی علمی دیانت ہے؟ پھر مولانا زید کا دعوےٰ یہ ہے کہ میں نے یہ کتاب تعصب اور تعسف کے بغیر لکھی ہے۔

مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کے ہم عمر اہل خاندان نے عبارت کے اسلوب میں فرق مراتب کا لحاظ نہ رکھنے کی تو شکایت کی اور چہاردہ سوالات کے جواب آپ سے حاصل کرکے اختلافات کو دور کیا۔ لیکن ان سوالات میں روضۂ نبوی صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم کے بارے میں کوئی سوال شامل نہیں کیا۔ اس کا مطلب واضح ہے کہ آپ سے اختلاف رائے رکھنے والے ہم عصر علماء روضۂ پاک کی زیارت کے مسئلہ میں مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کو جمہور علماء کے ساتھ سمجھتے تھے۔

اس کے بعد بھی کسی بدزبان سے بدزبان بدعتی نے مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ پر ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالےٰ کے مسلک کی تائید کا الزام نہیں لگایا۔ اور اگر یہ الزام کسی کی قلم سے نکلا تو وہ مولانا زید صاحب ہیں۔

حلقۂ دیوبند کے ایک ذمہ دار بزرگ عالم حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ مہاجر مدنی نے لکھا ہے:۔

عندنا وعند مشائخنا	ہمارے اور ہمارے مشائخ کے
زیارۃ قبر سید المرسلین	نزدیک قصد وارادہ کرکے حضور
قصداً وارادتاً من اعظم	صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم
القربات — بل قریب	کی قبر شریف کی زیارت کے لیے

Marfat.com

من الواجب !	جانا بہترین نیکی بلکہ واجب کے
(التصدیقات ص۵)	قریب ہے۔

یہی تصریح مولانا گنگوہی نے زبدۃ المناسک (ص۱۱۳) پر کی ہے اور مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالے نے مکتوبات ج ا ص۱۲۹ پر کی ہے۔ علماء دیوبند کے مشائخ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالے، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالے اور شاہ اسمٰعیل رحمہ اللہ تعالے ہیں اور ان حضرات کا استدلال اس حدیث پر ہے۔

من جاءنی زائراً لاتحملہ	جو مسلمان میرے پاس آئے صرف
حاجۃٌ الّا زیارتی کان حقاً	میری زیارت کی غرض سے، کسی اور
علیّ ان اکون شفیعاً لہٗ	ضرورت سے نہیں تو مجھ پر حق ہو
یوم القیامۃ	جاتا ہے کہ قیامت کے دن اس کی
(اوجز المسالک شرح مؤطا ص۳۶۲)	شفاعت کروں۔

جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں حیات ہیں۔ زمین ان کے اجسام کو خراب نہیں کرتی۔ (دیکھو ابو داؤد ج ا ص۱۹۸ ۳ اور ابن ماجہ باب الصلوٰۃ صفحہ ۱۷۴) اس لیے حضرات انبیاء کی قبریں معروف معنی میں قبریں ضرور کہلاتی ہیں لیکن در اصل وہ ان حضرات انبیاء کی آرام گاہیں ہیں اور آرام گاہوں کا حکم شدِّ رحال میں داخل نہیں ہے۔

قبر کا بوسہ

تقویت الایمان کی اس عبارت (صفحہ ۱۴) میں جسے زید صاحب نے یکسانیت کی کی دلیل میں پیش کیا ہے۔ بوسہ دینے کو شرک کہا گیا ہے اور چہاردہ سوال کے چھٹے سوال میں مولانا شہید رحمہ اللہ تعالے کی طرف سے مولانا زید صاحب نے لکھا ہے کہ مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ بوسہ کو شرک قرار نہیں دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور جس مسئلہ میں اختلافِ علماء ہو، اسے شرک میں داخل نہیں کیا جا سکتا۔ (دیکھو زید صاحب کی کتاب صفحہ نمبر ۱۱۱)

Marfat.com

اب تقویت الایمان کی عبارت اور فتوے کی عبارت کے درمیان تطبیق کی صورت یہ ہوگی کہ مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ نے اپنے چہاردہ سوالات کے جواب میں اس کی وضاحت کی ہے کہ تقویت الایمان میں صورت شرک اور مشابہ شرک کی باتوں پر شرک کا اطلاق تہدید اور ترہیب کے طور پر کیا گیا ہے۔ حقیقی شرک وہی ہے، جس میں اعتقاد شرک بھی ہو۔ اور مولانا مخصوص اللہ صاحب اور مولانا رشید الدین صاحب نے اس فتوے پر مولانا شہید کے دستخط کرا کر اسی مسئلہ کو صاف کیا ہے۔

مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ تعالےٰ کی تائید

یہ خاکسار اس باب کی تحریر کے بعد سو گیا اور خواب میں دیکھا کہ مولانا ابو الحسن ندوی صاحب اور مولانا حسین احمد رحمہ اللہ تعالےٰ مدنی کے درمیان بیٹھا ہوں اور ہم دعا کر رہے ہیں۔ دعا میں میری آنکھیں آنسوؤں سے نم ہو گئیں۔ دعا ختم ہو گئی۔ مولانا مدنی نے میری طرف دیکھا۔ میں مسجد فتح پوری سے باہر آنے لگا اور دل میں یہ خیال آیا کہ میں نے مولانا سے مصافحہ کیوں نہیں کیا۔ اس پر مولانا مدنی پھر نمودار ہو گئے۔

مولانا کھادی کی بادامی رنگ کی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ مولانا نے کرتہ اتار کر اندر سے سے صدری اتاری اور مجھ سے کہا کہ اس میں روئی بھروا دو۔ وہ صدری سبز رنگ کی ساٹن کی تھی۔ میں نے کہا آدھا سیر روئی بھروا دوں؟ اور مولانا اسد صاحب کی طرف دیکھ کر کہا۔ گھر میں نگندے پڑ جائیں گے یا نگندے بھی ڈلوا دوں؟ تو مولانا مدنی رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ نگندے بھی ڈلوا دینا۔ میں کافی دیر روتا رہا اور اس خواب کی تعبیر میرے دل میں یہ آئی کہ مولانا مدنی رحمہ اللہ تعالےٰ نے اس مضمون کی تائید فرمائی ہے۔ (۲۷/جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ بمطابق ۳۱/مارچ ۱۹۸۴ء بروز ہفتہ)

الحمد للہ اس کتاب کی ترتیب میں خاکسار کو حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالےٰ کے علاوہ مولانا سندھی رحمہ اللہ تعالےٰ، مولانا محمد میاں رحمہ اللہ تعالےٰ اور دوسرے اکابر کی روحانی حوصلہ افزائی بھی حاصل رہی ہے۔

Marfat.com

شرک اکبر و اصغر کی سزائیں (۳) یکسانیت

مولانا سندھی کی تشریح

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ..... الخ کی تفسیر کے تحت مولانا زید صاحب نے شیخ محمد ابن عبدالوہاب اور مولانا شہید رحمہ اللہ تعالٰی کے تصورات میں یکسانیت کا دعوٰی کیا ہے۔

ہم اس سلسلہ میں اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالٰی اور ان کے خاندان والوں کے علوم کی تشریح و تفسیر کی اتھارٹی مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ تعالٰی کی رائے نقل کرتے ہیں۔

> "مولانا شہید رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب "تقویت الایمان میں توسل فی الدعا کو جائز اور شرک اصغر کے مرتکب کو کافر نہ مانتے ہوئے غیر مغفور قرار دیا ہے۔ یہ دو اساسی مسئلے ہیں جو محمد بن عبدالوہاب کی کتاب التوحید کے منافض ہیں۔

توسّل فی الدعا

توسل فی الدعا سے مراد یہ ہے۔ مثلاً خدا تعالٰی سے استدعا کی جائے بحرمت فلاں یا بحق فلاں کہہ کر تو اس توسل کو ابن عبدالوہاب نہایت شدت سے ممنوع قرار دیتے ہیں۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کے ہاں یہ توسل ناجائز نہیں ہے۔ "تقویت الایمان میں وہ اس کے جواز کی تصریح کرتے ہیں لیکن یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ میں جہاں ذات الٰہی کو توسل کے درجہ پر لایا گیا ہے، ہر دو کے ہاں ناجائز ہے یہ ہے توسل فی الدعا کا مسئلہ جس میں ہر دو طرف ایک

Marfat.com

دوسرے کی نقیض ہیں۔

شرک اصغر کا مسئلہ حسب ذیل ہے۔ آیت ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء کی تفسیر میں ہر دو کا اختلاف ہے۔ اس آیت کا ظاہری اقتضا یہی ہے کہ شرک غیر مغفور ہے اور ماورا شرک کے دوسرے کبائر قابلِ مغفرت ہیں۔ یہ آیت کا ظاہری تقاضا ہے۔ اب شرک کا لفظ دو درجوں پر اطلاق ہوتا ہے۔ شرک اکبر شرک اصغر۔ شرک اکبر تو یقیناً کفر ہے کسی شخص کا اہلِ اسلام میں سے اس میں اختلاف نہیں ہے۔ بے شک وہ غیر مغفور رہے۔ اور ابدی عذاب کا باعث ہے۔ شرکِ اصغر کو اہلِ علم کبائر میں شمار نہیں کرتے۔

محمد بن عبدالوہاب اس کو شرک اکبر سے ملاتے ہیں۔ چونکہ نص میں عموم ہے۔ اس لیے وہ اس تخصیص کی اجازت نہیں دیتے۔

چنانچہ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو مسلمان شرکِ اصغر میں مبتلا ہے، اس کا اسلام ان کے ہاں مقبول نہیں ہے۔

مثلاً یا شیخ اور من احلف بغیر اللّٰہ فقد اشرک وغیرہ امور یہاں عام اہلِ علم اور ابن عبدالوہاب رحمہ اللہ تعالےٰ کا اختلاف واضح ہوگیا۔

مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ یہاں حکم کے طور پر ایک فیصلہ کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

> "شرکِ اصغر کی بھی جس قدر سزا مقرر ہے، وہ معفور نہیں ہوگی۔ شرکِ اصغر کبائر میں شامل نہیں۔ اس کی سزا اس کے مرتکب کو ضرور بھگتنا ہوگی، مگر وہ کفر کے برابر نہیں کہ ابدیتِ عذاب اس میں ثابت ہو۔ ابن عبدالوہاب آیت مذکورہ میں شرک کی تخصیص سے مانع تھے۔ ہم نے بھی اس کی تخصیص نہیں کی بلکہ اس کا عموم بہرحال رکھا۔ اور عموم بحال رکھ کر حکم میں جو اہلِ علم کا متفقہ مسئلہ ہے (صحابہ اور تابعین کے عہد سے لے کر) کہ شرک اکبر و اصغر میں فرق ہے، اس کو قائم رکھا۔ مولانا اسمٰعیل رحمہ اللہ تعالےٰ اس تحقیق میں منفرد ہیں مسلمانوں میں ہم نے اب تک کسی

Marfat.com

عالم کے کلام میں اس کے متعلق کوئی اشارہ نہیں دیکھا اور "تقویۃ الایمان" میں ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ...... الخ کے کے متعلق جو فائدہ لکھا، اس میں اس کی تشریح کردی۔ ہم نے نجدی علماء کو لطافت سے اس پر متنبہ کیا، وہ سن کر حیران رہ گئے۔ پھر کبھی انھوں نے بحث کرنا مناسب نہ سمجھا۔ کیوں کہ اس سے ان کے امام کی ساری اساس منہدم ہوجاتی ہے اور ظاہر ہے کہ وہ مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی بات کا انکار بھی نہیں کرسکتے۔ ہمارے سامنے انھوں نے اس بات پر کوئی انکار نہ کیا اور مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اعتراف کرلیا۔" (ضمیمہ حضرت شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک)

شفاعت کے مسئلہ میں یکسانیت (۴)

مولانا زید صاحب نے لکھا ہے۔ افسوس، صد افسوس کہ شفاعت کے مسئلہ میں بھی مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ لکھ گئے ہیں جو محمد ابن عبدالوہاب نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے۔ (صفحہ نمبر ۶۵)

بندہ عرض کرتا ہے کہ افسوس ہزار افسوس کہ ناقد صاحب نے اس مسئلہ کو بھی علم و تحقیق کی عینک سے نہیں پڑھا اور مذکورہ دعوے پیش کردیا۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب لکھتے ہیں۔

فتلک الشفاعۃ لاھل	یعنی یہ شفاعت باذن اللہ، خدا تعالیٰ
الاخلاص باذن اللّٰہ	کی اجازت اور رضامندی سے اہلِ توحید
ولا تکون لمن اشرک	کو حاصل ہوگی اور اہلِ شرک اس سے
باللّٰہ (مجموعۃ التوحید ص ۸۷)	محروم رہیں گے۔

مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ میں جو کچھ فرمایا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی جناب میں شفاعت بالجبر (دباؤ والی سفارش) نہیں چل سکتی۔ محبوب کی محبت کا

Marfat.com

دباؤ اور طاقت ور کی طاقت کا دباؤ، دنیا کے حاکموں پر چلتا ہے۔ یہ دنیا والے محبوب اور معشوق کے بگڑنے سے ڈرتے ہیں اور طاقت ور کی بغاوت سے گھبراتے ہیں۔ لیکن خداوندِ عالم اس قسم کی کمزوری سے پاک ہے۔ اس کی جناب میں اگر کوئی سفارش چلتی ہے تو وہ شفاعت بالاذن اور سفارش بالرضا ہے۔

من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ — کون ہے جو اس کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟ (آیۃ الکرسی)

شاہ شہید رحمہ اللہ تعالےٰ شفاعت بالاذن کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر چوری تو ثابت ہوگئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے اپنا کچھ پیشہ نہیں بنایا مگر نفس کی شامت سے وہ قصور ہوگیا سو اس پر وہ شرمندہ ہے۔

یہ حال دیکھ کر بادشاہ کو اس پر رحم آگیا۔ مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں آئین کی قدر نہ گھٹ جائے۔ سو کوئی امیر وزیر اس کی مرضی پاکر اس تقصیر وار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کو، ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے، اس کو شفاعت بالاذن کہتے ہیں اور اللہ کی جناب میں اس قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے۔ قرآن کریم میں جس شفاعت کا ذکر ہے، وہ یہی شفاعت ہے۔" (تقویت الایمان ص۳۵)

شاہ صاحب نے صاف کر دیا کہ جو شخص گناہ گار اور مجرم ہے مگر باغی نہیں ہے۔ شرمندہ ہے گناہ پر جری نہیں ہے، ایسے مجرم کے حق میں سفارش قبول کی جائے گی۔

شاہ صاحب نے شفاعت کی ساری بحث میں کسی ایک جگہ بھی شرک کا لفظ استعمال نہیں کیا، قصوروار کا ذکر کیا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ شرک جلی کا مجرم کسی طرح بھی توبہ کے بغیر معافی کے قابل نہیں۔

اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کے نزدیک مطلق شرک، جلی ہو یا خفی، قابلِ معافی نہیں۔ اس

Marfat.com

لیے اس کے حق میں کسی کی سفارش نہ ہوگی۔ اور نہ قبول کی جائے گی۔

دونوں عالموں کے نزدیک شفاعت کے مسئلہ میں کھلا فرق ہے۔ مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

کے نزدیک شرک خفی ابدی سزا کے قابل نہیں، اس لیے شفاعت سے معاف کیا جاسکتا ہے۔

اس کا حکم ایک شرمندہ چور کا ہے، باغی کا نہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کے نزدیک شفاعت

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے مرید اور شاگرد مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی

آیت الکرسی کے حاشیہ نمبر (۱۰) پر لکھتے ہیں۔

"کفار کے لیے شفاعت نہیں۔ اللہ کے حضور ماذونین (جنھیں اجازت

حاصل ہوگی) کے سوا کوئی شفاعت نہیں کرسکتا۔ اور اذن والے انبیاء، اولیاء

اور ملائکہ مؤمنین ہیں۔ معلوم ہوا کہ شفاعت بالاذن امت کا متفقہ عقیدہ ہے"

(کنز الایمان صفحہ نمبر ۴۹)

شاہ شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے شفاعت کی تشریح میں اپنے دادا جان حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تشریحات کو سامنے رکھا ہے۔ شاہ ولی اللہ نے الفوز الکبیر میں لکھا ہے کہ مشرکین عرب اپنے فرضی دیوتاؤں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ خدا تعالیٰ ان کی سفارش قبول کرتا ہے، اگرچہ وہ خود راضی نہ ہو۔ جیسے دُنیاوی حکام اپنے بڑے سرداروں کی بات نہیں ٹالتے

(صفحہ نمبر ۶)

مولانا از صاحب کے لیے شاہ عبد القادر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تشریح سند کا درجہ رکھتی ہے۔ شاہ صاحب نے شفاعت پر یہ لکھا ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ .... الخ

(آیت المائدہ ۱۰۹)

یہ اللہ صاحب پوچھے گا کافروں کے سنانے کو کہ میں نے تم کو جن کی طرف بھیجا تھا، انھوں نے قبول کیا یا نہ کیا؟ اور پیغمبر حوالہ رکھیں گے اللہ کے علم پر کہ ہم کو دل کی خبر نہیں، ظاہر کی ہے

Marfat.com

یہ ان کو سنایا جو مغرور ہیں۔ پیغمبروں کی شفاعت پر تا معلوم کریں کہ اللہ کے آگے کوئی کسی کے دل پر گواہی نہیں دیتا اور کوئی کسی کی شفاعت نہیں کرتا۔"

شاہ صاحب سورہ شوریٰ (۲۴) کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:۔

"یعنی نبی پیغام پہنچاتا ہے اور بندوں کو ساری معاملت اپنے رب سے ہے۔"

شفاعت کے بارے میں حنبلی علماء اور اصحاب ظواہر، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالےٰ اور ان کے رفقاء اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

توسّل کے بارے میں

شفاعت کے ساتھ توسل کا مسئلہ بھی جڑا ہوا ہے۔ مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ نے وسیلہ کے متعلق لکھا ہے:۔

"کچھ لوگ یوں پڑھتے ہیں یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ! یعنی اے شیخ عبد القادر کچھ دو تم اللہ کے واسطے۔ یہ لفظ نہ کہنا چاہیے۔ ہاں اگر یوں کہے کہ یا اللہ! کچھ دے عبد القادر کے واسطے تو بجا ہے۔

غرضیکہ ایسا لفظ مُنہ سے نہ نکالے جس سے کچھ بوئے شرک کی یا بے ادبی کی آوے کہ اس کی بڑی شان ہے اور وہ بڑا بے پرواہ بادشاہ ہے، ایک نکتہ میں پکڑ لیتا ہے۔ (صفحہ ۶۳)

(۵) یکسانیت

مولانا زید صاحب لکھتے ہیں۔ تقویت الایمان میں ہے۔ "سچ فرمایا اللہ صاحب نے سورہ یوسف میں:۔

وما یومن اکثرھم باللہ — ترجمہ:۔ اور نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ کہ

الا وھم مشرکون — وہ شرک کرتے ہیں:۔ (صفحہ ۶۰)

مولانا اسمٰعیل صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ نے ایمان کا ترجمہ اسلام سے کیا ہے لہٰذا اللہ کا ترجمہ نہیں کیا۔ آگے فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

"مولانا اسماعیل نے محمد ابن عبدالوہاب کی پیروی کی اور وہی لکھ گئے
جو اس نے لکھا تھا اور اس آیت کو مومنوں پر چپکا دیا اور اس کی وجہ
سے ترجمہ میں ناجائز تصرف کرنا پڑا۔ (صفحہ ۶۱)

افسوس ہے کہ مولانا کا یہ اعتراض چپکتا ہوا نہیں ہے، بالکل اکھڑا ہوا ہے۔ اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت کا مفہوم بیان فرمایا ہے، لفظی ترجمہ نہیں کیا، اس لیے اگر لفظ اللہ مفہوم میں نہیں آسکا تو کوئی نقص کی بات نہیں۔ آیت پاک کا جو مفہوم اور اس کی جو مراد ہے، وہ شاہ صاحب نے پوری طرح واضح کردی ہے۔

اس کی مثالیں شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کے ہاں بھی موجود ہیں۔ صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔

وَلَمَّا سُقِطَ فِيٓ اَيْدِيهِمْ	اور جب پچتائے تو سمجھے کہ ہم
وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا	بہکے۔ (اعراف ۱۴۹)

اس ترجمہ میں نہ لفظ سُقِطَ کا ترجمہ آیا اور نہ ایدیھم کا ترجمہ ہوا "یعنی جب وہ گر گیا اپنے ہاتھوں میں" یہ ہے اس کا لفظی ترجمہ۔ چونکہ سقوط ید ایک عربی محاورہ ہے اور محاورہ کا لفظی ترجمہ مراد نہیں ہوتا۔ بلکہ مفہوم مراد ہوتا ہے۔ اس لیے شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ نے مرادی مفہوم بیان فرما دیا ہے۔

سورۂ یوسف ع کی آیت بالا میں (یومنون) کے ایمان سے شرعی ایمان مراد نہیں۔ بلکہ مشرکین عرب کا وہ دعوائے ایمان مراد ہے جس میں صرف خدا کی ہستی کو تسلیم کرنا ہے۔ نہ کہ خدا کو بطور خدائے واحد کے تسلیم کرنا اور اس کا اقرار کرنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

من ایمانھم انھم اذا	مشرکین عرب کے ایمان سے مراد یہ
قیل لھم من خلق السموات	ہے کہ جب ان سے سوال کیا جاتا
ومن خلق الارض ومن	ہے کہ آسمان و زمین کا خالق کون
خلق الجبال ؟ قالوا اللہ!	ہے ؟ اور پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا

Marfat.com

وھم مشرکون بہ ہے؟ تو وہ کہتے ہیں "اللہ تعالیٰ"

(ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۴۹۴) حالاں کہ وہ اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

اسی وجہ سے شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنے ترجمہ میں ایمان کا لغوی ترجمہ کیا، اصطلاحی ترجمہ نہیں کیا۔ فرماتے ہیں:-

"اور یقین نہیں لاتے بہت لوگ اللہ پر مگر ساتھ شریک بھی کرتے ہیں۔"

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت کا نزول مشرکین مکہ کے مشرکانہ لبیک کے سلسلہ میں ہوا ہے۔ وہ اسی طرح لبیک کہتے تھے۔

لبیک اللھم لبیک!	اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر
لا شریک لک لبیک! الا	ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ مگر وہ
شریکا ھو لک تملکہ وما	شریک ہے جس کا تو مالک ہے اور
ملک (صحیحین)	اس کی سب چیزوں کا بھی مالک ہے۔

یعنی مشرکین عرب خدا کو اکیلا خدا تو مانتے تھے لیکن اکیلا مالک و مختار نہیں مانتے تھے اور کہتے تھے خدا نے خود کچھ ہستیوں کو اپنے ساتھ مالک مقرر کر لیا ہے۔ یہ اصلی مالک نہیں ہیں عطائی مالک ہیں۔ اصلی مالک خدا ہے۔

بریلوی اہل بدعت نے مشرکین کے اسی تصور باطل کو ذاتی اور عطائی کے فلسفہ میں ڈھال لیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم مشرکین کے لبیک والے پہلے تین جملوں پر یہ فرماتے۔ قط قط! لا تزیدوا علیٰ ھذا "بس! بس! اس سے زیادہ نہ کرو"۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے "

ان الشرک لظلم عظیم شرک بہت بڑا ظلم ہے (ابن کثیر سورۃ یوسف)

یہ ہے ایمان کے ساتھ شرک کرنے کی صورت۔

مولانا زید صاحب اس پر فرماتے ہیں:- مولانا محمد اسماعیل نے اس آیت کو جو کافروں کے بارے میں اتری ہے، مسلمانوں پر چپکا دیا اور پھر لکھا ہے کہ یہ طریقہ خوارج کا تھا۔ یعنی و

Marfat.com

لوگ شانِ نزول کے خلاف کفار سے متعلق آیات کو مسلمانوں پر لگا دیا کرتے تھے۔

(بحوالہ اصول الفقہ صـ۲۱۱)

یہ مسئلہ دراصل اصولِ تفسیر کا ہے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے اتقان میں اس مسئلہ کی وضاحت کی ہے۔

قال الزرکشی فی البرھان قد عرف من عادۃ الصحابۃ (رضی اللہ تعالیٰ عنھم) والتابعین...... الخ.....

امام زرکشی نے برہان میں لکھا ہے کہ حضرات صحابہ اور تابعین کی عام عادت یہ تھی کہ وہ فرماتے تھے، فلاں آیت فلاں واقعہ میں نازل ہوئی ہے اور اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ آیت فلاں حکم پر مشتمل ہے۔ یہ مطلب نہیں ہوتا تھا کہ وہ اس کے نزول کا سبب ہے۔ پس وہ ایک قسم کا استدلال ہوتا تھا۔

علماء تفسیر کے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ جو آیات خاص واقعات کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، انھیں حکم کی مناسبت سے دوسرے حالات تک وسیع کیا جا سکتا ہے۔ جیسے ظہار کی آیت سلمہ ابن صخر اور لعان کی آیت ہلال ابن امیہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ پھر ان آیات کا حکم عام کر دیا گیا ہے۔ آگے فرماتے ہیں:۔

اہلِ تفسیر کی اصطلاح میں نزلت ھٰذہ الآیۃ فی کذا کا مطلب کبھی یہ ہوتا ہے کہ یہ اس کا شانِ نزول ہے اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ یہ حکم اس آیت میں داخل ہے (الاتقان مصری صـ۳۱ــ۳۲)

حاصل یہ کہ..... العبرۃ بعموم اللفظ لا بخصوص السبب....

نصوص میں عموم لفظ کا اعتبار کیا جاتا ہے، نہ کہ خصوص سبب کا۔

علامہ زمخشری نے کشاف میں سورۃ ہمزہ کی تفسیر کے تحت لکھا ہے کہ:۔

"یہ بات جائز ہے کہ ایک آیت کا سبب نزول خاص ہو مگر اس کی وعید عام ہو اور ہر شخص جو اس گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، وہ اس میں شامل رہے۔"

Marfat.com

البتہ امام سیوطی رحمہ اللہ تعالے نے یہ بات بھی صاف کردی ہے کہ اگر کوئی دوسری دلیل موجود ہو جو آیت کے لفظی عموم کو خاص کردے تو پھر وہ خاص رہے گی۔ جیسے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا — وہ لوگ جو ایمان لائے اور نہیں

اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (الانعام ۸۳) — ٹھہرے وہ اپنے ایمان پر مگر ظلم کے ساتھ

میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے لفظ ظلم کے مفہومِ عام کے مطابق آیت کا مطلب لیا۔ مگر رسول اکرم صلی اللہ تعالے علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم نے ظلم کی تشریح شرک کے لفظ سے فرماکر اسے خاص کردیا۔

خوارج کی گمراہی یہ تھی کہ وہ نزولاً اور معناً خاص آیات کو بے محل استعمال کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے اسی بات کی مذمت فرمائی۔

اب غور کیجیے کہ مولانا شہید رحمہ اللہ تعالے نے آیت یوسف (علیہ السلام) کے معنوی عموم کے مطابق اس میں شرک کا ارتکاب کرنے والے مسلمانوں کو داخل کرکے کوئی گناہ کیا ہے؟

جس گھر سے تفسیر کا علم پھیلا ہو۔ اور جس ہستی نے مفسر اعظم شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالے کے سامنے زانوئے ادب طے کیا ہو، اس کے بارے میں جناب فاروقی صاحب کو ہزار بار سوچ کر یہ لکھنا چاہیے تھا کہ مولانا اسمٰعیل صاحب رحمہ اللہ تعالے نے (اس آیت میں مسلمانوں کو داخل کرکے) محمد ابن عبدالوہاب کی پیروی کی ہے۔ (صفحہ ٦١)

آئیے! اب غور کریں کہ مولانا شہید رحمہ اللہ تعالے نے اس آیت کی تفسیر میں محمد ابن عبدالوہاب کی پیروی کی ہے یا حضرات صحابہؓ و تابعینؒ کی پیروی کی ہے؟

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تفسیر

مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالے پر آیت یوسف کو مسلمانوں پر چپکانے کا الزام لگایا گیا ہے۔ کیا مولانا شہید رحمہ اللہ تعالے کو مسلمانوں سے ضد تھی؟

غور کیجیے! حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالے عنہ، مشہور صحابی ہیں۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان کا لقب صاحب سِرّ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم تھا۔ یہ حضور صلی اللہ

Marfat.com

تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کے رازدار تھے۔ آپ نے اس آیت کی کیا تفسیر کی ہے؟

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور انھوں نے اس کے بازو پر ایک تعویذ بندھا ہوا دیکھا تو اسے توڑ دیا اور پھر یہی آیت تلاوت فرمائی۔ فَرَأَى فِي عَضُدِهٖ سَيْرًا فَقَطَعَهٗ ثُمَّ قَالَ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ ..... الخ

(ابن کثیر۔ متوفی ۷۷۴ھ ج ۲ صفحہ نمبر ۴۹۴) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے بازو پر بندھے ہوئے تعویذی دھاگے پر شرک کا فتوےٰ لگایا۔

علماء حدیث کے یہاں ایک اصول طے شدہ ہے کہ کوئی صحابی کسی معاملہ میں جائز اور ناجائز کا فتوےٰ اس وقت تک نہیں لگاتا جب تک کہ اس کے سامنے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی قول یا فعل نہ ہو۔

چناں چہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ فتوےٰ جس حدیث کی روشنی میں صادر ہوا، وہ حسب ذیل ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی اہلیہ زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے میرے گلے میں ایک تعویذی دھاگا لٹکا ہوا دیکھا۔ اور اسے توڑ کر پھینک دیا۔ پھر فرمایا:۔

انتم آل عبد اللّٰہ لاغنیاء من الشرك ! "تم عبداللہ کے گھر والے شرک کی باتوں سے بے نیاز ہو" پھر فرمایا۔

میں نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

اِنَّ الرُّقٰى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ جھاڑ، پھونک، تعویذ اور محبت کا تعویذ شرک ہیں۔ (مشکوٰۃ ص۳۸۹ بحوالہ ابوداؤد)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالےٰ اور ان کے متبعین لفظ شرک سے شرک جلی (شرک کا فرد کامل) مراد لیتے ہیں اور قرآن کریم کی آیت اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِہٖ (النساء) کے تحت اسے ناقابلِ معافی گناہ قرار دیتے ہیں۔ اور علماء احناف تفصیل کرتے ہیں۔

Marfat.com

کہ اگر تعویذ میں مشرکانہ منتر شامل ہے تب تو اس کا حکم شرکِ اکبر اور شرک جلی کا ہے اور اگر پاک اور متبرک کلمات کا تعویذ ہے تو پھر وہ شرک کے حکم میں نہیں ہے۔

تمام علماء کے نزدیک حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہ وسلم نے عہدِ جاہلیت کے تعویذوں پر شرک کا اطلاق کیا ہے۔ علماء ظاہر الفاظ کے عموم پر حکم لگاتے ہیں۔ وہ دعا یہ ہے

اَذْھِبِ الْبَاس رَبَّ النَّاسِ
وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا
شِفَاءً اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً
لَا تُغَادِرُ سُقْماً

امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالےٰ کی تفسیر

امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالےٰ آیت مذکورہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس منافق کے متعلق ہے جو لوگوں کے دکھاوے کے لیے عمل کرتا ہے اور وہ اپنے عمل سے شرک کا مرتکب ہے۔ وھو مشرک بعملہ یعنی عملی منافق ہے۔

امام حسن بصری رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عملی منافق (ریاکار) پر اس آیت کا اطلاق کیا؟ کیا یہ امام صاحب کا اپنا اجتہاد تھا؟ نہیں بلکہ آپ کے سامنے رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہ وسلم کی یہ حدیث پاک تھی۔

اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمُ الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا وَمَا الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ یا رسول اللہ؟ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال الریاء!

میں تمہاری طرف سے سب سے زیادہ شرکِ اصغر (چھوٹے شرک) سے ڈرتا ہوں۔ لوگوں نے پوچھا۔ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ریاکاری کے طور پر نیک عمل کرنا۔

(ابن کثیر بحوالہ امام احمد رحمہ اللہ تعالےٰ)

ایک حدیث میں اس کی برائی کو تشبیہ دے کر فرمایا:

Marfat.com

الشرك اخفى فيكم	شرک تم میں اتنی خاموشی کے ساتھ
من دبيب النمل	آتا ہے جس طرح چیونٹی چلتی ہے اور

اس کی آواز تک نہیں آتی۔

مفسرین کی تشریحات

صاحب روح المعانی علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں۔

وقد يقال نظراً الى	آیت کے مفہوم پر نظر رکھتے ہوئے
مفهوم الاية انهم من	یہ کہا جاتا ہے کہ ہر وہ شخص جو خدا
يندرج فيهم كل من	تعالےٰ کی خالقیت کا اقرار کرے
اقر بالله تعالى وخالقيته	اور وہ کسی قسم کے شرک میں بھی مبتلا
مثلاً وكان مرتكبا مايعد	ہو، وہ اس آیت کے مفہوم میں
شراكا كيف ما كان	داخل ہوگا۔

(ج ۱۳ ص ۶۷)

ومن اولئك عبدة	اور اس قسم کے لوگوں میں وہ بھی
القبور الناذرون لها	داخل ہیں جو مزارات کے پرستار
المعتقدون للنفع	ہیں اور ان کی نذریں مانتے ہیں اور
والضر	ان سے نفع پہنچنے اور نقصان سے

بچنے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

قاضی ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ پانی پتی نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت مسلمانوں کے فرقہ قدریہ کو داخل کیا ہے اور ایمان سے ایمان لسانی مراد ہے۔

(مظہری ج ۵ ص ۲۴)

محدث ابن کثیر آٹھویں صدی ہجری کے آخر میں اس آیت کی تفسیر کے تحت صحابہ و تابعین کے مستند اقوال کی روشنی میں مبتلائے شرک مسلمانوں کو اس آیت کی وعید میں داخل

Marfat.com

کر رہے ہیں۔

کیا مولانا محمد اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کے سامنے یہ تفسیر نہ تھی ۔۔۔۔۔ صحابہ اور تابعین کے یہ اقوال نہ تھے ؟

پھر یہ کیوں تسلیم نہیں کیا جاتا کہ مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ نے ان اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام کی پیروی میں آیتِ بالا کا وہ مطلب لکھا جس سے بدعت پسند حلقوں میں کہرام مچ گیا۔

محمد ابن عبدالوہاب رحمہ اللہ تعالےٰ متوفی ۱۲۰۶ھ بمطابق ۱۷۹۲ء سے چار سو سال پہلے اس آیت کی وہ تفسیر موجود تھی جسے متاخرین علماء نے اختیار کیا۔

صاحب روح المعانی کا عہد تیرہویں صدی کا آخر ہے۔ جس صدی میں مسلمانوں کے اندر بدعات و منکرات کا دور دورہ تھا۔ اس لیے انھوں نے قبر پرستوں کو اس آیت کے تحت داخل کر کے انھیں متنبہ کیا۔

اصنام پرستوں کی مذمت میں قبر پرستوں کو شامل کرنے کی ایک مثال شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالےٰ کے ہاں بھی ملتی ہے۔ مولانا زید صاحب شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ کی قرآن فہمی کو تسلیم کرتے ہیں اور بڑی تعریف کرتے ہیں۔ اس لیے میں شاہ صاحب کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

سورۃ النحل (۲۱) میں ہے :۔

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ	اور جن کو پکارتے ہیں اللہ کے سوا۔
دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ	کچھ پیدا نہیں کرتے اور آپ پیدا
شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ	ہوتے ہیں۔ مردے ہیں جن میں جی
اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ	نہیں۔

تمام مفسرین نے اس آیت کا مصداق اصنام پرستوں کو قرار دیا ہے لیکن تنہا شاہ عبدالقادر صاحب ایسے ہیں جو مردہ پرستوں کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں۔ مردہ پرستوں میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی۔ شرک کی یہ قسم دونوں صورتوں میں نظر آتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں

Marfat.com

"شاید یہ ان کو فرمایا جو مرے ہوئے بزرگوں کو پوجتے ہیں"

شاہ صاحب نے لفظ اموات (مردے) کے حقیقی معنی پر نظر کر کے یہ احتمال پیدا کیا ہے۔ مردہ اس جاندار چیز کو کہتے ہیں جس کے اندر جان نہ رہے۔ کسی بے جان مخلوق نباتات وجمادات پر اموات کا اطلاق مجاز ہے۔ مفسرین نے مجازی معنی کا اعتبار کیا ہے۔

مولانا زید صاحب قبلہ کے پہلے اعتراض کی حقیقت آپ کے سامنے ہے۔ اسی طرح موصوف کے چھ اعتراضات کا حال ہے۔

یہ وہ پرانے مسائل ہیں جن پر پچھلے دوسو برس کے اندر سیکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ اور راقم السطور نے فرقہ مبتدعہ کے امام مولانا احمد خان صاحب کے ترجمہ پر جو علمی تجزیہ لکھا ہے، اس میں ان جملہ نزاعی مسائل پر شافی بحث کی ہے۔

یہاں اسے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ ناظرین کتاب مذکور کا مطالعہ کریں [1]

قرآن مشکل ہے یا آسان؟

مولانا زید صاحب نے مولانا شہید رحمہ اللہ تعالے کی شخصیت کو مجروح کرنے کے شوق میں ایک لایعنی اور فضول بحث یہ چھیڑی ہے کہ مولانا شہید رحمہ اللہ تعالے نے قرآن کریم کو آسان اور سہل لکھ دیا ہے۔ حالانکہ زید صاحب کے نزدیک قرآن کریم ایک مشکل کتاب ہے۔ اس بحث کا پس منظر یہ ہے کہ ہندوستان میں حضرات صوفیاء کے ذریعہ اسلام پھیلا اور عام مسلمانوں کے اندر انہی صوفیاؒ کے اقوال وملفوظات کے ذریعہ اسلامی عقائد کی اشاعت ہوئی۔ روزہ، نماز کے مسائل کے لیے فقہ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا جاتا رہا۔

---

[1] پاکستان میں یہ کتاب مولانا کی اجازت بلکہ ان کے ایماء سے احقر کے اہتمام میں چھپی ہے جس کا بہت فائدہ ہوا۔ سنی پبلیکیشنز الوہاب مارکیٹ اردو بازار لاہور کے ہاں سے دستیاب ہے۔

Marfat.com

براہ راست قرآن و حدیث کے مطالعہ سے مسلمانوں کا کوئی واسطہ قائم نہ تھا۔ بلکہ لوگوں میں یہ مشہور ہوگیا کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، اسے کون سمجھ سکتا ہے؟

اسی وجہ سے لوگوں نے حضرات صوفیاء کے ذریعے اسلام قبول تو کیا لیکن ان کے اندر سے قدیم مشرکانہ خیالات اور فاسد رسمیں دور نہ ہوسکیں۔ یہ خوبی صرف قرآن کریم کے اندازِ تبلیغ میں ہے کہ وہ امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر بھی کرتا ہے۔ صوفیائے کرام نے آسانی کے لیے صرف فضائلِ اعمال کے ذریعہ تبلیغ کی۔ نظام الدین کی تبلیغی جماعت کا طریقہ کار بھی یہی ہے۔

ہندوستان میں داعیانِ اسلام کی آمد اگرچہ دوسری ہجری میں شروع ہو چکی تھی لیکن اسلام کی اشاعتِ عام کا سلسلہ ساتویں صدی ہجری میں شروع ہوا جب تاتاری فتنہ کے سبب صوفیائے کرام کا رخ ادھر ہوا اور یہ پاکیزہ نفس گروہ بارانِ رحمت کی طرح اس خشک سرزمین پر اپنا فیض بکھیرنے لگا۔

ساتویں صدی سے چار سو سال بعد تک ہندوستانی مسلمانوں پر ایسے گزرے ہیں جن میں صوفیانہ اقوال اور تصوف کی کتابوں کے سوا مسلمانوں کے سامنے کچھ نہ تھا۔ گیارہویں صدی میں کہیں جا کر شیخ عبدالحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ محدث دہلوی عرب سے حدیث شریف لے کر ہندوستان تشریف لائے[1]۔ اور اس کے سو برس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے صاحب زادوں نے ہندوستان میں قرآن فہمی کی تحریک[2] شروع کی۔ جس کی وجہ سے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر مبتدعین نے یہ فتوے لگایا کہ شاہ صاحب نے فارسی میں قرآن کریم کا ترجمہ کرکے امت کو گمراہی میں ڈال دیا[3]۔

---

[1] آپ عرب سے مشکوٰۃ، مؤطا اور صحیحین لے کر ہندوستان آئے۔ اول کسے کہ تخم حدیث در ہند کشت

[2] حدیث کی کتاب مشارق الانوار اور کتاب المصابیح کا اس دور میں تذکرہ ملتا ہے مگر صحیح معنی میں اشاعتِ حدیث کا سہرا شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے سر ہے۔

[3] مولانا قاسمی مدظلہ، کی گفتگو سے یہ ابہام پیدا ہوتا ہے کہ ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ نے اپنے خاندان کی اس تحریک کو فروغ دیا اور تقویت الایمان میں یہ لکھا۔ "قرآن مجید میں بہت سی باتیں صاف صریح ہیں، ان کا سمجھنا مشکل نہیں"

سورۂ قمر میں چار جگہ قرآن نے یہ کہا ہے :-

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ (۱۷)	اور ہم نے قرآن کو آسان کر دیا ہے، نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے۔ پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟

قرآن کریم کا مطلب یہ ہے کہ نیکی کا پیغام حاصل کرنے اور خدا تعالےٰ اور آخرت کا یقین پیدا کرنے کے لیے قرآن کریم ایک آسان اور سہل کتاب ہے۔ اہلِ زبان براہِ راست اور عجمی لوگ ترجمہ و تشریح کی مدد سے قرآنِ کریم کے ذریعہ نصیحت حاصل کر سکتے ہیں، اس میں کوئی دشواری نہیں۔

البتہ قرآن کریم ادب و بلاغت کی ایک معیاری کتاب ہے اور ساتھ ہی قانون و دستور کا اہم ترین مجموعہ ہے۔ اس لیے قرآن کے ادب و علوم کی گہرائی تک پہنچنا عوام کے بس کا کام نہیں ہے۔ یہ علماء کا کام ہے اور خواص ہی اس کی تہہ تک رسائی حاصل

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ سے قبل حدیث کا رواج نہ تھا حالانکہ ایسی بات نہیں۔ آپ سے قبل حضرت سلطان جی نظام الدین اور حضرت چراغ دہلوی، حضرت خواجہ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی قدس اللہ سرہم العزیز جیسے اکابر کے مدارس میں حدیث پڑھنے پڑھانے کا ثبوت ملتا ہے اور ان حضرات کا اشتغال اس فن مبارک سے ہمارے قدیم تذکروں میں موجود ہے۔ اس ضمن میں مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ تعالےٰ کی کتاب "ہندوستان میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت" مطبوعہ لاہور سے بہت سے ثبوت فراہم ہو جائیں گے جن کی تفصیل کا یہاں وقت نہیں ہے۔ ہاں یہ کہنا درست ہو گا کہ حدیث کے فن مبارک کی نشاۃ ثانیہ کا سہرا ان بعد کے حضرات کے سر ہے۔ شکر اللہ تعالےٰ مساعیہم ورحمہم اللہ تعالےٰ۔ (علوی)

Marfat.com

کر سکتے ہیں۔

عام لوگوں میں مبتدعین نے قرآن کریم کو ایک دشوار ترین کراماتی کتاب قرار دے رکھا تھا۔ اس لیے لوگ قرآن کریم کے لفظوں کی تلاوت کرکے اسے جزدان کے اندر لپیٹ کر رکھ دیا کرتے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے اپنے ترجمہ کے فارسی مقدمہ میں عام مسلمانوں کو قرآن کریم پر غور و فکر کرنے کی دعوت دیتے ہوئے لکھا کہ یہی وہ کتاب حکیم ہے جس کے پڑھنے سے بچوں، بچیوں اور کم علم لوگوں میں فطری سلامتی قائم رہتی ہے اور اگر ماحول کے برے اثرات مسلمانوں کو برائیوں کی طرف کھینچ کر لے جاتے ہیں تو پھر بھی قرآن کریم کے ترجمہ کی برکت سے مسلمانوں کو توبہ کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔ (مقدمہ فتح الرحمٰن)

مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ نے تقویۃ الایمان میں لکھا ہے۔

"قرآن مجید کی بہت باتیں صاف، صریح ہیں، ان کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔"

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ تمام قرآن کریم کو آسان نہیں فرما رہے..... دعوت و تبلیغ اور وعظ و نصیحت والے حصہ کو جو قرآن کریم کا اکثر حصہ ہے، اس کو آسان فرما رہے ہیں۔

مولانا زید صاحب نے حضرت شہید رحمہ اللہ تعالےٰ پر اعتراض جڑنے کے لیے تقویت الایمان کی عبارت میں تحریف کرکے اسے اس طرح نقل کیا۔

"قران مجید کی باتیں بہت صاف صریح ہیں" ایک طالب علم بھی سمجھ سکتا ہے کہ "بہت باتیں صاف صریح" ـــــ اور "باتیں بہت صاف صریح" ان دونوں باتوں میں کتنا فرق ہے۔

کیا تعصب اور تعسف کے سر پر سینگ ہوتے ہیں؟

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ نے اپنے مقدمہ میں قرآن کریم کے مشکل ہونے کا اعلان نہیں کیا۔ صرف یہ لکھا ہے کہ:۔

"ہر چند ہندوستانیوں کو معنی قرآن اس (ترجمہ) سے آسان ہوتے

Marfat.com

لیکن استاد سے سند کرنا لازم ہے۔"

یعنی قرآنِ کریم کے مطالب کی گہرائی تک رسائی حاصل کرنے کے لیے کسی استاد کی ضرورت ہے۔

ورنہ قرآن کا پیغام توحید و آخرت ترجمہ قرآن کی مدد سے آسانی کے ساتھ سمجھا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

کریہہ اور سخت الفاظ کا موقع محل

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے الفوز الکبیر میں لکھا ہے کہ قرآن کریم نے شرک کو باطل کرنے کے لیے یہ اسلوب اختیار کیا ہے کہ عدم التساوی بین ھٰؤلاء و بینہ تبارک وتعالیٰ (ص۸) خداوند عالم اور اس کی مخلوق کے درمیان نابرابری پر مختلف پہلوؤں سے زور دیا ہے۔

یعنی شرک کی اصل وجہ یہ ہے کہ مشرکین کی نظر میں بعض چیزیں اور بعض ہستیاں عظمت واختیار میں خدا تعالےٰ کے برابر ہیں۔ اس برابری کے تصور کو توڑنے کے لیے، قرآن کریم خدا کے مقابلہ میں تمام مخلوق کے حقیر ہونے اور خدا تعالےٰ کے عظیم ہونے پر عقلی دلائل اور مشاہداتی براہین پیش کرتا ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے:۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا	بے شک جنھوں نے مسیح علیہ السلام
إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ	ابن مریم کو اللہ قرار دیا، وہ کافر ہیں۔
قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا	تم کہو کہ خدا تعالےٰ کے مقابلہ میں کس
إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ	کا بس چلتا ہے۔ اگر وہ مسیح علیہ السلام
ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي	اور ان کی ماں کو ہلاک کرنا چاہے اور
الْأَرْضِ جَمِيعًا وَلِلَّهِ	تمام روئے زمین والوں کو اور آسمان و
مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ	زمین خدا ہی کی سلطنت ہے، اور جو
وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ	ان کے درمیان میں ہے، وہ پیدا
(المائدہ ۱۷)	کرتا ہے جو چاہے۔

Marfat.com

اس پر شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ لکھتے ہیں :-

" اللہ صاحب کسی جگہ نبیوں کے حق میں ایسی (سخت)
بات فرماتے ہیں تاکہ ان کی امت ان کو بندگی کی حد سے
زیادہ نہ چڑھا دیں - والا نبی اس لائق کا ہے کو ہے ؟

قرآن کریم کی اسی اسلوب کی پیروی میں رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ سلم ہمیشہ یہ اعلان فرماتے تھے۔

"اَنَا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ - لَا تَقُوْلُوْا مَاشَاءَ اللّٰہُ وَمَاشَاءَ مُحَمَّدٌ بَلْ مَاشَاءَ اللّٰہُ وَحْدَہٗ

مولانا زید صاحب نے تقویت الایمان کے بعض سخت فقرے نقل کیے ہیں جن کی سختی کا مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کو خود اعتراف تھا لیکن مولانا کے سامنے خداوند قدوس کی الوہیت کا جو مذاق اڑایا جا رہا تھا، یہ شدت اسی کا ردِّ عمل تھی - اور اسلوب قرآنی کی پیروی تھی۔ اور اسی پس منظر میں اس شدت کو دیکھنا چاہیے اور یہی وہ سخت فقرے ہیں جن کے بارے میں بعض تذکرہ نگاروں نے یہ کہا ہے کہ مولانا کو بدنام کرنے کے لیے یہ فقرے بڑھائے گئے ہیں - واللہ اعلم[1]

---

[1] تقویت الایمان کے مسئلہ میں بعض حضرات کا یہ کہنا کہ وہ آپ کی کتاب نہیں، بالکل غلط ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالےٰ، حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں " اور کتاب تقویت الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور ردِّ شرک و بدعت میں لاجواب ہے - استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں - اس کا رکھنا، پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر کا ہے - اس کے رکھنے کو جو برا کہتا ہے، وہ فاسق اور بدعتی ہے۔ بڑے بڑے عالم اور اہل حق اس کو پسند کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اگر کسی گمراہ نے اس کو برا کہا تو وہ خود برا ہے ...... - فتاوےٰ رشیدیہ صفحہ ۲۵۱ (مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء) دوسری جگہ ہے - ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

بہر حال مولانا شہید رحمہ اللہ تعالے کی آنکھوں کے سامنے شانِ الوہیت کی جو توہین ہو رہی تھی، وہ اسے خود نقل کرتے ہیں:-

" پھر کیا کہیے ان لوگوں کو کہ اس مالک الملک سے ایک بھائی بندی کا رشتہ یا دوستی، آشنائی کا سا علاقہ سمجھ کر کیا بڑھ بڑھ کر باتیں کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے، میں نے اپنے رب کو کوڑی کو مول لیا، اور کوئی کہتا ہے کہ میں اپنے رب سے دو سال بڑا ہوں۔ کوئی کہتا ہے، اگر میرا رب میرے پیر کے سوا کسی اور صورت میں ظاہر ہو تو ہرگز اس کو نہ دیکھوں اور کسی نے یہ بیت کہی ہے ؎

دل از مہرِ محمد ریش دارم

رقابت با خدائے خویش دارم!

اور کوئی حقیقت محمدی کو حقیقت الوہیت سے افضل بتاتا ہے۔

اور اللہ پناہ رکھے ایسی ایسی باتوں سے کیا اچھی بیت کہی ہے کسی شاعر نے

؎ از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم گشت از فضل رب ص۴۳

(حاشیہ صفحہ سابقہ) بندہ کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہیں (فتاوے رشیدیہ ص۳۷۵) البتہ بعض علماء نے جس طرح مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ اور مولانا عبد الشکور مرزا پوری رحمہ اللہ تعالے کی رائے ہیں بعض لوگوں کے متعلق اس میں الحاقات یا بعض عبارات کی تبدیلی کا شبہ ضروری ہے۔ اور ایسی حرکات بہت سے لوگوں نے بہت سی کتابوں کے معاملہ میں کیں، اس سے اصل پر کوئی حرف نہیں آتا بلکہ ایسا کرنے والا بد دیانت ہے۔ الحمد للہ! کہ تقویت الایمان کے صحیح ترین نسخے اب بھی دستیاب ہیں۔

(علوی)

۲ یعنی محمد صلی اللہ تعالے علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی محبت میں میرا دل زخمی ہے اور اس معاملہ میں میرے اور میرے خدا کے درمیان رقابت (دشمنی) قائم ہے۔

Marfat.com

حضرت مجددؒ اور شاہ ولی اللہؒ کے ہاں وہابیت

بدعات مروجہ کے خلاف مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کے ہاں جو شدت پائی جاتی ہے، اسے کوئی صاحب محمد ابن الوہاب رحمہ اللہ تعالےٰ کی وہابیت سے جوڑتے ہیں تو ان سے سوال کیا جائے گا کہ بدعات کی تردید میں جو شدت حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ کے ہاں نظر آتی ہے اور اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ رحمۂ اللہ تعالےٰ کے ہاں ملتی ہے، اس کا سرچشمہ کیا ہے؟

آئیے اس پر غور کریں۔

ایک شیعی مصنف عباس رضوی نے حضرت مجدد صاحب اور ان کی اولاد کو جگہ جگہ "تنگ نظر مُلاّ" اور "متعصب ملاّ" قرار دیا ہے۔

اس کے جواب میں دوسرے سنی مصنف غوری صاحب ایم اے نے حضرت مجدد صاحبؒ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

> "یہ بھی صحیح ہے کہ مجدد صاحب نے استیصال بدعات اور غیر اسلامی رسوم سے احتراز و اجتناب پر زور دیا اور مجددؒ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ کوشش مفاد پرست طبقہ کو بھی ایک آنکھ نہیں بھائی۔ یا اس ہمہ یہی وہابیت بنی نوع انسان کی ذہنی و معاشی حریت کی منامن ہے۔ اسی لیے ان حضرات کو جو اس مفاد پرست طبقہ کے ترجمان ہیں، اس وہابیت سے فطرتاً عقیدت نہ ہوگی"

(مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ اور ان کے ناقد از مولانا ابو الحسن فاروقی ص۱۶۹)

Marfat.com

مولانا زید صاحب غوری صاحب کو دعا دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

" اللہ تعالےٰ شبیر احمد خان غوری کو کامل اجر دے کہ انھوں نے رضوی صاحب کے مکائد اور برے عزائم کا پردہ چاک کیا صـ۱۸ "

وہابیت اگر ایسی ہی بری چیز تھی جیسی مولانا زید صاحب نے اپنی دوسری کتاب میں ظاہر کی ہے تو پہلی کتاب میں موصوف نے جو نرم گوشہ وہابیت کے ساتھ اختیار کیا ہے، اس کا کیا جواب ہو سکتا ہے؟

مولانا زید صاحب مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کے بارے میں صـ۵۳ پر لکھتے ہیں کہ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ مکروہِ تنزیہی کو مکروہ تحریمی قرار دے۔ کیا زید صاحب حضرت مجدّد صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ کے بارے میں بھی یہی لکھ سکتے ہیں کہ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ بدعتِ حسنہ اور مباح کاموں کو بدعتِ سیئہ جو گناہ کبیرہ ہے کی طرح مذموم اور قابلِ نفرت قرار دے کر اس سے بچانے کی تلقین کرے پھر کیا مولانا اسمٰعیل صاحب شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کے ہاں بدعات کے لیے سختی حضرت مجدّد صاحب کی تعلیم کا نتیجہ نہیں مانی جا سکتی؟ جن کے گھر (ہندوستان) میں سنت کی اتباع اور بدعت سے اجتناب کی اتنی سخت تعلیم و تاکید موجود تھی۔ انھیں سرزمین حجاز کی وہابی تحریک سے استفادہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ کی تحریکِ اصلاح حضرات محدّثین، فقہائے کرام اور آئمہ عظام کے مسلک کے مطابق تھی۔ کیونکہ آپ نے وہی طرزِ فکر اختیار کیا جو حضرت مجدّد صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ اختیار کر چکے تھے۔

مولانا زید صاحب کے الفاظ میں مجدد صاحب کا طرزِ فکر حسبِ ذیل تھا۔

" آپ نے تمام بدعات سے اور متاخرین کے استحسانات سے بچانے کی کوشش فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ والہ واصحابہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے مبارک طریقہ کی پیروی کرنے پر زور زور دیا۔[1] (مجدد صاحب اور ان کے ناقد صـ۲۲۴)

---

[1] افسوس ہے کہ مولانا زید صاحب نے اپنے بزرگ ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

مجدد صاحبؒ کا مشن

مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالٰی سے سو سال پہلے اس صدی کے مجدّد حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالٰی نے جو مشن اختیار کیا تھا، بارہویں صدی کے ظلمت کدہ میں اس مشن کو زندہ کرنے والے مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ تعالٰی تھے۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی کا مشن (تجدید اسلام) کیا تھا؟

مجدد صاحب اپنے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم صاحب کو لکھتے ہیں:۔

"اے فرزند! باوجود ایں معاملہ کہ بخلقت من مربوط بودہ است کارخانۂ عظیم دیگرے من حوالہ فرمودہ اند و برائے پیری مریدی مرا نیاوردہ اند ومقصود از خلقت من تکمیل وارشاد خلق نیست۔ معاملہ دگر است و کارخانہ دگر۔

اے میرے بیٹے! اس مقصد کے علاوہ جو میری پیدائش سے وابستہ ہے، ایک[1] بڑا کام میرے سپرد کیا گیا ہے، مجھے پیری مریدی کے لیے دنیا میں نہیں لایا گیا ہے اور نہ میرے وجود سے تکمیل وارشاد خلق مقصود ہے میرا معاملہ دوسرا ہے اور قدرت کو مجھ سے ایک دوسرا ہی کام لینا ہے۔ (مکتوب ۲ دفتر دوئم)

وہ مقصود و مشن کیا ہے؟

دریں اوان ضعف اسلام اقامت

اسلام کی کمزوری کے اس دور میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) حضرت مجدد صاحب کے مسلک کو نظر انداز کر دیا۔ عید میلاد کے جلوس کی موافقت میں آپ کا فتوٰے حضرت مجدد صاحب کے طرزِ فکر سے کوئی میل نہیں کھاتا۔ مولانا اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی پر جو کتاب شائع ہوئی ہے، اس کے آخر میں وہ فتوٰے موجود ہے۔

[1] یعنی الا لیعبدون (سورۃ الطور ۵۶)

Marfat.com

مراسم اسلام منوط بہ ترویج سنت است و تخریب بدعت

اسلامی روایات کا قیام اس پر موقوف ہے کہ سنت کو رواج دیا جائے اور بدعت کو برباد کیا جاتے ۔

گذشتگان در بدعت حُسن دیدہ باشند کہ بعض افراد آں را مستحسن داشتہ اند اما ایں فقیر دریں مسئلہ بایشاں موافقت ندارد و ہیچ فرد بدعت را حسنہ نمے داند و جز ظلمت و کدورت دراں احساس نمے نماید قال علیہ السلام کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار
(مکتوب نمبر ۲۳-۲۹ دفتر دوم)

اگلے لوگوں نے بدعت کے اندر حسن محسوس کر کے انھیں مستحسن اور مباح قرار دے دیا۔ لیکن اس فقیر کو اس سے اتفاق نہیں اور یہ فقیر کسی بدعت کو حسنہ نہیں سمجھتا اور اس میں ظلمت و کدورت کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا۔ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں جائے گی۔"

ایک جگہ بدعتِ حسنہ کی روک تھام کا طریقہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

تا از بدعت حسنہ در رنگِ بدعت سیۂ احتراز نہ نماید بوئے ازیں دولت بمشام جان او نرسد۔
(مکتوبات ۵۴ دفتر دوم حصہ ہفتم ص)

جب تک ایک انسان بدعتِ حسنہ سے بدعت سیئہ کی طرح پرہیز نہ کرے گا، ایمان کی دولت اس کے مشام جاں تک نہیں پہنچ سکتی۔

مولانا زید صاحب کا ترجمہ

مکتوب "۵۴" کا جو اردو ترجمہ مولانا زید صاحب نے کیا ہے، وہ حسبِ ذیل ہے
" فقیر کے نزدیک سنت مبارکہ کی دائمی مطابقت اور بدعت سے اجتناب کلی سے نفس کو اطمینان اور اعمال صالحہ کے حقائق حاصل ہوتے ہیں۔۔۔

Marfat.com

جب تک بدعت حسنہ کو بھی بدعت سیئہ کی طرح نہ سمجھا جائے اور اس سے اجتناب نہ کیا جائے، یہ نعمت نصیب نہیں ہو سکتی۔ اور یہ کام اس زمانہ میں بہت مشکل ہے۔ کیونکہ تمام عالم بدعتوں میں ڈوبا ہوا ہے۔ لوگوں کو بدعتوں کی ظلمت میں آرام مل رہا ہے۔ کس کی مجال ہے کہ بدعتوں کو دور کرنے کے سلسلہ میں دم مارے اور احیائے سنت کا لفظ کون زبان پر لا سکتا ہے۔ اس وقت کے اکثر علماء بدعتوں کو رائج کر کے سنتوں کو مٹانے والے ہیں۔ جو بدعتیں رائج ہو چکی ہیں، ان کو تعامل کے نام پر مستحسن قرار دے رہے ہیں اور فتوے دے کر لوگوں کو بدعت کی راہ دکھا رہے ہیں[1]

در رنگِ بدعت سیئہ کا کیا مطلب ہوا؟ یعنی بدعت سیئہ (گناہ کبیرہ) کی طرح۔ جب تک بدعت حسنہ سے پرہیز نہ کیا جائے گا اور یہ جب ہی ہوگا جب بدعتِ سیئہ کی طرح بدعتِ حسنہ کی مذمت کی جائے گی۔

ظاہر ہے کہ شرک خفی اور شرک اصغر بدعتِ حسنہ سے زیادہ برا ہے تو کیا شرک اصغر کی روک تھام کے لیے یہ ضروری نہ ہوگا کہ مبلغ و مصلح اس شرک اصغر پر، شرکِ اکبر کی طرح نکتہ چینی اور مذمت کرے۔

اصلاح منکرات کا یہی اصول مسلمہ ہے اور یہی اصول امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ اور اصحابِ ظواہر کا ہے۔

قرآن و حدیث میں اکثر جگہ شرکِ اصغر پر مطلق شرک کا اطلاق کیا ہے اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ اسے ظاہری مفہوم پر حمل کرتے ہیں۔

مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے اصلاحِ بدعات کے لیے اسی اصول کو اپنایا ہے۔ اور اس کے لیے جہاد قولی کا فرض ادا کیا ہے۔

مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جہادِ قولی کا حکم دیتے ہوئے اکبری حکومت کے ایک

---

[1] مکتوب ۵۴ دفتر دوم۔

Marfat.com

امیرِ خان اعظم خاں کو ہدایت کرتے ہیں۔

ایں جہاد قولی کہ امروز شمارا میسر	یہ قولی جہاد کہ جس کا موقع تمہیں حاصل
شدہ است جہاد اکبر است وایں	ہے۔ جہاد اکبر ہے۔ یہ قولی جہاد تلوار
جہاد گفتن را بہ از جہاد کشتن دانید	کے جہاد سے بہتر ہے۔

دادیم ترا زِ گنج مقصودِ نشاں

گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

ہم نے تم کو خزانے کا پتہ دے دیا ہے، اگر ہم اسے حاصل نہ کر سکیں تو شاید تم ہی حاصل کر سکو۔ (مکتوب ۶۵ دفتر اوّل صہ۸۶) حضرت مجدد صاحب۔

شیخ فرید بخاری اپنے ایک محبوب مرید کو لکھتے ہیں:۔

"یقین تصور فرمائید کہ فساد صحبتِ مبتدع زیادہ از فساد صحبت کافر است"

(مکتوبات دفتر اوّل فارسی صہ۶۸)

بدعتِ حسنہ پر قتل کر دیا جائے گا

حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ اپنے مرید خاص ملا طاہر لاہوری کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

پس بدعت را حسنہ گویند یا سیئہ	"بدعت کو حسنہ کہیں یا سیئہ کہیں۔ یہ
مستلزم رفعِ سنت است امروز	سنت کو ختم کرنے والی ہے۔ آج
ایں سخن بواسطہ شیوع بدعت بر	لوگ بدعات کے رواج پا جانے کی
اکثرے گرانست امّا فردا معلوم	وجہ سے میری بات کو پسند نہیں کرتے
خواہند کرد کہ ما بر ہدایتیم۔	لیکن کل قیامت کے دن انہیں معلوم

ہو گا کہ ہم ہدایت پر ہوں۔"

پھر لکھتے ہیں کہ امام مہدی موعود اپنی سلطنت کے زمانہ میں سنت نبوی صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کی ترویج کے لیے جدوجہد کریں گے۔ اس زمانہ میں مدینہ منورہ کے اندر ایک

Marfat.com

عالم ہوگا جو بدعات کا مرتکب ہوگا۔ اور اسے بدعت حسنہ قرار دیتا ہوگا اور دین میں شامل کرتا ہوگا۔ وہ شخص امام مہدی کے بارے میں تعجب سے کہے گا کہ یہ شخص دین کو ختم کر رہا ہے اور ملت کو برباد کر رہا ہے۔ امام مہدی اسے قتل کرنے کا حکم جاری فرما دیں گے اور... حسنہ او راسیئہ انگارد .... اس کی بدعت حسنہ کو بدعت سیئہ شمار کریں گے۔ (دفتر اول فارسی مکتوبات نمبر ۲۵۵) اور اسے مرتد کے حکم میں لاکر مباح الدم قرار دیں گے۔ حالاں کہ ایک مومن شرک جلی اور کفر اختیار کرنے سے مرتد ہوتا ہے۔ گناہ صغیرہ یا کسی گناہ کبیرہ اختیار کرنے سے مرتد نہیں ہوتا۔

Marfat.com

بدعات کے خلاف ولی اللّٰہی اکابر کا اعلانِ حق

حضرت امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری وصیت میں بدعاتِ مروجہ کے خلاف جس غم و غصہ کا اظہار کیا، حقیقت یہ ہے کہ مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ کے اندر اپنے دادا اور چچاؤں کا وہی جوش و جلال کارفرما تھا ـــــــ یہ آگ باہر کی نہیں تھی۔ بلکہ ان کے اپنے گھر کی تھی۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی آخری وصیت میں فرماتے ہیں:۔

"ما مردم غریبیم کہ در دیار ہندوستان آبائے ما بہ غربت افتادہ اند۔"

ہم لوگ غریب الوطن ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد بھی جب ہندوستان آئے تھے تو ایسے ہی غریب الوطن تھے۔

وہ شخص جس نے زندگی کے تیس سال باقاعدہ عوامی تبلیغ و اصلاح کی جدوجہد[1] میں صرف کیے لیکن خواص کی ایک جماعت کے سوا وہ عوام میں، حکمرانوں میں اور امراء میں کوئی تبدیلی نہ دیکھ سکا۔ پھر وہ اس دُنیائے فانی سے رخصت ہوتے ہوئے ایسی دل شکستگی، ایسی مایوسی، اور ایسی دلفگار بے قراری کا اظہار نہ کرتا تو کیا کرتا؟ اور یہ ہندوستان کا سب سے بڑا عالم ہے اور مسلم حکومت کی راجدھانی میں بیٹھ کر یہ بات کہہ رہا ہے۔ اس کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ

---

[1] شاہ ولی اللہؒ نے (۶۲) برس کی عمر پائی۔ ۱۱۴۵ھ کو حج بیت اللہ سے واپس آکر باقاعدہ اصلاح و دعوت کا کام شروع کیا۔ اس لحاظ سے تبلیغ و دعوت کا عوامی دور تیس برس رہا۔ آپ کا پورا تعلیمی اور تدریسی دور ۴۷ برس رہا۔ وفات ۱۱۷۶ھ ولادت ۱۱۱۴ھ۔

Marfat.com

پھر اپنے جانشینوں کو نصیحت کرتے ہیں۔

"رسوم عجم و عادات ہنود درمیان خود نگذاریم"

"اہل عجم کی رسمیں اور اہل ہنود کی عادات اپنے اندر نہ چھوڑیں۔ سب کو نکال باہر پھینکیں"

شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالے طبیعت کے بے حد نرم تھے۔ آخر عمر میں آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے۔ اس قابل نہ رہے تھے کہ میدان میں نکل کر آئیں مگر اپنے فتوے میں بت پرستی پر روشنی ڈالتے ہوئے مسلمانوں کی قبر پرستی پر اظہار افسوس کرتے ہیں اور لکھتے ہیں۔

"وہمین است حال فرقہ ہائے بسیار از مسلمین مثل تعزیہ سازان و مجاوران قبور و جلالیان و مداریان۔ (فتاوے عزیزی مجتبائی دہلی ص ۱۴۰)

یہی حال مسلمانوں کے کافی فرقوں کا ہے، جیسے تعزیہ بنانے والے اور مزارات کے مجاور اور جلالی اور مداری فرقہ کے صوفی۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالے سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ محمد اسمٰعیل صاحب رحمہ اللہ تعالے کے علمی اور اصلاحی فیض میں کیا فرق تھا؟ مولانا نے فرمایا شاہ عبدالعزیز صاحب کا فیض عام تھا اور مولانا شہید کا فیض تام تھا۔

سبحان اللہ! حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالے نے بڑے علمی انداز میں چچا اور بھتیجے کے درمیان فرق واضح کر دیا۔

شاہ عبدالقادر صاحب اپنی معجزانہ بلاغت کے ساتھ چند جملوں میں تمام اعتقادی اور عملی بدعات کی جڑ کاٹ کر تشریف لے گئے۔ (سورۂ شوریٰ آیت ۴۴) کے تفسیری حاشیہ پر یہ مختصر فقرے لکھے

"یعنی نبی پیغام پہنچاتا ہے اور بندوں کو سب معاملت اپنے رب سے ہے"

مطلب واضح ہے کہ نبی و رسول صلی اللہ تعالے علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کا مشن اپنی تقریر اور اپنے عمل سے خدا کے بندوں تک اس کا پیغام پہنچانا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بندوں کے سارے معاملات اپنے پروردگار سے متعلق ہیں۔ روزی کا معاملہ ہو یا تندرستی کا، مغفرت کا معاملہ ہو یا اخروی نجات کا۔

وسیلہ کی مشہور آیت (المائدہ ۳۵) پر حاشیہ لکھتے ہیں۔

Marfat.com

"یعنی رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کی اطاعت میں جو نیکی کرو، وہ قبول ہے اور اس کے بغیر عقل سے کرو، سو قبول نہیں۔"

شاہ صاحب نے واضح کر دیا کہ قرآن کریم میں جس وسیلہ کا تذکرہ ہے، وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کی اطاعت کا وسیلہ ہے، اطاعت رسولؐ ہی کے ذریعہ قبولیت کا درجہ ملتا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ (۱۲) سال اپنے والد شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مدرسہ رحیمیہ میں تعلیم و تدریس کی خدمت انجام دینے کے بعد حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے اور وہاں کے مشائخ سے دوبارہ حدیث پڑھی۔ اور ایک سال حرمین میں قیام کر کے ۱۱۴۵ھ میں ہندوستان واپس تشریف لائے۔

محمد ابن عبدالوہاب کا دور بھی یہی تھا۔ شیخ محمد ابن عبدالوہاب کی ولادت ۱۱۱۱ھ/۱۶۹۹ء اور وفات ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء ہے۔ بارہویں صدی ہجری ان دونوں عالموں کی اصلاحی جدوجہد کی صدی ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب شیخ محمد بن عبدالوہاب سے دو سال بڑے تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے اصلاحی پیغام میں بدعات کے خلاف جو زبردست جوش و جذبہ ہے، کیا اسے بھی وہابی تحریک سے وابستہ کیا جا سکتا ہے؟

اور جب ولی اللّٰہی خاندان کو بدنام کرنا ہی ٹھیرا تو اس ہستی پر یہ الزام لگانا کیوں مشکل ہے کہ شاہ صاحب نے بھی حرمین کے قیام کے دوران وہابی تحریک سے روشنی حاصل کی اور محمد ابن عبدالوہاب کی پیروی کی ——؟

❋

Marfat.com

فیروز شاہ تغلق کی اصلاحات

ہندوستان دنیا کا سب سے قدیم بت کدہ ہے۔یہاں کی آب وہوا میں شرک و بت پرستی اور توہم پرستی رچی ہوئی ہے۔ خدا تعالے اگر ہر دور میں توحید وسنت کی حفاظت کرنے والے مردان حق رحمہم اللہ تعالے کو کھڑا نہ کرتا رہتا تو اس صنم کدہ میں اسلام کا زندہ رہنا بہت مشکل تھا۔

فیروز شاہ تغلق آٹھویں صدی ہجری[1] کا حکمران ہے۔ یہ تغلق بادشاہ نہایت دین دار اور خدا پرست تھا۔ اس نے اپنے دور میں منکرات وبدعات کا پوری طاقت سے قلع قمع کیا۔ یہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کا ہم عصر ہے، وہ اپنی خود نوشت یادداشت (فتوحاتِ فیروزشاہی) میں اپنی جاری کردہ اصلاحات پر روشنی ڈالتا ہوا لکھتا ہے۔

(۱) دہلی میں احمد بہاری نام کا ایک شخص تھا جسے اس کے مرید خدا کہتے تھے۔ یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ والہ واصحابہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جس شخص کے گھر میں نو بیویاں ہوں، وہ بھلا نبی ہوسکتا ہے۔ اس کا ایک مرید کہتا تھا کہ دہلی میں خدا یعنی احمد بہاری ظاہر ہوا۔ یہ شخص لوگوں کو ترک دُنیا کا سبق دیتے تھے۔ میں نے ان کو پابہ زنجیر بلاکر قتل کرادیا۔

---

[1] ۱۳۵۱ء تا ۱۳۸۸ء

Marfat.com

(۲) دہلی میں ایک شخص رکن الدین نامی تھا جو اپنے آپ کو مھدی اخرالزمان کہتا تھا اور کبھی "رکن الدین رسول اللہ" کہتا تھا۔ علماء دین نے اس پر مرتد ہونے کا فتوے لگایا اور میں نے اسے بھی قتل کرادیا۔

(۳) شہر دہلی میں یہ دستور عام تھا کہ متبرک راتوں، شب برات، شب قدر، شب معراج میں عورتیں پالکیوں، بہلیوں اور ڈولیوں میں بیٹھ کر گروہ در گروہ دلی کے مزارات پر جاتی تھیں اور آوارہ مزاج نوجوان ان کے پیچھے پیچھے ہوتے تھے اور وہاں فتنہ وفساد کی باتیں ہوتی تھیں۔ میں نے یہ رسم بند کرادی۔ میں نے حکم دیا کہ کوئی عورت مزارات پر نہ جائے۔

خدا کی نصرت وعنایت سے میں نے اس قسم کی بدعات کا استیصال کیا اور سنتِ نبوی کو زندہ کیا۔ (تاریخی مقالات از ڈاکٹر اسلم مطبوعہ لاہور ص۱۸۰)

شیخ چراغ دہلوی کے دور کی دلیؒ کا یہ حال تھا..... بے شک یہ مشائخ چشت اپنی خانقاہوں میں تربیت وتزکیہ کا فرض ادا کرتے تھے لیکن اصلاحِ عقائد اور نہی عن المنکر کا شعبہ الگ ذمے داری رکھتا تھا۔ جس کے لیے خداتعالےٰ مجاہد سلاطین اور علماء کو کھڑا کرتا رہتا تھا اور وہ لوگ اس فرض کو انجام دیتے تھے۔

تاریخ سے کہیں یہ بات ثابت نہیں کہ مشائخ ربانی اور صوفیائے حق نے جہادِ قولی ادا کرنے والوں کی مخالفت کی۔ وہ حضرات اپنا کام کرتے تھے۔ اور یہ مجاہد اپنا فرض ادا کرتے رہتے تھے۔ اور اسی دوطرفہ خدمتِ دین سے ہندوستان میں اسلام کی حفاظت ہوتی رہی۔

قاضی مغیث اور حضرت سلطان جی کا واقعہ مشہور ہے۔ قاضی صاحب نے حضرت سلطان جی سے مزامیر کے مسئلہ میں مناظرہ کیا۔ یہ قاضی صاحب جب بیمار پڑے تو حضرت ان کی مزاج پرسی کے لیے تشریف لائے۔ قاضی صاحب نے کہلا بھیجا کہ میں بدعتی سے ملاقات

Marfat.com

نہیں کر سکتا۔ قاضی صاحب کے سامنے حضور اکرم صلی اللہ تعالے علیہ والہ واصحابہ وسلم کی یہ حدیث تھی۔

ومن وقر صاحب بدعۃ	جس شخص نے کسی بدعتی کا احترام کیا
فقد اعان علی ھدم الاسلام	اس نے اسلام کو مٹانے کے کام
(مشکوٰۃ - ۳۱)	میں اعانت کی۔

حضرت نے قاضی صاحب کا یہ پیغام سن کر کہا۔ قاضی صاحب سے کہو کہ بدعتی بدعت سے توبہ کر کے آیا ہے۔ قاضی صاحب یہ سن کر رونے لگے اور کہا۔ میری پگڑی لے جاؤ اور اسے حضرت سلطان جی کے راستہ میں بچھا دو۔ آپ میری پگڑی پر قدم رکھتے ہوئے میرے پاس تشریف لائیں۔

یہ حضرات مشائخ ربانی تھے۔ یہ اس نکتہ کو سمجھتے تھے کہ ہمارا دائرہ غیر مسلموں کو نرمی اور دل داری کے ساتھ اسلام میں داخل کرنا ہے اور ان علماء کا کام نومسلموں میں سے زلۂ شرک کی رسموں کو دور کرنا ہے۔

Marfat.com

رفع یدین اور آمین کی سنت کا احیاء

مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ تعالٰی نے ابتداء میں سنت نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ حقارت و نفرت کا ذہن ختم کرنے کے لیے رفع یدین پر عمل کرنا شروع کیا۔ یہ دور جزوی عقائد میں انتہائی تشدد کا دور تھا۔ بعض لوگ رفع یدین کرنے والوں کو مسجد سے نکال دیا کرتے تھے [1]

---

[1] لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ آپ کا یہ طرز عمل وقتی اور ہنگامی تھا جس کی مصلحت ظاہر ہے۔ بعد میں آپ نے ایسا کرنا ترک کر دیا۔ چنانچہ "تنبیہ الضالین"، و "ہدایت الصالحین" میں ہے کہ :" سچ یوں ہے کہ ان کا یہ گمان (جو مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالٰی کی طرف آخر وقت تک رفع یدین کی نسبت کرتے ہیں) فاسد اور محض ظلم اور کذب ہے۔ وہ ہرگز ایسے نہ تھے بلکہ انھوں نے نواح پشاور میں بعد مباحثہ علماء حنفیہ کے رفع یدین چھوڑ دیا تھا اور (وہ) عالم محقق تھے۔ ایسے لوگوں کو جو ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جو پاتے تو گورپرستوں سے زیادہ بد جانتے اور جیسا کہ گورپرستوں کو رد کیا، ان کو بھی مردود کر کے چھوڑتے۔ یہ محض دغا بازی اور فریب ہے لوگوں کا جو مولوی موصوف کو اپنا امام (غیر مقلدی) میں گنتے ہیں۔ اور ایک رسالہ تنویر العینین کا جو بعضے آدمیوں نے ان کی شہادت کے بعد ان کا کر کے مشہور کیا۔ اگر وہ ان کا ہو تو بھی سبب اس کے کہ انھوں نے رفع الیدین آخر عمر میں ترک کیا۔ اس بات میں معتبر نہ رہا موافق مذہب اہل حدیث کے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

میرے بڑے دادا محمد ابراہیم خان صاحب تحصیل داری کی سروس سے ریٹائر ہو کر مولانا نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالےٰ کے حلقہ درس حدیث میں جانے لگے تھے۔ دادا صاحب جب آمین بالجہر اور رفع یدین کرتے تو حنفی صاحبان ان کے پیچھے پڑ جاتے۔ چنانچہ وہ بخاری شریف اپنے پاس رکھا کرتے تھے اور جب کوئی حنفی ان سے الجھا کرتا تو وہ کتاب کھول کر اسے مطمئن کر دیتے۔

اس ماحول میں مولانا اسمٰعیل صاحبؒ نے یہ اصلاحی قدم اٹھایا۔ لوگوں نے ان کے تایا اور چچا جان صاحبان سے شکایت کی۔ شاہ عبدالقادر صاحب نے مولانا محمد یعقوب صاحب برادر شاہ اسحٰق صاحب کے ذریعہ انھیں سمجھانے کی کوشش کی۔ مولانا نے جواب دیا۔ اگر عوام میں فتنہ پھیلنے کا خیال کیا جائے تو اس حدیث کا جواب کیا ہو گا؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا۔

من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید	"جو شخص میری امت میں فساد برپا ہونے کے وقت میری سنت کو پکڑے گا اسے سو شہیدوں کے

برابر ثواب ملے گا"۔

شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ نے یہ جواب سن کر فرمایا۔ یہ تو اس وقت

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) العبرۃ بالخواتیم وانما الاعمال بالخواتیم

(صفحہ ۷۷ ـــــ ۸۸) مطبوعہ سید الاخبار دہلی ۱۲۶۲ھ

یہ کتاب ان لوگوں کے متعلق بعض اہم فتاوے پر مشتمل ہے جو اس دور میں اپنے آپ کو اہل حدیث شمار کر کے پوری امت مسلمہ کو بوجہ تقلید گمراہ کہتے ہیں۔ (والعیاذ باللہ)

اس کا تفصیلی تعارف ہم مقدمہ میں کرا چکے ہیں۔

(علوی)

ہے، جب سنت کی جگہ خلاف سنت کوئی کام ہو رہا ہو لیکن اس معاملہ میں تو ایک سنت (رفع یدین) کی جگہ دوسری سنت (عدم رفع یدین) جاری ہے۔

مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ نے اس حدیث کا جو مفہوم لیا، شاہ عبدالقادر صاحب کا ذہن اس باریک مفہوم کی طرف نہیں جا سکا۔

فساد امت کا مطلب توہین سنت ہے۔ تمام اماموں کے نزدیک رفع یدین سنت ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ افضل اور راجح سنت کون سی ہے۔ ایک امام رفع کو راجح کہتا ہے اور دوسرا عدم رفع کو راجح قرار دیتا ہے۔

اور تمام اماموں کے نزدیک رسول پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کی کسی سنت کو حقارت سے دیکھنا شدید ترین گناہ ہے۔ کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ رفع یدین یا آمین بالجہر کی سنت کو حقارت سے دیکھے .... عمل کرنے یا نہ کرنے کا اسے اختیار حاصل ہے۔

یہ توہین سنت کا ذہن شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ کے سامنے تھا اور وہ اسے ختم کرنا چاہتے تھے۔

مولانا زید صاحب نے اسے مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کی "خود رائی" قرار دیا ہے کہ انھوں نے اپنے چچاؤں کی بات کو نہ مانا لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس مردِ حق کی نگاہ جس باریک مصلحتِ دین کی طرف تھی، اس کی طرف کسی کی نگاہ نہ جا سکی[1] یہ خود رائی نہیں تھی بلکہ احترام سنت کا جذبہ تھا۔

تقلید شخصی اور مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ

دراصل توہین سنت کا جذبہ اسی وقت جنم لیتا ہے جب کسی شخص میں تقلید شخصی کے

---

[1] اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ تصوف و معرفت کی جن باریکیوں تک حضرت مجدد صاحب کی رسائی ہوئی۔ آپ کے مرشد خواجہ باقی اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے ان کا اعتراف کیا اور اپنے مرید کی فضیلت کو تسلیم فرمایا۔

Marfat.com

معاملہ میں تشدد کا ذہن پیدا ہوجاتا ہے اور تقلید فقہی کو اتباع رسالت صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہ وسلم کا درجہ دیا جانے لگتا ہے۔

اسی وجہ سے حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ کی تعلیمات میں تقلید شخصی کا تشدد موجود نہیں تھا۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور حضرت مجدد صاحب کے درمیان جو اختلافات تھے، اس کا ایک سبب تقلید کے بارے میں دونوں بزرگوں کے درمیان طرز فکر کا اختلاف تھا۔

مولانا زید صاحب نے صاحب اتحاف کے حوالہ سے اس پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:۔

"وجہ این نقاد آن است کہ حضرت شیخ را در تقلید مذہب تعصب بسیار بود و مجدد را در اتباع سنت و رد بدعات طریقت و شریعت صلابت تام"۔ (صفحہ ۱۶۶)	یعنی اس اختلاف و نزاع کا سبب یہ تھا کہ شیخ محدث کو تقلید مذہب (فقہی) میں بے حد تشدد تھا اور مجدد صاحب مطلق اتباع سنت اور تصوف و شریعت میں بدعات کی تردید پر پورا زور صرف کرتے تھے۔

حضرت مجدد صاحب ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:۔

باوجود التزام این مذہب مرا با امام شافعی رحمہ اللہ تعالےٰ گویا محبت ذاتی است و بزرگ مے دانم لہذا در بعضے اعمال نافلہ تقلید مذہب او مے نمایم۔	باوجود اس کے کہ میں حنفی مسلک کی پابندی کرتا ہوں لیکن مجھے امام شافعی رحمہ اللہ تعالےٰ سے ذاتی محبت ہے اور میں انھیں بزرگ مانتا ہوں۔ اور اسی لیے بعض نفلی عبادات میں ان کے مسلک کی پیروی کرتا ہوں۔

(مکتوب ۵۵ دفتر دوم حصہ ہفتم صفحہ ۱۴)

مولانا زید صاحب نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ کے متعلق لکھا ہے

Marfat.com

کہ انھوں نے علامہ کورانی شافعی سے حدیث کا علم حاصل کیا تھا۔ اس لیے ان کا کچھ میلان شافعیہ کی طرف بھی ہوگیا تھا۔ صہ۴۲

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں مجدد دین کے درمیان ذہنی اور روحانی مناسبت قائم تھی اور اسی کا اثر مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کے اندر پیدا ہوا۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے اپنی مشہور کتاب عقد الجید میں بھی چاروں فقہی مذاہب کے حق ہونے پر زور دیا ہے اور تقلید شخصی میں تشدد کے ذہن کو توڑا ہے اور مجدد صاحب اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے ان بنیادی تصورات سے فرقہ بندی اور گروہی تعصب کی بیماری کا بڑی حد تک خاتمہ ہوا ہے۔

مولانا زید صاحب تقویت الایمان پر غصہ اتارتے ہوتے لکھتے ہیں:۔ اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی[1] کا دور شروع ہوا۔ کوئی غیر مقلد ہوا، کوئی وہابی بنا اور آئمہ مجتہدین کی جو عظمت دلوں میں تھی، وہ ختم ہوئی۔ (صفحہ ۹) لیکن فقہی مسائل میں تشدد اور تعصب کا ختم ہونا اگر مذہبی آزاد خیالی ہے اور یہ کوئی بری چیز ہے تو اس کی ذمہ داری مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ پر عاید نہیں ہوتی بلکہ اس کی ذمہ داری حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ پر عاید ہوتی ہے جس کی بنیاد ان دونوں بزرگوں کے طرز فکر میں ملتی ہے۔

جناب زید صاحب کو "تقویت الایمان" پر اتنا غصہ ہے کہ موصوف کے نزدیک اس کتاب سے۔

---

[1] مولانا زید صاحب قبلہ کو مذہبی آزاد خیالی کا الزام ان بزرگوں پر لگاتے وقت قطعاً احساس نہ ہوا۔ اللہ تعالےٰ انھیں معاف فرماتے اور عمر کے اس مرحلہ میں جس طرح وہ بہک گئے ہیں، اس سے انھیں محفوظ فرماتے اس لغو اور لایعنی الزام کی تردید کے لیے متعدد شہادتیں موجود ہیں۔ فی الوقت ہم ایک ایسی شہادت کا ذکر کرنا چاہتے ہیں، جو انتہائی اہم ہے۔ حضرت سید صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

.....(حاشیہ صفحہ سابقہ) کے مکتوبات (فارسی) کے قلمی نسخہ کا عکس سید احمد شہید
اکادمی لاہور نے ۱۹۷۱ء میں شائع کیا جس کے مکتوب الیہ علماء پشاور ہیں - یہ خط نہایت
درجہ مدلل اور پر زور ہے - مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتاب سیرت سید احمد شہید
ج ۲ پر "مذہبی بے قیدی" کے الزام کے رد میں اس مکتوب کو ترجمہ سمیت نقل کیا ۳۲۴
ہے - ہم بعد شکریہ مکتوب کے متعلقہ حصہ کا ترجمہ "سیرت سید احمد شہید" رحمۃ اللہ تعالےٰ سے
نقل کر رہے ہیں - اللہ تعالےٰ کا خوف اور آخرت کی مسئولیت کا احساس ہو تو اس کے بعد
الزام بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے لیکن اگر کوئی انسان ان باتوں سے محروم ہو جائے تو اس کا
اللہ حافظ - کوئی صاحب یہ کہیں کہ یہ خط حضرت سید صاحب کا ہے تو انہیں معلوم ہونا چاہیے
کہ ان مکاتیب کے کاتب مولانا شہید تھے جو اپنے شیخ کے وفادار اور جانثار خادم تھے - ان
کا مسلک اپنے شیخ کا مسلک تھا، اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں اور ہم رفع یدین کے ضمن
میں اس کو نقل بھی کر چکے ہیں - اب سنیں متعلقہ حصہ مکتوب کا ترجمہ :- "سننے میں آیا ہے کہ ان
افتراء پردازوں کا ایک افتراء یہ ہے کہ اس فقیر بلکہ پوری جماعت مجاہدین کو الحاد و زندقہ
کی طرف نسبت کرتے ہیں اور اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ان پردیسیوں کا کوئی مذہب نہیں -
اور یہ کسی مسلک کے پابند نہیں - محض نفسانیت پرست اور رندرت نفسانی کے جویا ہیں - خواہ
کتاب اللہ کے موافق ہوں یا مخالف - خدا کی پناہ - واضح ہو کہ ہم غریبوں کی اس امر شنیع کی
طرف نسبت محض افتراء و بہتان ہے - یہ فقیر اور اس فقیر کا خاندان ہندوستان میں گمنام نہیں
ہزاروں ہزار آدمی، کیا خاص اور کیا عام، اس فقیر کو اور اس کے بزرگوں کو جانتے ہیں - اور
ان کو معلوم ہے کہ اس فقیر کا مذہب اباً عن جدٍ حنفی ہے اور اس وقت بھی خاکسار
کے تمام اقوال و اعمال احناف کے اصول و قوانین اور قواعد کے مطابق ہیں - ان میں سے
ایک بھی اس اصول سے باہر نہیں - ہاں انسان بمقتضائے بشریت جو کچھ غلطی ہو جائے اس کا
امکان ہے - اور اس کے ہو جانے کے بعد اس کا اعتراف ہے اور اگر کوئی تنبیہ کرے تو
رجوع کرنے کے لیے تیار ہوں - البتہ ہر مذہب میں محققین کا طریقہ اور ہوتا ہے اور غیر محققین
کا اور - بعض روایتوں کو بعض پر ترجیح دینا دلیل کی قوت کا لحاظ کر کے سلف سے منقول،

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

"مسلمانوں کی یک جہتی اور یک مذہبی تمام ہوئی۔ نوسو سالہ مسلم حکومت کا خاتمہ ہوا۔ تیس سال کی مدت میں صدہا سال کی تمام نعمت ہاتھ سے نکل گئی" (ملخص ص۱۴۳)

واقعی اگر تقویت الایمان سے یہ قیامت برپا ہوئی تو یہ طرز فکر سو برس پہلے حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکتوبات نے پیدا کیا تھا جو حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بویا تھا۔ اسی کے برگ و بار مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ پروان چڑھے۔ بنیاد پہلے سے موجود تھی۔ حضرت شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی بنیاد پر ایک شان دار عمارت تعمیر کر دی۔

لیکن شاید مولانا زید صاحب کو غیض و غضب کے جوش میں اس حقیقت کا احساس نہ رہا کہ حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس تصور کی بنیاد رکھی اور حضرت مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جسے پھیلایا اور پروان چڑھایا، اس کے نتیجہ میں ملت اسلامیہ کے اندر سے گروہی تعصب کی شدت کم ہوئی اور خالص اتباع کتاب و سنت کے تصور کو فروغ حاصل ہوا۔

..... (بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

عبارتوں کی توجیہہ، مختلف مدّون مسائل میں تطبیق دینا اور اس طرح کی باتیں اہل تدقیق و تحقیق کا ہمیشہ سے دستور رہا ہے۔ محض اتنی سی بات پر وہ مذہب سے خارج نہیں ہو جاتے بلکہ ان لوگوں کو اس مذہب کے ہیروؤں کا لُب لُباب سمجھنا چاہیے جس شخص کو اس مسئلے میں کچھ شبہ ہو اس کو چاہیے کہ اس فقیر کے پاس آکر زبانی اور رو در رو اس اشکال کو حل کرے یا خود سمجھ لے یا اس فقیر کو سمجھا دے"

بتائیں اس مکتوبِ سامی کے بعد کیا باقی رہ جاتا ہے؟

رب العزت زیغ و ضلال سے بچائے۔ (آمین)

(علوی)

Marfat.com

رہا نوسوسالہ حکومت کا خاتمہ تو للّٰلہ انصاف کی حد سے آگے نہ بڑھیے ۔ یہ انعام
گر خدا تعالےٰ نے واپس لے لیا، تو حکمرانوں کی خانہ جنگی، عیاشی اور عیش پرستی، اور
مراء حکومت کی چاپلوسی اور علماء و مشائخ کے ایک طبقہ کی عافیت پسندی اور خانقاہی
شم پوشی کے سبب واپس لیا گیا۔ محترم زید صاحب اشارتاً کنایتاً اس کی ذمہ داری بھی
"تقویت الایمان" پر ڈال رہے ہیں۔

Marfat.com

پیروں کی محبت کا جوش

موجودہ تقویت الایمان کو اگر بعینہٖ مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کی کتاب تسلیم کر لیا جائے تو مخالفین کی طرف سے آپ پر زیادہ سے زیادہ یہ اعتراض وارد کیا گیا۔ ہے کہ شاہ صاحب کے قلم سے خدا کی محبت کے جوش میں انبیاء اور اولیاء کی شان میں سوء ادب ہو گیا۔ (معاذ اللہ!) لیکن ان صوفیائے کرام کے متعلق کیا کہا جائے گا، جن کی زبان و قلم سے اپنے پیروں کی محبت میں حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم اور صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کی توہین ہوئی ہے۔

مولوی احمد رضا خان!

مولانا زید صاحب نے تقویت الایمان پر تنقید کر کے جس طرح محبت رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم کا حق ادا کیا ہے، کیا میں امید کروں کہ مولانا محترم مولوی احمد رضا خاں صاحب کی کتابوں کا تحقیقی مطالعہ کر کے ان کتابوں میں رسول پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم اور اولیاء کرام کے حق میں جو توہین آمیز باتیں ہیں، ان پر بھی قلم اٹھائیں گے اور تحقیق کا حق ادا کریں گے؟

(۱) خاں صاحب نے لکھا ہے کہ حضرات انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اور وہاں کھاتے پیتے ہیں اور اپنی بیویوں کے ساتھ مباشرت کرتے ہیں

(ملفوظات مولانا احمد رضا خان جلد ۳ صفحہ ۳۰)

حیات النبی (صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم) کی کتنی عمدہ تشریح کی گئی ہے؟

Marfat.com

کیا مولانا زید صاحب اس سے متفق ہیں؟

(۲) قیامت کے دن کشفِ ساق ..... **یوم یکشف عن ساقٍ**

(سورۂ قلم ۴۲) عبارت ہے تجلی خداوندی سے۔ تمام امت اس تاویل و تفسیر پر مجمع ہے

لیکن خان صاحب یہ فرماتے ہیں:-

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا
تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا
گردنیں جھک گئیں، سر بچھ گئے، دل ٹوٹ گئے
کشفِ ساق! آج کہاں؟ یہ تو قدم ہے تیرا

خاں صاحب قیامت کے دن کشفِ ساق سے شیخ کی کشفِ ساق مراد لے رہے ہیں۔ کیا یہ حضرت حق کی جناب میں گستاخی نہیں اور یہ تفسیر بالرائے نہیں جو حرام ہے؟

(۳) حضرت آدم علیہ السلام تمام نوع بشر کے باپ اور حضرت حوا سب کی ماں ہیں۔ لیکن خان صاحب کا فلسفہ عجیب ہے۔ فرماتے ہیں:-

ان کی نبوت، ان کی اُبوّت ہے سب کو عام
اُمّ البشر عروس انھیں کے پسر کی ہیں

یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سب کے نبی اور سب کے باپ ہیں۔ اس رشتہ سے ام البشر (سب کی ماں) آپ کے بیٹے آدم علیہ السلام کی بیوی ہیں۔ کتنا شرمناک تصور ہے۔ ام البشر ہیں، سب کی ماں ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بہو بھی ہیں۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام حضورؐ کے بیٹے ہوتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب کا نعتیہ کلام حدائق بخشش جلد اول صفحہ ۸ مطبوعہ چمن آفسٹ پریس سوئیوالان دلی میں اسی قسم کی خرافات بھری پڑی ہیں۔

مولانا زید صاحب کے خیال میں "خدا" کے سامنے تمام مخلوق کی حیثیت چمار سے زیادہ ذلیل ہے" کہنے سے توہین رسالت کا ارتکاب ہوگیا۔ تمام انبیاء علیہم السلام کو

Marfat.com

بڑا بھائی کہنے سے توہین لازم آگئی اور محترم زید صاحب توجہ فرمائیں کہ قبروں کے اندر بیویوں سے مباشرت کرنے کا خیال رسولوں کی توہین ہے یا ان کا احترام ؟

حضرت حوا کو حضور اکرم صلی اللہ تعالے علیہ والہ وسلم کی ماں کہنا اور ساتھ ہی آپ کی بہو قرار دینا حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی شان میں ادب ہے یا گستاخی ؟ اور حضرت حوا کی توہین ہے یا نہیں ؟[1]

رسول اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے محبت کو قانون کا پابند بنایا ہے تاکہ کوئی کیفیت جامے سے باہر نہ ہو اور محدثین اور اصحاب حدیث طبقہ نے امت پر احسان کیا ہے کہ شریعت کی واضح اور کھلی نصوص کے دائرہ میں رہنے کی تلقین کی ہے۔ اگر یہ محدثین وفقہاء نہ ہوتے تو اہل بدعت کی مستیوں اور محبت کے جوش میں اسلام کا پورا نظام فکر واعتقاد بکھر کر رہ جاتا۔

انبیاء اور اولیاء کی تعریف

مولانا شہید رحمہ اللہ تعالے کے دل میں حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کی جو عزت ہے، وہ حسب ذیل فقروں سے ظاہر ہوتی ہے۔

"ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے اور ہر امام اپنے وقت کے لوگوں کا اور مجتہد اپنے تابعوں کا اور ہر بزرگ اپنے مریدوں کا اور ہر عالم اپنے شاگردوں کا کہ یہ بڑے لوگ اول اللہ کے

---

[1] اسی طرح خان صاحب نے حدائق بخشش کے حصہ سوئم میں سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ سلام اللہ تعالے علیہا ورضوانہ کے متعلق جس قسم کی سوقیانہ زبان استعمال کی اور تنگ وچست لباس جیسی ? اصطلاحات رکیکہ ان کے حق میں شاعرانہ ترنگ میں ادا کیں۔ وہ ان کی گستاخی و بے ادبی، بے احتیاطی اور شرمناک کردار کی غماز ہیں۔ ہمارا قلم ان واہیات اشعار کا متحمل نہیں۔ خان صاحب کے مقلدین بھی غالباً شرمسار ہیں، اس لیے حدائق بخشش کا وہ حصہ نہیں چھاپتے لیکن اندھی عقیدت میں ان سے اظہار برأت بھی نہیں کرتے (علوی)

Marfat.com

حکم پر آپ قائم ہوتے ہیں اور پیچھے اپنے چھوٹوں کو سکھاتے ہیں سو اس طرح سے ہمارے پیغمبرؐ سارے جہان کے سردار ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا رتبہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور اللہ کی راہ سیکھنے میں سب ان کے محتاج ہیں" (تقویت صـ۱۷)

اے کاش! مولانا اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ تعالے پر بلا تعصب قلم اٹھانے کا دعوے کرنے والے بزرگ زید صاحب اپنی کتاب کے کسی صفحہ پر تو مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ کے یہ تاثرات و تصورات بھی نقل کر دیتے۔

تحریک جہاد کو بدنام کرنے کی کوشش

سیدا احمد شہید رحمۃ اللہ تعالے اور مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ رحمۃ اللہ تعالے دہلوی کی تحریک جہاد کو عام مسلمانوں میں بدنام کرنے کی کوشش پچھلے ڈیڑھ سو برس کے اندر منظم طور پر کی گئی ہے۔ اور آج تک یہ مذموم اور افسوس ناک کوشش جاری ہے۔ انگریزی حکومت کے لیے مسلمانوں کے اندر جذبہ جہاد کا موجود رہنا ناقابل برداشت تھا۔ وہ اپنی حکومت کے لیے اس جذبہ کو سب سے بڑا خطرہ سمجھتا تھا۔ اس لیے انگریز مؤرخین نے اس تحریک کو بدنام کرنے کے لیے اسے وہابی تحریک کا نام دیا۔

آٹھ انگریز مورخین ایسے گزرے ہیں جنھوں نے اس تحریک کے خلاف زہر اگلا ہے اور ان میں سے مشہور متعصب انگریز مسٹر ہنٹر کی کتاب "ہندوستانی مسلمان" کافی شہرت رکھتی ہے۔

ایک انگریز مؤرخ اس تحریک پر لکھتا ہے۔

"سید احمد بریلوی رائے بریلی کے قزاق اور رہزن نے (۱۲۳۶ھ) ۱۸۲۲ء میں حج بیت اللہ کر کے چاہا کہ شمالی ہند سے وہابی اصولوں کو تسلیم کراؤں۔ خوش قسمتی سے ایک بڑا مولوی اس کا

مرید ہوگیا۔ اس نے ۲/ دسمبر ۱۸۲۶ء کو سکھوں کے خلاف جہاد کا جھنڈا بلند کیا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی رات کی نیند حرام کر دی۔ چار برس تک جہاد جاری رہا اور سید احمدؒ کو فتح حاصل ہوتی رہی۔

(شاندار ماضی ج ۳ صفحہ ۳۰۱)

اس پروپیگنڈہ کی لغویت

اس پروپیگنڈہ کی لغویت کا اس سے اندازہ لگائیے کہ جس وقت سید احمد صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالےٰ اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کی جماعت نے حج بیت اللہ ادا کیا اور دو سال حجازِ مقدس میں قیام کیا۔ اس وقت شیخ محمد بن عبدالوہاب کی جماعت کو ترکوں کے ہاتھوں مکمل شکست ہو چکی تھی اور تمام حجاز میں شیخ محمد ابن عبدالوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ زوروں پر تھا۔ یہ بات کسی طرح عقل وقیاس کے موافق نہیں معلوم ہوتی کہ سید احمد شہید رحمہ اللہ تعالےٰ اور ان کے رفقاء۔ اس ناکام تحریک کا اثر قبول کرتے اور اس کی پیروی میں ہندوستان کے اندر شروع کرتے۔

حجاز کی وہابی تحریک مقابر اور قبوں کے منہدم کرنے اور بدعات مروجہ کے خلاف تشدد اختیار کرنے کی وجہ سے بدنام کر دی گئی تھی اور ہندوستان کے اندر اس توڑ پھوڑ کے عمل کے خلاف شدید ردّ عمل تھا۔ انگریزوں نے مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ اور ان کے رفقاء کی اصل تحریروں کی آڑ میں اس تحریک کو حجاز کی تحریک سے جوڑنے کا مسلسل پروپیگنڈہ کیا اور اسے عوام کی نظروں سے گرانے کی کوشش کی۔

سید احمد بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کون تھے؟

یہ بزرگ خانوادہ ولی اللٰہی کے تربیت یافتہ اور شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالےٰ اور شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ کے شاگردِ رشید[1] تھے۔ ان کی روحانی عظمت کے لیے

---

[1] حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کے جدِّ اعلیٰ حضرت شاہ علم اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ حنفی

Marfat.com

یہ بات کافی ہے کہ سید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ^ روحانی کمال حاصل کرنے کے بعد ۱۲۳۶ھ
میں جب دہلی تشریف لاتے تو شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور شاہ عبدالقادر صاحب
رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حلقہ کو سید صاحب کی طرف رجوع ہونے کی ہدایت کی اور شاہ اسمٰعیل
صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا عبدالحی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (داماد شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ)
مولانا محمد یوسف صاحب (نواسے شاہ اہل اللہ برادر شاہ ولی اللہ) اور دوسرے حضرات نے
سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب کہ شاہ اسمٰعیل صاحب، سید صاحب سے سات سال
بڑے تھے اور علم و فضل میں مولانا کا درجہ بہت بلند تھا۔

......حاشیہ صفحہ سابقہ......

الامام مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے خلیفۂ اعظم حضرت سید آدم بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ مجاز تھے۔ آپ نے بڑی سرعت سے منازل سلوک طے کیے اور سید آدم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنا عمامہ اور اپنے شیخ حضرت مجدد قدس سرہٗ کی دستار مبارک عنایت کر کے وطن رخصت کیا اور حضرت سید صاحب نے شاہ صاحب سے فرمایا "اودھ کے مشائخ میں تمہاری حیثیت وہی ہوگی جو چراغوں میں شمع کی ہوتی ہے"۔ آپ کے چاروں صاحبزادے آفتاب و مہتاب تھے۔ ان میں سے سید آیت اللہؒ کے پوتے حضرت شاہ ابو سعید رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت الامام ولی اللہ دہلوی قدس سرہٗ کے خلیفہ اور حضرت الامیر بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جد مادری تھے۔ گویا سید صاحب کے عالی نسبت خاندان کو ہندوستان کے دو عظیم المرتبت مجددین، حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ سے قدیم نسبت تھی اور بقول مولانا علی میاں اس خاندان کے بہت سے بزرگوں نے شاہ ولی اللہ اور آپ کے صاحبزادوں سے ظاہری و باطنی استفادہ کیا جب کہ خود حضرت سید صاحب نے شاہ صاحب کے خلف الرشید شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کی اور انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت شاہ عبدالقادر قدس سرہٗ کی تربیت میں دے دیا۔ تفصیل سیرت سید احمد شہید از مولانا علی میاں حصہ اول طبع چہارم ۱۹۵۸ء لاہور کے پہلے باب بعنوان "خاندان" میں ملاحظہ کریں۔ (علوی)

Marfat.com

جہاد کی تیاری کب سے شروع کی؟

اس جماعت نے جہاد کی باقاعدہ تیاری حج بیت اللہ سے واپس آنے کے بعد شروع کی۔ لیکن انفرادی طور پر مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ شروع جوانی سے جہاد کی تیاری میں مشغول تھے اور جہاد کا پیغام مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کو اپنے دادا حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ سے ملا تھا۔

سید احمد بریلوی اور مولانا شہید نے جس سکھ طاقت کے خلاف جہاد کیا، اس کے ظلم وستم کی داستان تاریخوں میں موجود ہے۔

"اٹھارہویں صدی کے وسط ہی میں سکھوں نے پنجاب میں اہم سیاسی طاقت حاصل کرلی تھی مسلمان کئی سو برس تک سکھوں کے حریف رہ چکے تھے۔ جہانگیر اور عالمگیر کے عہد میں سکھوں اور مغل حکومت کے درمیان زبردست مقابلے ہو چکے تھے اس وجہ سے سکھوں نے پنجاب پر اپنا اقتدار جما کر مسلمانان پنجاب پر ظلم وستم شروع کر دیا۔ کرنل مالکم کا بیان ہے"

"پنجاب کے وہ مسلمان جو سکھوں کی حکومت میں رہتے ہیں ایک مظلوم اور ذلیل قوم کے افراد معلوم ہوتے ہیں۔ ان سے قلی گیری، بوجھ ڈھونے کے کام لیے جاتے ہیں۔ نماز نہیں پڑھ سکتے۔ شاذونادر مسجد میں جمع ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ مساجد میں بھی بہت تھوڑی مسجدیں تباہی سے بچی ہیں۔"

کرنل مالکم مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ہم عصر مؤرخ ہے۔ (سیرت سید احمد ص۴۱۹)

اسی کو علامہ اقبال نے کہا ہے ؎

خالصہ شمشیر و قرآں را ببرد　　　اندر آں کشور مسلمانی بمرد

افسوس کہ جہاد فی سبیل اللہ کی اس تحریک کو محمد ابن عبدالوہاب کی تحریک سے جوڑ کر مولوی زید صاحب نے علماء حق کی جدوجہد حق کے اس اہم حصہ کو بے قیمت ثابت کرنے کی کوشش میں متعصب انگریز مؤرخین اور اہل بدعت کا ساتھ دیا۔

Marfat.com

بالاکوٹ کا میدان، وادیٔ کاغان سرحد کے جنوبی دہانے پر واقع ہے۔ اس میدان میں مجاہدین کی آخری مڈبھیڑ شیر سنگھ کی سکھ فوج سے ہوئی۔ میدان جہاد کے مشاہدین کا بیان ہے کہ اس گھمسان کی جنگ میں مجاہدین کے سپہ سالار حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کی شہادت کے بعد مولانا آگے بڑھ رہے ہیں۔ حالت یہ ہے کہ پیشانی مبارک سے خون بہہ رہا ہے۔ داڑھی خون سے تر بہ تر ہے بندوق کندھے پر ہے اور ننگی تلوار ہاتھ میں ہے اور یہ پوچھ رہے ہیں کہ سید صاحب کہاں ہیں؟ اسی حالت میں سکھ فوجیوں سے لڑتے ہوتے جامِ شہادت نوش فرمالیا۔ لاہور میں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کو خبر پہنچی تو اس نے شہر میں چراغاں کرنے کا حکم دیا۔ اور شہر میں فتح کی خوشیاں منائی گئیں۔

اس تحریک کے بارے میں محترم زید صاحب اپنی پہلی کتاب میں یہ لکھ چکے ہیں:۔

"بہرحال! حضرت مجددؒ کی تحریکِ اصلاح ہو یا مولانا سید احمد شہیدؒ کی یا مولانا الیاس کی۔ یہ تینوں تحریکیں اسلامی اور مذہبی تحریکیں ہیں۔ تینوں مخلص تھے اور تینوں کا مطمعِ نظر اسلام کی خدمت تھا۔ تینوں نے (اپنے اپنے دور کے) احوال کو دیکھ کر جدوجہد کی۔ ان کو ان کی جدوجہد کا اجر رب العزت دے گا۔ رحمہم اللہ و رضی اللہ عنہم اجمعین۔" (مجدد صاحب اور ان کے ناقد تالیف ۱۹۸۴ء صفحہ ۲۲۵)

مولانا زید صاحب کے ان تاثرات سے ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستان کا بریلوی فرقہ اور سجادگان مقابر ناراض ہوئے۔ چنانچہ ان حلقوں کی طرف سے زید صاحب کے خلاف وہابیت کا پروپیگنڈہ شروع کر دیا گیا اور اس سے زید صاحب کے سلسلہ بیعت وارشاد پر بُرا اثر پڑا۔ اس لیے یہی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ زید صاحب نے اپنی پہلی کتاب کے اثرات ختم کرنے کے لیے یہ دوسری کتاب تحریر فرمائی اور اس میں مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ اور سید احمد بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریک کو کھل کر برا کہنے کی جرأت فرمائی اور بریلوی طبقہ اور اہلِ بدعت میں نیک نامی حاصل کرنے کی سعادت حاصل کی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ورنہ کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ جس قلم نے پہلی کتاب میں سید صاحب کی تحریکِ جہاد کی اتنی تعریف و توصیف کی، وہی قلم دوسری کتاب میں اس طرح آگ برسانے پر مجبور ہو گیا۔

Marfat.com

اسلامی اور ملی درد رکھنے والا ہر شخص مولانا نیدصاحب کے اس رویہ پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰے کا یہ شعر پڑھ سکتا ہے ؎

ومن این یعرف یحیی الشافعی

ومن جھل شیئا عاداہ

یحیٰ ابن معین کیا جانیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰے کا مرتبہ کیا ہے؟ اور جو شخص کسی چیز سے لاعلم ہوتا ہے، وہ اس سے ناراض ہی رہتا ہے۔ (جامع بیان العلم ج ۲ صفحہ ۱۶۰)

یحیٰ ابن معین رحمہ اللہ تعالٰے بڑے درجہ کے محدث تھے آپ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰے پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ اس پر ان کے شاگرد امام احمد رحمہ اللہ تعالٰے نے یہ شعر کہا تھا۔

Marfat.com

چودہ اصولی سوالات کا جواب

مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کے قلم سے ! !

تقویت الایمان کی تحریر کے بعد مولانا رشید الدین صاحب نے مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ سے چند اصولی سوالات کیے اور مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ نے ان کا جواب تحریر فرمایا :۔

ان جوابات میں مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کا حقیقی مسلک (اہل سنت) واضح ہو جاتا ہے اور اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ تقویت الایمان ایک اصلاحی کتاب ہے جو بدعاتِ سئیہ کی تردید میں ایک پُر جوش اسلوبِ بیان میں وقتی ضرورت کے تحت لکھی گئی۔

ورنہ مولانا محمد اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالےٰ اسی مسلک (اہلِ سنت) پر قائم تھے جو حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ، شاہ عبد العزیز صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ اور شاہ عبد القادر صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ کا تھا۔

یہ سوالات مع جوابات فارسی زبان میں ہیں۔ ذیل میں ان کا اردو ترجمہ مولانا زید صاحب کی کتاب سے نقل کیا جا رہا ہے۔

Marfat.com

چہاردہ مسائل کا آزاد ترجمہ

اصل رسالہ میں جیسا کہ ناظرین کے سامنے ہے پہلے چودہ استفسارات ہیں اور پھر نمبروار ان کے جوابات ہیں۔ اس لیے استفسار دیکھنے کے لیے ہر بار ورق پلٹنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ چونکہ دوسرے کی تالیف میں تصرف کرنا درست نہیں لہٰذا اصل کو بجنسہٖ نقل کر دیا۔ اب ترجمے میں برائے سہولت ہر سوال کے بعد اس کا جواب لکھا جاتا ہے۔ مولانا اسمٰعیل اور تقویت الایمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

علمائے اہلِ سنت وجماعت سے اللہ تعالیٰ ان کو باقی رکھے۔ چند مسئلے دریافت کیے جاتے ہیں۔

پہلا مسئلہ :۔ شرعیات کی تہہ تک پہنچنے کے لیے عقل وفکر سے بھی کام لیا جائے یا صرف نقل سے ؟

جواب :۔ شرعیات کو سمجھنے کے لیے عقل وفکر کا دخل ضروری ہے۔ اگر عقل کو نقل پر مقدم نہ رکھا جائے تو ان نصوص کے لیے جو بظاہر ایک دوسرے کے خلاف ہیں اور متشابہ آیات و احادیث کی تاویل کے لیے کوئی صورت اور سبیل نہ ہوگی۔ جیسا کہ دُنیا کے آسمان کو اللہ کے آنے کا بیان حدیث میں ہے اور جیسا کہ آیاتِ مبارکہ اور دوسری روایات سے اللہ تعالیٰ کا امکانی صفات سے متصف ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں بہت سی جگہ لغوی ترجمہ مراد نہیں ہے جیسا کہ سورۃ "الضحیٰ" کی آیت نمبر ۷ "اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ دی" اور سورۃ زُمر کی آیت نمبر ۶۵ میں ہے۔ "اگر تو نے شریک مانا اکارت جاویں گے تیرے کیے"۔ اور سورۃ طٰہٰ کی آیت نمبر ۷۴ میں ہے" نہ مرے اس میں نہ جیے" اور سورۃ نساء کی آیت نمبر ۹۳ میں ہے" اور جو کوئی مارے مسلمان کو قصد کر کے تو اس کی سزا دوزخ ہے پڑا رہے اس میں" اور سورۃ نور کی آیت نمبر ۳ "بدکار مرد نہیں بیاہتا مگر عورت بدکار یا شریک والی اور بدکار عورت کو بیاہ نہیں لیتا مگر بدکار مرد یا شریک والا اور یہ حرام ہوا ہے ایمان والوں پر" اور سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۱۸۹ اور ۱۹۰ :۔" وہی ہے جس نے تم کو بنایا ایک جان سے، اور اسی سے

بنایا اس کا جوڑا کہ اس پاس آرام پکڑے۔ پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانکا، حمل رہا ہلکا سا حمل۔ پھر چلتی گئی اس سے۔ پھر جب بوجھل ہوئی۔ دونوں نے پکارا اللہ اپنے رب کو۔ اگر تو ہم کو بخشے چنگا بھلا تو ہم تیرا شکر کریں۔ پھر جب دیا ان کو چنگا بھلا، ٹھہرانے لگے اس کے شریک، اسی کی بخشی چیز میں سو اللہ اوپر ہے ان کے شریک بتلانے سے۔" اور ان کے علاوہ بہت دوسری آیات ہیں۔

دوسرا مسئلہ: ایمان داروں کی رائے کو شرعی حسن میں دخل ہے یا نہیں؟ یعنی کسی امر میں ایمان والوں کی اتفاق رائے سے شرعی حُسن اور خوبی پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ایسے مواقع پر جب ایمان والوں کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد کامل ایمان والے ہوتے ہیں اور کامل ایمان والوں کی رائے سے شرعی حسن پیدا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے[1]

"جس کو مسلمان اچھا سمجھیں، وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے" لہٰذا متدین کی بڑی جماعت جس امر پر متفق ہو جائے، اس میں شرعی حسن پیدا ہو جاتا ہے"

تیسرا مسئلہ:۔ اجماع حجّتِ قطعی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اجماع حجّتِ قطعی ہے۔ اصولوں کی کتابوں میں اس کی دلیلیں موجود ہیں۔

چوتھا مسئلہ:۔ قیاس شرعی حجّت ہے یا نہیں؟

جواب:۔ چاروں اماموں کے نزدیک قیاس شرعی حجت ہے۔ اصول کی کتابوں میں کتاب و سنت سے اس کی دلیلیں مذکور ہیں۔

پانچواں مسئلہ:۔ کتاب و سنت میں تاویل جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) حافظ سیوطی نے تاریخ الخلفاء القائمین بامر اللہ" میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے احوال میں ان آیات و احادیث کی فصل میں جن سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہوتا ہے، بیان کیا ہے کہ حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا "جس کو مسلمان اچھا سمجھیں، وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے اور جس کو مسلمان بُرا سمجھیں، وہ اللہ کے نزدیک بُرا ہے" حاکم نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔

Marfat.com

جواب :۔ اور آئیں جو تعارض واقع ہوا ہے یا کتاب وسنت کا ظاہر عقل کے یا مقررات شرعیہ کے خلاف واقع ہوا ہے ۔ یا ان دو وجہوں کے سوا کوئی اور وجہ ہو، اس کے رفع بدین کرنے کے لیے کتاب وسنت میں تاویل جائز ہے ۔ بلکہ واقع ہے ۔

چھٹا مسئلہ :۔ قبروں کو بوسہ دینا شرک اور کفر ہے یا نہیں؟

جواب :۔ قبروں کو بوسہ دینا، نہ کفر ہے، نہ شرک ہے کیونکہ اس مسئلہ میں فقہا کا اختلاف ہے بعض نے اس منع کیا ہے اور بعض نے جائز کہا ہے ۔ جس فعل کے جواز اور عدم جواز میں فقہاء کا کا اختلاف ہو، اس میں شرک کے احتمال کی گنجائش نہیں ہے ۔ کیونکہ جو شخص شرک میں اور امر مشروع میں فرق نہ کر سکے ۔ کلام اس کے اسلام میں ہے ۔ بھلا فقہاء تک بات کیا پہنچے ۔

اب جب کہ قبر کو بوسہ دینا اختلافی مسائل میں سے ایک مسئلہ ثابت ہوا ۔ لہٰذا اگر کوئی متقی عالم وجہ جواز کو ترجیح دے تو اس کے لیے بوسۂ قبر جائز ہے ۔ یہی حکم ان تمام روایات کا ہے جن میں اختلاف موجود ہے ۔ جب حقیقت امر یہ ہو تو شرک اور کفر کا سوال ہی نہیں اٹھتا ۔ اور جو شخص شرک و کفر کا مدعی ہو، وہ دلیل پیش کرے [1]

ساتواں مسئلہ :۔ جو شخص بدعت سیئہ کا فتویٰ دے ، اس کو ضال و مضل (خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا) کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب :۔ جو شخص بدعت سیئہ کا فتویٰ دے، وہ ضال و مضل ہے ۔

آٹھواں مسئلہ :۔ اگر کوئی شخص میت کو ثواب پہنچانے کے لیے بدنی عبادت کرے،

---

[1] واضح رہے کہ دہلی کی جامع مسجد میں علماء کا جب اجتماع ہوا، مولانا مخصوص اللہ اور مولانا محمد موسیٰ نے مولانا اسمٰعیل اور مولانا عبد الحی سے کہا "تم ہمارے بڑوں اور استادوں کو برا کہتے ہو"؟ مولانا اسمٰعیل نے کہا میں ان کو برا نہیں کہتا ہوں ۔ مولانا موسیٰ نے کہا ۔ تم ایسے مسائل بیان کرتے ہو جن سے ہمارے استادوں کی برائی ثابت ہوتی ہے ۔ تم قبر کے بوسہ کو شرک کہتے ہو اور ہمارے اکابر قبر کو بوسہ دیتے تھے ۔ مولانا رشید الدین خان وہاں موجود تھے ۔ انھوں نے استفتاء تحریر کرکے ان کے حوالے کیا اور انھوں نے جواب تحریر فرمایا ۔

Marfat.com

جیسے تلاوتِ قرآن مجید، یا روزہ رکھنا، نماز پڑھنی، نوافل وغیرہ کا پڑھنا۔ کیا میت کو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟"

جواب:۔ بدنی اعمال مثل تلاوتِ قرآن شریف، نماز، روزہ اور نفل جب کسی میت کو ثواب پہنچانے کی نیت سے کیے جائیں تو ان کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ دینی کتابوں میں اس معنی پر آیاتِ دالّہ بہت ہیں۔ ان میں سے شیخ جلال الدین سیوطی کا وہ بیان ہے جو کہ شرحِ صدور میں لکھا ہے، فرماتے ہیں:۔

فصل، میت کیلئے قرآن پڑھنے اور قبر پر تلاوت کرنے کے بیان میں!!

قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب پہنچنے میں سلف کا اختلاف ہے۔ تین اماموں کے نزدیک ثواب پہنچتا ہے اور قبر پر پڑھنے کی مشروعیت پر ہمارے اصحاب (شوافع) نے اور ان کے علاوہ دوسروں نے جزم کیا ہے (یعنی جائز ہے)۔

اور مشکلات کی شرح میں ہے، قبروں پر قرآن کا پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ یہی صحیح قول ہے۔ ابن ہمام نے اس کا ذکر کیا ہے اور سراجیہ میں ہے کہ قبر کے پاس قرآن کا پڑھنا ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ ہے، اور محمد کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔

تجنیس میں ہے:۔ اگر نماز پڑھی یا روزہ رکھا، یا کچھ دیا، یا قربات (نیک کاموں) میں سے کوئی کام کیا تا کہ اس کا ثواب میت کو پہنچے، جائز ہے اور ثواب پہنچے گا۔ ایصالِ ثواب میں نیت اور عمل کا اعتبار کیا جائے گا۔

نافلہ بدنی عبادات کے ثواب منتقل کرنے کا استنباط احادیثِ کثیرہ سے کیا جا سکتا ہے جیسا کہ دوسرے کی طرف سے حج کے جواز کی حدیث ہے۔ حج میں بدنیت کا پہلو مالیت کے پہلو سے غالب ہے اور جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ آخرت میں ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دی جائیں گی۔

نواں مسئلہ:۔ اجماع کا نقل کرنے والا ایک معتبر عالم ہے تو اس کی نقل کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟

Marfat.com

جواب :- اجماع کا نقل کرنے والا اگر ایک معتبر عالم ہے تو اس کی نقل کا اعتبار کیا جائے گا جس طرح احادیث و آثار اور اخبار میں ایک عادل کی روایت معتبر ہے۔ اس مسئلے کی تفصیل اصول فقہ اور اصولِ حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔

دسواں مسئلہ:- اَبدان سے جدا ہونے والی روحوں میں شرعاً ادراک اور حس ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب:- جسموں سے جدا ہونے والی روحوں میں شرعاً ادراک اور حس ہوتی ہے۔ امام بیضاوی اپنی تفسیر "انوار التنزیل و اسرار التاویل" میں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۴۔ (اور نہ کہو جو مارا جاتے اللہ کی راہ میں، مردے ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔) کے بیان میں فرماتے ہیں:۔

"یہ آیت شریفہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ارواح جواہر ہیں اور وہ اپنی ذات سے قائم ہیں، جو احساسِ بدن سے کیا جاتا ہے، وہ اس سے مغائر ہیں۔ مرنے کے بعد بھی وہ ادراک کرتی ہیں۔

جمہور صحابہ اور تابعین کا یہی مسلک ہے۔ آیات و سنن میں اسی طرح ہے۔ اور شہداء کا ذکر جو خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے تو ان کے تقرب الی اللہ مزید شادمانی اور کرامت کی بنا ہے۔"

احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ میت لوگوں کی باتیں، زائرین کے پیروں کی چاپ اور ان کے جوتوں کی چرچراہٹ سنتا ہے اور تلقین کرنے کی احادیث اور اموات کو خطاب کرنے کی احادیث کتبِ صحیحہ میں ہیں اور بدر کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مقتول کافروں سے خطاب کیا، (بات کی) تو عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے کہا:۔" آپ ان جسموں سے جن میں جان نہیں ہے، کیا فرما رہے ہیں؟"
آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم نے فرمایا:" اس ذات کی قسم ہے کہ جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم) کی جان ہے کہ جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں ان کی بہ نسبت تم زیادہ سننے والے نہیں ہو"

Marfat.com

یہ روایت اموات کے سننے کے سلسلے میں واضح دلیل ہے۔

گیارہواں مسئلہ :- "بدعتِ سیئہ (بری بدعت) کو اچھا سمجھنے والا کافر و مشرک ہے یا نہیں ؟"

اگر بُری بدعت کو اچھا سمجھنے والا، فہم کی خرابی کی وجہ سے اس برائی کو نہیں سمجھ سکا ہے جو اس میں ہے یا اس کو کوئی شبہ ہوگیا ہے جس کی بناء پر وہ اس کو اچھا سمجھنے لگا ہے تو وہ کافر نہیں ہے اور اگر وہ شریعت کی مخالفت اور عناد کی بناء پر اس بُری بدعت کو اچھا سمجھ رہا ہے تو وہ کافر ہے۔

بارہواں مسئلہ :- "مصاحف میں کلام الٰہی کا لکھنا بدعت ہے یا نہیں ؟"

جواب :- مصاحف میں کلام الٰہی کا لکھنا اس اعتبار سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے وقت میں نہ تھا، بدعت ہے اور اس اعتبار سے کہ یہ فعل خلفائے راشدین کی سنت ہے اور ان کا طریقہ ہے، سنت ہے۔ کیونکہ خلفائے راشدین کی سنت کو بھی سنت کہتے ہیں۔

تیرہواں مسئلہ :- "قرآن مجید میں حرکات کا لگانا بدعت ہے یا نہیں ؟ اگر بدعت ہے تو اچھی ہے یا بری ؟ اور قرآن مجید کا جمع کرنا کس حکم سے ہوا ؟ آیا قرآنی آیات کا حکم ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا ارشاد ہے ؟ یا ان دونوں میں سے کسی ایک کا بھی نہیں لہٰذا بدعت ہے یا نہیں ؟ اسی طرح ہر وہ حکم جو قرآن مجید کے نص سے یا حدیث متین کے ظاہر سے نہ ہو، بدعت ہے یا نہیں ؟"

جواب :- قرآن مجید میں حرکات لگانا اچھی بدعت ہے۔ کیوں کہ عجمیوں کا قرآن مجید صحیح پڑھنا۔ بلکہ اس زمانے کے عربوں کی صحتِ قرأت کا مدار ان ہی حرکات پر ہے اور قرآن مجید کا جمع کرنا نہ کسی آیت کے حکم سے ہے اور نہ کسی محکم حدیث کی وجہ سے ہے۔ اور اس لحاظ سے قرآن مجید کا جمع کرنا بدعت ہے اور وہ بدعت حسنہ ہے۔ کیوں کہ اسی کی وجہ سے قرآن مجید غلطیوں سے اور ضائع ہونے سے محفوظ ہوگیا ہے۔

اور بعض بدعتوں کے حسنہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اور اس کا اثبات بہت سی

Marfat.com

حدیثوں سے کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ وارد ہے۔

"جو اچھا طریقہ رائج کرے گا، اس کو اس کا اجر ملے گا اور اس شخص کا اجر ملے گا جو اس پر عمل کرے گا۔"

اور وہ بدعت جو مردود ہے۔ وہ بدعت مُقَیَّدْ ضلالت سے ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ "جس نے گمراہی کی بدعت نکالی کہ جس کو اللہ اور اس کا رسول پسند نہیں کرتا۔۔" (آخر حدیث تک) اور حدیث میں وارد ہے "جو ہمارے اس امر میں ایسی بدعت نکالے جو اس میں سے نہ ہو تو وہ رد ہے۔" اس حدیث سے اس بدعت کا مردود ہونا ثابت ہوا جس کا دین سے کوئی تعلق نہ ہو اور وہ بدعت جس کی اصل شرع سے ثابت ہو کہ وہ بدعتِ حسنہ ہے۔ جیسے تسبیح اور تراویح۔"

(تسبیح سے مراد وہ تسبیح ہے جو برائے شمار استعمال کی جاتی ہے۔)

جو حکم قرآن یا حدیث کی صریح نص سے نہ ہو، وہ دو قسم پر ہے۔ ایک قسم وہ ہے کہ جس کا اثبات کسی دوسری شرعی دلیل سے ہوتا ہو۔ مثلاً اجماع سے یا قیاس سے اور اس کی کوئی شرعی اصل ہو۔ لہٰذا وہ ہرگز بدعتِ سیئہ نہیں ہے کیونکہ بوجہ شرعی دلیل ہونے کے اور بوجہ

الیوم اکملت لکم دینکم (آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا)

کے استنباط کے قواعد اور ان کے علاوہ جو ہیں، وہ سب دین میں داخل ہیں۔ اور یہ سب سنت ہیں یا بدعتِ حسنہ میں جو کہ سنت کے معنی میں ہے، داخل ہیں۔ بلکہ بعض اچھی بدعتیں فرضِ کفایہ ہیں۔ جیسا کہ مختلف کتابوں میں خوب ان کا بیان ہے۔ (مثلاً علوم کا ضبط کرنا اور ان کو لکھنا)

ان کتابوں میں سے ایک کتاب امام نووی رحمہ اللہ تعالٰی کی اربعین کی شرح ہے۔ اس کا نام "فتح المبین" ہے۔ یہ شرح شیخ ابنِ حجر ہیتمی نے لکھی ہے۔ وہ پانچویں حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

"امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ہے۔ جو نیا فعل کیا جائے اور وہ کتاب (قرآن مجید) یا سنت یا اجماع، یا اثر کے خلاف ہو، وہ بدعتِ ضالہ ہے۔

Marfat.com

(گمراہ کرنے والی بدعت) اور جو فعل بھلائی کا نیا کیا جائے ۔ اور وہ ان میں سے کسی کے خلاف نہ ہو تو وہ بدعتِ محمودہ ہے ۔ (تعریف کی گئی بدعت ہے ، یعنی اچھی بدعت ہے ۔) اور اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ اچھی بدعت مستحب ہے ۔ اور اچھی بدعت وہ ہے جو ان میں سے (کتاب ، سنت ، اجماع ، اثر میں سے) کسی سے موافق ہو اور اس کے کرنے سے محذورِ شرعی کا ارتکاب نہ ہوتا ہو ۔ ان میں سے بعض فرض کفایہ ہیں ۔ جیسے علوم کی تصنیفات ہیں اور اس کی طرح اور امور ہیں ۔"

امام ابوشامہ جو کہ مصنف کے (ابنِ حجر ہیتمی کے) شیخ ہیں ، کہتے ہیں ۔

" ہمارے زمانے کی اچھی بدعتوں میں سے یہ بدعت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے موافق دن میں صدقات اور عمدہ کام اور نعمت کا اظہار اور شادمانی کی جاتی ہے ۔ ان امور سے اور فقراء و مساکین کے ساتھ نیکیاں کرنے سے آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی محبت اور آپ کی تعظیم اور بڑائی کا پتہ چلتا ہے ۔ جو ان نیکیوں کے کرنے والے کے دل میں ہے ۔ اور ان امور کے کرنے سے اللہ تعالےٰ کے شکر کا اظہار ہوتا ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم کو پیدا کر کے تمام عالمیان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ۔ اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمتیں اور سلام ان پر نازل کرے ۔" انتہی ۔

دوسری قسم وہ ہے جو شرعی دلیلوں میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہ ہو ۔ یہ قسم بدعتِ سیئہ ہے ۔ یعنی بُری بدعت ہے ۔

چودھواں مسئلہ :۔ "رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم کے قول و فعل کا نہ ہونا اور اسی طرح صحابہ اکرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے قول و فعل کا نہ ہونا ، کسی قول یا فعل کے لیے عدمِ جواز کا سبب ہوتا ہے یا نہیں ؟ بیان فرمائیں اور اجر حاصل کریں ۔"

جواب :۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے قول اور فعل کا نہ ہونا کسی قول اور فعل کے لیے عدمِ جواز کی دلیل نہیں ۔ سلبی حکم کے لیے دلیل کی ضرورت ہے ۔ علم کا نہ ہونا کفایت نہیں کرتا ۔

Marfat.com

البتہ اگر آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم نے کوئی فعل نہیں کیا ہے اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے وہ فعل کیا ہو تو اس صورت میں جواز اور عدمِ جواز لازم آتا ہے اور اس تقدیر میں اجماع اور قیاس کی بنیاد منہدم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ قیاس اور اجماع کی ضرورت غیر منصوص امور میں ہوا کرتی ہے اور جب ممنوعات میں امورِ منصوصہ کو لایا جائے تو اجماع اور قیاس لغو ہو جاتا ہے۔"

چودہ مسئلے تمام ہوئے جو خاں صاحب مولوی رشید الدین خان صاحب نے مولانا اسمٰعیل صاحب سے دریافت کیے تھے۔

(ترجمہ مولانا زید صاحب)

Marfat.com

ما اہل بہ لغیر اللہ

چھٹی یکسانیت

مولانا زید صاحب نے اس آیت کی تفسیر پر بھی یہی لکھا ہے کہ مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس میں شیخ نجدی رحمہ اللہ تعالےٰ کی پیروی کی ہے پہلے تقویت الایمان کی عبارت پر غور کیجیے! پھر مولانا موصوف کے دعوے یکسانیت کا تجزیہ کیا جائے گا۔

قال اللہ تعالیٰ اوفسقاً اھل لغیر اللہ بہ

ترجمہ:۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے سورت انعام میں۔ یا گناہ کی چیز مشہور کی گئی ہو، اللہ کے سوا کسی اور کی کرکے۔

ف:۔ یعنی جیسا سوّر اور لہو اور مردار ناپاک ہیں اور حرام ہے کہ گناہ کی صورت بن رہا ہے کہ اللہ کے سوائے اور کسی کا ٹھیرایا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جانور کسی مخلوق کے نام کا نہ ٹھیرائے اور وہ جانور حرام ہے اور ناپاک۔ اس آیت میں کچھ اس بات کا مذکور نہیں کہ اس جانور کے ذبح کرنے کے وقت کسی مخلوق کا نام لیجیے جب حرام ہو۔ بلکہ اتنی بات کا ذکر ہے کہ کسی مخلوق کے نام پر جہاں کوئی جانور مشہور کیا سید شہید احمد کبیر کا ہے یا یہ بکرا شیخ سدّو کا ہے، سو وہ جانور حرام ہو جاتا ہے۔ (صفحہ ۵۱)

اس کے بعد مولانا زید صاحب نے کتاب التوحید کی عبارت نقل کی ہے اور پھر یکسانیت اور پیروی کا دعوے دُہرایا ہے۔

ہمیں تسلیم ہے کہ اس مسئلہ میں دونوں عالموں کے خیالات یکساں ہیں لیکن سوال ہے کہ مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ نے یہ خیال کہاں سے لیا؟

زید صاحب لکھا ہے کہ مولانا شہیدؒ اگر اپنے چچا کا ترجمہ اٹھا کر دیکھ لیتے تو وہ ایسا ہرگز

Marfat.com

نہ لکھتے ......؟

شاہ عبدالقادر صاحب نے یہ ترجمہ کیا ہے:۔

"یا گناہ کی چیز جس پر پکارا اللہ کے سوا کسی کا نام"

میری سمجھ میں نہیں آیا کہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالے اور شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالے کے ترجمہ میں مولانا زید صاحب کو کیا فرق نظر آیا۔ مولانا شہید رحمہ اللہ تعالے کے ہاں اُھِلَّ کا ترجمہ "مشہور کیا" لکھا ہے اور شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالے کے ہاں "پکارا" لکھا ہے دونوں کے مفہوم میں کوئی فرق نہیں۔ جب ایک شخص کسی چیز کے ساتھ کسی شخص کے نام کو پکارتا ہے، بلند آواز سے اس کا نام لیتا ہے تو اس کا مطلب لوگوں کو سنانا ہوتا ہے، اسے شہرت دینی ہوتی ہے۔

عرب کے مشرک بتوں کے نام پر جانور ذبح کرنے کے لیے جب چلتے تھے تو گھر ہی سے پکارنا شروع کر دیتے تھے کہ یہ فلاں بت کا جانور ہے۔ یہ لات کی نذر کا جانور ہے، یہ عزّٰے کی نذر کا جانور ہے۔ اسی کو قرآنِ کریم نے اُھِلَّ کہا ہے۔

یہ پکارنا اور لوگوں کو سنانا ذبح کے وقت بھی ہوتا تھا اور ذبح سے پہلے بھی ہوتا تھا۔ کسی بت یا تھان کے نام پر کوئی جانور چھوڑ دیا اور اسے سب طرف مشہور کر دیا کہ یہ فلاں دیوتا کے نام پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہ فلاں دیوتا کے نام کی قربانی ہے۔

اس لیے کسی نے پکارا ترجمہ کیا، کسی نے نامزد کیا ترجمہ کیا اور کسی نے مشہور کیا ترجمہ لکھا۔ مفہوم سب کا ایک ہی ہے۔

دونوں صاحب زدگان نے "پکارنا" ترجمہ کیا۔ ان کے بعد ڈپٹی نذیر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالے نے نامزد کیا جائے ترجمہ کیا اور اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے۔

"اگرچہ سلسلۂ کلام کے لحاظ سے ہم نے مآ اُھِلَّ کا ترجمہ اس کے ایک فرد یعنی جانور سے کیا ہے مگر الفاظِ قرآنی عام ہیں۔ حکم حرمت میں اس کے سب افراد داخل ہیں۔ یعنی کُل نذر و نیاز جو خدا کے سوا دوسرے کے نام پر کی جائے، حرام ہے، واللہ اعلم! صہ۳۴

بعد کے حضرات میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالے نے بھی ڈپٹی صاحب کے لفظ کو ہی

Marfat.com

پسند کیا ہے۔ کیوں کہ نامزد کرنا، نذر و منت کے مفہوم کو بہتر طریقہ پر واضح کرتا ہے۔

مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ نے "پکارنے" کے مفہوم کو زیادہ واضح کرنے کے لیے اسے مشہور کرنا لکھ دیا ہے اور مشہور کرنے کا لفظ شاہ اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنے بڑے چچا شاہ عبدالعزیز صاحب کی تفسیر اور ان کے فتوے سے اخذ کیا ہے۔ مولانا زید صاحب اگر اس بحث میں شاہ عبدالعزیز صاحب کی تفسیر عزیزی ملاحظہ فرمالیتے تو موصوف کو یہ خلجان پیدا نہ ہوتا۔

اب اصل مسئلہ یہ ہے کہ جس جانور کو غیر اللہ کی طرف نسبت دی جائے یا غیر خدا کے نام پر اسے منسوب کیا جائے تو وہ حرام ہے یا نہیں؟

بوقتِ ذبح خواہ اس پر اللہ کا نام لے لیا جائے، لیکن کیا غیر خدا، بزرگ، ولی، پیر، بت وغیرہ کے نام پر بطور تعظیم اسے مشہور و منسوب کرنے سے اس میں حرمت پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟ مولانا زید صاحب اس حرمت کے قائل نہیں ہیں اور یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ اگر ذبح کے وقت خدا کا نام لے دیا اور ایک مسلمان نے اسے ذبح کر دیا، تو وہ حلال ہے۔

مولانا نے اس سلسلہ میں کافی مفسرین اور علماء کا حوالہ دیا ہے لیکن ہم بحث کو طول دینے کے بجائے صرف شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ اور شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تفسیروں کے حوالے پر ہی اکتفا کریں گے۔ اور ہمارے لیے یہ کافی ہے اور اس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ نے اپنے گھر سے یہ تفسیر حاصل کی ہے اور اس میں اپنے بزرگوں کی پیروی کی ہے۔ باہر سے کچھ حاصل نہیں کیا ہے۔

مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ کے خیال سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن ان پر شیخ محمد بن عبدالوہاب کی اتباع کا فتوے لگا کر انہیں وہابیت کے فرنگی طعنہ کا نشانہ بنانا تعصب اور تنگ نظری کا مظاہرہ کرنا ہے۔

مولانا زید صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ نے تفاسیر دیکھے بغیر نجدی کے قول کو لے لیا۔ (ص ۸۰)

میں کہتا ہوں کہ مولانا کو شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ اور شاہ عبدالعزیز صاحب

Marfat.com

رحمہ اللہ تعالیٰ کی تشریحات دیکھنے کے بعد کسی اور تفسیر کو دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی ....
یہ دونوں محدث اور مفسر مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کے لیے اول اور آخری سند تھے۔
اور ہمارے لیے بھی ہیں۔

شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالیٰ کی تشریح

شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ اور شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ، دونوں بزرگوں نے اھلّ کا ترجمہ چاروں مقامات پر "پکارا جاوے" کیا ہے۔ 'اھلال' کے لغوی معنی یہی ہیں۔ یعنی دونوں حضرات نے اھلال کو ذبح کے ساتھ خاص نہیں کیا بلکہ عام رکھا تاکہ دونوں صورتیں حرمت میں داخل ہو جائیں۔

ایک صورت یہ ہے کہ کسی جانور کو غیر خدا کے نام پر پکارا گیا، غیر خدا کے نام سے منسوب کیا گیا۔ (تعظیم کے طور پر) اور پھر ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ لیا گیا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا۔ دونوں صورتیں حرام ہیں اور اس ترجمہ میں داخل ہیں۔

مولانا احمد رضا خان صاحب نے اھلّ کے ترجمہ میں ذبح کرنے کی قید لگا کر پہلی صورت کو حرمت سے خارج کرنے کی کوشش کی ہے۔ لکھتے ہیں :-

" اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا"

حاشیہ میں مولانا نعیم الدین صاحب نے اھلّ کی تشریح میں لکھا۔

" اور اس سے قبل یا بعد غیر کا نام لیا۔ مثلاً کہا عقیقہ کا دُنبہ، ولیمہ کا بکرا وغیرہ .... تو یہ جائز ہے "۔ صفحہ ۳۹

قارئین کو مولانا نعیم الدین صاحب نے مغالطہ میں ڈالا ہے اور اسی مغالطے کی طرف مولانا زید؟ مسلمانوں کو لے جانا چاہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایصال ثواب کی نیت سے غیر خدا کی طرف منسوب کرنا اور ہے اور غیر خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس کی طرف منسوب کرنا اور "شیخ سدّو کا بکرا" کہنا اور معنی رکھتا ہے۔

152

ہم اس مسئلہ کو شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالٰے کے حوالہ کرتے ہیں۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالٰے نے اس مغالطہ کی خوب وضاحت کی ہے جو آگے آرہی ہے۔

شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالٰے نے ترجمہ میں جو عموم واطلاق کی رعایت کی ہے اس کی وضاحت انہوں نے سورۃ المائدہ (۳) کے فائدہ میں اس طرح فرمائی ہے۔

"اس سے معلوم ہوا کہ غیر خدا کے نام پر جانور ذبح ہو یا غیر خدا کی تعظیم پر وہ مردار ہے۔" ص ۱۷۴

یہ غیر خدا کی "تعظیم" کیا ہے؟ غیر خدا میں مکان، انسان، جن، بھوت، وغیرہ سب شامل ہیں۔ ذبح کے وقت خدا کا نام لینے سے بھی وہ جانور حلال نہیں ہوتا جو غیر اللہ کی تعظیم پر ذبح کیا گیا ہو۔

غیر اللہ کی تعظیم میں وہ تمام صورتیں شامل ہیں جو اہلِ بدعت کے ہاں رائج ہیں۔ کسی مکان اور انسان کی عظمت کی خاطر، اس سے نفع حاصل کرنے کی خاطر، اس سے اپنی مُراد اور منت پوری کرانے کی خاطر، کسی جانور کو اس کے نام پر چھوڑنا، اس کے نام پر مشہور کرنا، نسبت دینا، یہ سب غیر اللہ کی تعظیم کی شکلیں ہیں۔

شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالٰے اگر بوقتِ ذبح خدا تعالٰی کا نام لینے سے ہر جانور کو حلال سمجھتے تو پھر دوسری صورت بیان نہ فرماتے۔

شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالٰی کی تفسیر وتشریح

اب ہم حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کی تفسیر عزیزی کی اس فارسی عبارت کا سلیس اردو ترجمہ پیش کر رہے ہیں جو آپ نے اس مسئلہ کی مکمل وضاحت میں لکھا ہے اور اس کے ہر پہلو کو پوری طرح صاف کر دیا ہے۔

" وما اھل بہ اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام پکارا گیا ہو خواہ وہ کوئی خبیث روح ہو۔ اور خواہ کسی جن کے نام، خواہ پیر و پیغمبر کے نام زندہ جانور مقرر کریں۔ یہ سب حرام ہے۔

Marfat.com

اور حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص کسی جانور کو غیر اللہ کا تقرب (اس کی خوشنودی) حاصل کرنے کے لیے ذبح کرے، وہ ملعون ہے۔ اور ذبح کے وقت خدا کا نام لے یا نہ لے۔ اس لیے کہ جب اس نے مشہور کر دیا کہ یہ جانور فلاں شخص کے واسطے ہے تو ذبح کے وقت خدا کا نام لینا مفید نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ جانور غیر خدا کے طرف منسوب ہوگیا۔ اور اس میں اس نسبت سے گندگی آگئی۔ اور اس کی گندگی ۔۔۔۔ مردار چیز کی گندگی سے بھی زیادہ ہے۔ مردار تو ذکر خدا کے بغیر مرگیا۔ اور یہ ذکر خدا کے بغیر مارا گیا۔ اور یہ عین شرک ہے .... جس طرح کتّا اور سؤر نام خدا لینے سے حلال نہیں ہو سکتے۔

حقیقت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ کسی جان کو جان آفریں (خالقِ جان) کے سوا کسی کے نام بطور نیاز پیش کرنا جائز نہیں اور کھانے پینے کی چیزیں اور مال بھی غیر خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خرچ کرنا حرام اور شرک ہے۔

البتہ کسی کو ثواب پہنچانے کی شکل دوسری ہے۔ ہم اپنا مال خرچ کرنے کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتے ہیں۔ جو ثواب ہمیں ملنے والا تھا ہم نے اسے دوسروں کی طرف منتقل کر دیا۔ کسی جانور کی جان ہماری ملکیت نہیں ہے۔ پھر ہم اس جان کو کسی دوسرے کی خدمت میں کیسے پیش کر سکتے ہیں؟ ہاں مالکِ حقیقی کی خدمت میں اس جان کو پیش کر کے اس کا ثواب کسی کو پہنچا سکتے ہیں۔

بعض جاہل مسلمان اس جگہ کج فہمی سے یہ کہتے ہیں کہ جب جانور کا گوشت پکا کر دینا مردوں کے نام جائز ہے تو پھر ان مردوں کے نام پر جانور ذبح کرنے میں کیا حرج ہے؟ ۔۔۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تم جانور ذبح کر کے کسی دوسرے کی نذر کرتے ہو تو اگر اس جانور کی جگہ اسی قدر گوشت خرید کر اور اسے پکا کر فقراء کو کھلاؤ تو کیا تمہارے نزدیک وہ نذر پوری ہو جائے گی؟ اگر جانور کی جگہ گوشت سے نذر پوری ہو جائے گی تب تو تم سچے ہو کہ تمہارا مقصود ذبح کرنے سے اس مردے کی طرف سے فقراء کو کھلانا ہے اور اگر نہیں بلکہ تم جانور ذبح کرنا ضروری سمجھتے ہو اور اس کے بغیر تمہاری نذر پوری نہیں ہو سکتی۔ تو پھر یہ شرک صریح ہے اور حرام ہے۔

Marfat.com

مَا اُهِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ۔ قرآن کریم میں چار جگہ آیا ہے۔

اس لفظ پر غور کرو۔ قرآن نے مَا ذُبِحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ نہیں فرمایا۔ اس لیے کہ کسی بزرگ کی طرف کسی جانور کو منسوب کرنا اور اس کے نام سے مشہور کرنا اور پھر بنام خدا ذبح کرنا، کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور خدا تعالےٰ کے نام پر ذبح کرنے سے بھی وہ جانور حلال نہیں ہوتا

اور "اُهِلَّ" کو ذبح پر حمل کرنا اور ذبح کے معنی میں لینا، لغت عرب اور عرف عرب دونوں کے خلاف ہے، کلام عرب نظم ونثر میں کسی جگہ اِهلال بمعنی ذبح استعمال نہیں ہوا۔ اس کے معنی آواز دینے، پکارنے اور شہرت دینے کے ہیں۔ جیسے بچہ کی آواز، چاند کی شہرت، حج کی پکار میں 'اِهلال' کا لفظ بولا جاتا ہے۔

عرب میں اَهْلَلْتُ لِلّٰہِ بمعنی ذَبَحْتُ لِلّٰہِ نہ سمجھا جائے گا اور اگر اُهِلَّ کو ذبح کے معنی میں لیں تو ذبح لغیر اللہ مراد ہوگا۔ ذبح یا باسم غیر اللہ کہاں مراد ہوسکتا ہے، پھر اس سے مدعا کیسے حاصل ہوگا؟

اس لیے اس عبارت میں 'اِهلال' کو ذبح کے معنی میں لینا اور پھر لِغَیْرِ اللّٰہِ کو اسم غَیْرِ اللّٰہِ کے معنی میں کرنا کلام الٰہی میں تحریف کرنا ہے جس کا حق کسی کو بھی نہیں پہنچتا۔

تفسیر نیشاپوری میں تمام علماء کا اتفاق لکھا ہے کہ غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے سے مسلمان مرتد ہوجاتا ہے۔ کیونکہ یہ فعل شرک ہے۔ (تفسیر عزیزی پارہ ۲ صفحہ ۹۰)

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ نے فتاوےٰ عزیزی، ج ۱ ص۵۶ پر اس مسئلہ کو اس طرح واضح کیا ہے ہم اس کی فارسی عبارت نقل کرتے ہیں۔

"زیرا کہ چوں شہرت داد کہ ایں جانور برائے فلان است ذکر نام خدا بوقت ذبح فائدہ نہ کرد چہ آں جانور منسوب بآں غیر گشت وخبثے درآں پیدا شد کہ زیادہ از خبث مردار است وہر گاہ ایں خبث دروے سرایت کرد دیگر بہ ذکر

نام خداوند حلال نمے شود مانند سگ وخوک کہ اگر بنامِ
خداوند مذبوح شوند حلال نمے گردند"

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ!

مفسرین میں امام رازی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے اس مسئلہ پر اپنا فیصلہ دیتے ہوئے لکھا ہے۔

امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں دونوں قول نقل کرتے ہیں اور پھر اپنا فیصلہ دیتے ہیں۔

"وما اھل بہ لغیر اللّٰہ بمعنی ماذبح للاصنام وھو قول مجاھد والضحاک وقتادہ وقال الربیع ابن انس وابن زید بمعنی ماذکر علیہ اسم اللّٰہ و ھٰذا القول اولی لانہ اشد مطابقۃً للفظ۔

قال العلماء لوان مسلماً ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحھا التقرب الی غیر اللّٰہ صار مرتداً وذبیحتہ ذبیحۃ مرتد (حاشیہ جلالین صہ ۲۴)

یعنی مااہل بہ کے معنی بتوں کے نام پر ذبح کیے جانے کے ہیں۔ مجاہد، ضحاک اور قتادہ کا یہی قول ہے۔ اور ربیع بن انس اور ابن زید لکھتے ہیں۔ اہلّ کے معنی غیر خدا کا نام پکارا جاتے کے ہیں اور یہ دوسرا قول راجح ہے۔ کیونکہ لفظ قرانی 'اہلال' کے لغوی معنی سے زیادہ مطابق ہے۔ دوسرے قول کے راجح ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان غیر خدا کی رضاجوئی کے لیے جانور ذبح کرے تو وہ اسلام سے خارج ہوجاتے گا۔ اور اس کا ذبیحہ مرتد کے ذبیحہ کی طرح حرام ہوگا"

Marfat.com

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے اس مسئلہ پر لکھا ہے :۔

"اکثر مفسرین نے اھل کی تفسیر "ذبح علی اسم غیر اللہ" کی ہے معلوم ہوا کہ وہی جانور مردار ہے جس کو بجائے بسم اللہ کے غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس تفسیر سے حصر لازم نہیں آتا بلکہ یوں کہا جائے گا کہ اسی حرام کی ایک فرد یہ بھی ہے۔ چونکہ جاہلیت میں اس کا رواج زیادہ تھا، اس لیے یہ تفسیر کر دی گئی ہے۔ ورنہ اھل لغت کے لحاظ سے عام ہے۔ مطلق نامزدگی کرنا بھی اس میں شامل ہے۔ گو ذبح کے وقت خدا کا نام لیا جائے۔ (بیان القرآن ج ۱ صـ۹۴)

حقیقت یہ ہے کہ مولانا زید صاحب اور دوسرے لوگوں کو اپنے ماحول کے لحاظ سے مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت سے چبھن محسوس ہو رہی ہے۔ لیکن اگر ان پڑھ عوام کے ماحول کو سامنے رکھا جائے تو یہ چبھن اور کھٹک محسوس نہ ہو۔

مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں ایصالِ ثواب کی جتنی صورتیں، جتنی رسمیں اور جس قدر تصورات رائج تھے، ان میں شرک کی آلودگی پیدا ہو گئی تھی۔

اسلام میں حرمت و نجاست کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ غیر خدا کو نفع و نقصان کا مالک سمجھ کر اس کی تعظیم کی جائے، اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس کے نام پر کھانا کھلایا جائے، اس کے نام پر جانور چھوڑے جائیں۔ ان کے مزارات اور تھانوں پر کھانا، کپڑا وغیرہ چڑھایا جائے۔ لیکن اگر کسی انسان اور کسی مقام کے ساتھ یہ عقیدہ نہ ہو بلکہ خدا ہی کو تنہا مالک و مختار جانتا ہو۔ اور خدا کے نیک بندوں، اپنے عزیزوں اور بزرگوں کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے بنام خدا جانور ذبح کرتا ہو، کھانا کھلاتا ہو۔ خیر خیرات کرتا ہو تو اس کے موجب اجر ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ بزرگوں کو اعمالِ خیر کا ثواب پہنچے گا تو ان کی ارواح پاکیزہ دنیا والوں کے لیے دعا کریں گی اور حق تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی دعا قبول فرمائے فرمائے گا۔

یہ امید رکھی جائے اور حقیقی مالک کو براہِ راست راضی کرنے کی بھی کوشش کی جاتی رہے تو یہ طریقہ شرعی اور موافقِ سنت ہے۔

Marfat.com

لیکن مولانا شہید رحمہ اللہ تعالٰے کو جن خیالات اور جن رسموں سے واسطہ پڑا تھا وہ آلودۂ شرک تھیں۔ اس لیے حضرت شہید رحمہ اللہ تعالٰے کو نہایت سخت انداز سے مخالفت کرنی پڑی۔

ایصال ثواب کے کاموں میں اگر آج اکثر مسلمانوں کے خیالات سلجھ گئے ہیں تو یہ ان ہی مصلحین امت کی جدوجہد کا نتیجہ ہے جن کے راہنما اور قائد مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالٰے ہیں۔

میرے بچپن تک ان مشرکانہ نیازوں کا سلسلہ عام طور پر موجود تھا۔ بیوی کے کونڈے امام جعفر صادق کے کونڈے، گیارہویں کی نیاز، محرم کا شربت، تیرہ تیتریوں کے چنے وغیرہ۔

ان تمام نیازوں میں مسلمانوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر یہ نیازیں نہ کی جائیں گی تو وہ بزرگ ناراض ہو جائیں گے جن کے نام کی نیازیں کی جاتی ہیں، اور اس سے ہمیں بہت نقصان اٹھانا پڑے گا۔

بی بی کی صحنک اور ایصالِ ثواب

جہاں گیر کی بیویوں نے بی بی کی صحنک کے نام سے ایک نیاز ایجاد کی تھی۔ اور جہاں گیر کی محبوب بیوی نور جہاں کو ذلیل کرنے کی غرض سے اس نیاز کے کھانے کے لیے یہ شرط مقرر کی تھی کہ اسے وہ عورت نہیں کھا سکتی جو دو خصمی ہو۔ نور جہاں دو خصمی تھی۔

چنانچہ ایک موقعہ پر بی بی کی صحنک کی نیاز میں نور جہاں آگئی تو ان بیویوں نے اسے یہ کہہ کر روک دیا کہ تم اس نیاز کو کھانے کے قابل نہیں ہو۔ تم نے دو خصم اور دو شوہر کیے ہیں۔

بی بی کی صحنک قلعۂ معلّٰے سے نکل کر عام مسلمان گھروں میں پھیل گئی تھی۔ یہاں تک کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالٰے کے گھر میں بھی ہونے لگی تھی۔

Marfat.com

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ گھر میں نیاز ہو رہی تھی کہ مولانا شہید رحمہ اللہ تعالے ادھر نکل آئے۔ مولانا نے اس کی سخت مذمت کی۔ شاہ عبد القادر رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا۔" یہ تو ایصال ثواب ہے، اس میں کیا حرج ہے؟" مولانا شہید رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا" تو پھر اس آیت کا کیا مطلب ہے؟"

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ	مشرکین کہتے ہیں کہ یہ چوپائے اور یہ کھیتی ممنوع ہے۔ اسے کوئی نہ کھائے مگر وہ شخص جس کو ہم چاہیں اپنے خیال کے مطابق۔
(الانعام ۱۳۹)	(ملفوظات مولانا تھانوی صفحہ ۱۱)

مفسرین نے لکھا ہے کہ مشرکین عرب بتوں کے نام پر چوپائے یا کھیتی نذر کرتے تھے اور نیاز اصنام کے کھانے کے لیے اپنی طرف سے کچھ پابندیاں لگا رکھی تھیں۔ مثلاً یہ نیاز مرد کھائیں، عورتیں نہ کھائیں۔ یا صرف بت خانوں کے مہنت اور پجاری استعمال کریں، دوسرے لوگ نہیں۔

اسی طرح چوپایوں کے لیے کچھ پابندیاں لگا رکھی تھیں اور یہ سب ان کی خیالی باتیں تھیں۔ لیکن یہ مشرک ان پابندیوں کو خدا تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ قرار دیتے تھے۔ ...... لیکن قرآن کریم نے اس کی سخت تردید کی اور اسے افتراء اور جھوٹ قرار دیا۔

مولانا شہید رحمہ اللہ تعالے نے اس آیت سے استدلال فرمایا کہ بی بی کی صحنک میں بھی یہ پابندی جو عورتوں کی خود ساختہ شریعت بن گئی ہے، اس نیاز کو حرام بنا دیتی ہے.....

ایصال ثواب میں خود ساختہ پابندیوں کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

حضرت شاہ عبد القادر صاحب رحمہ اللہ تعالے نے بی بی کی صحنک کے اس ممنوعہ پہلو کو نہیں دیکھا تھا اور اس کی ظاہری شکل و صورت کو دیکھ کر اسے

ایصالِ ثواب سمجھ رکھا تھا۔ لیکن جب مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ نے اس طرف توجہ دلائی تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ کا ذہن اس پہلو کی طرف منتقل ہوا اور آپ نے مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ کی رائے سے اتفاق فرمایا۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ علیہ نے موضح قرآن کے فوائد میں اس آیت کی تشریح میں ایصالِ ثواب کی خوب وضاحت فرمائی ہے، وہاں دیکھو۔

Marfat.com

شریعت کے احکام میں نبی کا اختیار!

قرآن کریم اعلان کرتا ہے کہ مخلوق کو حکم دینے اور مخلوق کے لیے قانون شریعت بنانے میں خداوند عالم کا کوئی شریک نہیں۔ یہ حق صرف اس مالک الملک کو حاصل ہے کہ وہ بندوں کے لیے شریعت بنائے۔

عالم طبیعات اور عالم فطرت میں بھی صرف خدا کا حکم چل رہا ہے۔ چاند، سورج اور زمین کی گردش کے لیے، ہوا، بارش اور موت وحیات کے لیے جو قانون فطرت خداوند عالم نے مقرر کر دیا ہے یہ ساری کائنات اسی کی پابند ہے۔

قرآن نے کہا:۔

لوکان فیہما آلھۃ	"آسمان و زمین میں اگر دو حاکم ہوں
الا اللہ لفسدتا	تو ان میں تباہی برپا ہو جائے"۔

(الانبیاء ۲۲)

اسی طرح عالم اختیار میں انسانی زندگی کی فلاح وبہبود کے لیے جو قانون شریعت بنایا گیا ہے، اس کا واضع بھی خداوند عالم ہے۔ نبی و رسول اس قانون کے داعی اور شارح ہیں۔ شریعت بنانے میں کوئی نبی و رسول شریک خدائی نہیں ہے۔

یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ رسول پاک صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے بارے میں قرآن کریم نے کہا:۔

وما ینطق عن	وہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا، وہ
الھوٰی ان ھو الا وحی	تو وحی الٰہی ہے جو اس پر نازل کی جاتی

Marfat.com

ہے۔ بیوحی (النجم)

اسلام کے اس بنیادی عقیدہ کو جاہلانہ محبت کے جوش میں کس طرح بگاڑ اگیا ہے، اس کی ایک مثال یہ ہے:۔

۱۹۸۲ء کا واقعہ ہے، راقم السطور پٹنہ (بہار) میں انجمن محمدیہ کی دعوت پر سیرت النبی کے اجلاس میں شریک ہوا۔

دوسرے دن جمعہ تھا۔ جمعہ کی نماز کے لیے قریب ہی کی ایک مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے پہنچا۔ مسجد کے امام صاحب نماز سے پہلے کا وعظ فرما رہے تھے اور اس میں موصوف رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کے مالک و مختار ہونے پر روشنی ڈال رہے تھے۔

امام صاحب نے دلیل کے طور پر جو کچھ فرمایا، وہ قابلِ غور ہے۔ انھوں نے فرمایا:۔

"قرآن کریم نے وضوء کے بارے میں حکم دیا۔

فاغسلوا وجوھکم	(ترجمہ) پہلے مُنہ دھونے کا حکم۔
وایدیکم الی المرافق	پھر کہنیوں تک دونوں ہاتھ اور پھر
وامسحوا برؤسکم	سر کا مسح اور پھر ٹخنوں تک پیر دھونے
وارجلکم الی الکعبین (المائدہ ۶)	کا حکم۔

قرآن کا حکم یہ ہے۔ لیکن ہم کس طرح وضو کرتے ہیں:؟

پہلے ہاتھ دھوتے ہیں۔ پھر کلی، غرارہ اور ناک میں پانی دینے کا عمل کرتے ہیں۔ پھر منہ دھوتے ہیں..... الخ۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم بھی اسی طرح وضو کرتے تھے۔ ہم بھی اسی طرح وضو کرتے ہیں، قرآن کے مطابق وضو نہیں کرتے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کے حکم کے مطابق کرتے ہیں"

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت کے معاملات میں اختیار حاصل تھا۔ آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم نے قرآن کریم کے حکم کو چھوڑ کر اپنے اختیار

Marfat.com

سے وضوء کا طریقہ مقرر کیا"

غور کرو! ان پڑھ عوام کو اس گستاخ مقرر نے کس طرح مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی۔ سننے والے عقیدت منداس گمراہ کن تقریر پر درود شریف پڑھنے لگے۔ سبحان اللہ کی آوازیں آنے لگیں۔ حالانکہ اس معاملہ کو اس مقرر نے جس انداز سے پیش کیا، اس پر عقیدہ رکھنا کفر کو متلزم ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ والہ واصحابہ وسلم کی سنت قولی، حدیث ہو یا سنت فعلی، اسوۂ حسنہ ہو، وہ آپ کا آزاد قول وفعل نہیں ہے۔ بلکہ خداوند عالم کی ہدایت کے تحت صادر ہونے والا قول و فعل ہے۔ علماء حدیث نے تصریح کی ہے کہ وحی الٰہی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وحی جلی یا وحی متلو۔ دوسری وحی خفی یا وحی غیر متلو۔ وحی جلی قرآن کریم ہے اور وحی خفی رسول اکرم صلی اللہ تعالے علیہ والہ واصحابہ وسلم کا قول وفعل مبارک ہے۔

قرآن کریم نے وضوء کے چار فرض بیان کیے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ واصحابہ وسلم نے اپنی سنت کے ذریعہ وضوء کی تکمیل فرمائی۔ اور اسے عقل و فطرت کے مطابق مکمل و مرتب کر کے مسلمانوں کے سامنے پیش کیا۔

سنت رسول صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم، قرآن کے خلاف نہیں ہوتی۔ بلکہ قرآن کریم کے اجمال وابہام کی تشریح کرتی ہے۔ اس لیے سنت کے مطابق وضوء کرنے والا خدا تعالے کے حکم ہی کی تعمیل کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ لینا کہ حضور صلی اللہ تعالے علیہ والہ واصحابہ وسلم نے قرآن کے خلاف کیا۔ قرآن نے پہلے منہ دھونے کا حکم دیا، آپ نے اس کے خلاف پہلے ہاتھ دھوئے۔

یہ تشریح صریحاً کفر ہے۔ حضور صلی اللہ تعالے علیہ والہ واصحابہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی ہے، شریعت سے نہایت سنگین مذاق ہے۔ اور جہالت و ضلالت ہے۔

Marfat.com

اور بریلوی طبقہ کی یہ کفریہ بات اپنے پیرو مرشد کے اس شعر پر مبنی ہے۔

ہیں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

کہ محبوب اور محب میں نہیں میرا تیرا

خان صاحب بریلوی محبت رسول صلی اللہ تعالٰے علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم میں شاعرانہ مبالغہ آرائی فرما گئے۔ اور ان کے مریدوں نے اسے شرعی عقیدہ بنالیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خاں صاحب نے نہ صرف اس شعر میں بلکہ اپنی ایک دوسری کتاب میں حضور علیہ السلام کے لیے حلال وحرام کے اختیار ثابت کیے ہیں۔ جب کہ یہ امر واقعہ ہے کہ یہ اختیار صرف اللہ رب العزت کے پاس ہیں۔ اس ضمن میں ایک لطیف بحث آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔ اور جن واقعات سے اس قسم کا اشتباہ ہوتا ہے، ان پر اہلِ علم کے ارشادات سرمۂ بصیرت ہیں۔

کفارۂ صوم معاف کرنے کی تحقیق

امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالٰے نے کتاب الصوم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ، سے ایک واقعہ نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک دیہات کا باشندہ رمضان شریف میں رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اپنی بپتا اور مصیبت سناتی اور کہا۔

یا رسول اللہ! ھلکت — میں ہلاک ہوگیا۔ آپ نے پوچھا "کیا بات

قال وما شانك ؟ — ہے؟" اس نے کہا" میں نے روزہ کی حالت

قال رفعت علی امراتی — میں اپنی بیوی سے جماع کرلیا"

آپ نے اسے کفارۂ صوم کا قرآنی حکم سنایا۔ اور فرمایا" ایک غلام آزاد کردو" وہ بولا لا استطیع۔ میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ نے فرمایا" پھر دو ماہ کے روزے رکھو!" وہ بولا لا استطیع۔ میں اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا۔ پھر آپ نے فرمایا" اچھا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ اس کے جواب میں بھی اس نے یہی کہا۔

Marfat.com

آپ نے اس کا انکار سن کر فرمایا "اچھا بیٹھ جاؤ۔" وہ بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک صحابی کھجوروں کا طباق لے کر آئے۔ آپ نے ایک طباق اسے عطا کیا اور فرمایا:۔ تصدق بہ۔ اسے غریبوں پر خیرات کر دو!" وہ بولا۔

مابین لابتیھا	مدینہ کی بستی میں میرے گھر والوں
اھل بیت افقر منّا	سے زیادہ کوئی محتاج نہیں ہے۔"

رسول رحمت صلی اللہ تعالے علیہ والہ واصحابہ وسلم یہ جواب سن کر ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کی کچلیاں نظر آنے لگیں۔ یہ آپ کے ہنسنے کی انتہا تھی۔ آپ کو اس اعرابی کی غربت اور ضرورت پر رحم آگیا اور رحمت کے جوش میں فرمایا:۔ "فاطعمہ اپاھم جاؤ اپنے گھر والوں ہی کو کھلا دو اور واستغفر اللہ اور خداوند عالم سے مغفرت کی دعا کرو۔"

(جلد ثانی ص ۳۳۲)

اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے اس امر کا خیال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالے علیہ والہ واصحابہ وسلم کو قانونِ الٰہی (قرآن کریم) کے خلاف فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ قرآن کریم کا عام قانون واضح ہے۔ پھر آپ نے اس پر اتنی مہربانی کیوں فرمائی کہ اسے قرآنی قانون سے مستثنیٰ قرار دیا۔

اس کا جواب علماء حدیث نے دو طرح دیا ہے۔ اور شریعت الٰہی میں نبی کے اختیار کو صاف کیا ہے۔

حضرت شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالے نے مشکوٰۃ کی عربی شرح لمعات میں لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالے علیہ والہ واصحابہ وسلم نے اس اعرابی کو اس وقت مہلت دے دی تھی۔ ہمیشہ کے لیے مستثنیٰ نہیں فرمایا تھا۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ تم اس وقت تو استغفار کر لو مگر جب تم اس قابل ہو جاؤ تو کفارہ کی تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت پر عمل کر کے اس گناہ سے پاکی حاصل کر لینا۔

یہ قانونی جواب ہے۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس خاص واقعہ میں حضور اکرم

Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کو خدا تعالیٰ نے اس بات کی اجازت دے دی تھی کہ آپ اس نادار مسلمان کو عام قانون سے معافی دے دیں۔ کیوں کہ خدا تعالیٰ نے دیکھا کہ اس کے رحمت والے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کو اپنے اس غریب امتی پر رحم آگیا ہے۔ اور یہ نادار امتی اپنے نبیؐ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم سے نرمی اور معافی کی جو امید لے کر آیا ہے، اس کی امید پوری ہونی چاہیے اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کی شانِ رحمت کی لاج رہنی چاہیے۔

خدا تعالیٰ نے رحمتِ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کی لاج رکھی اور حکمِ خاص بھیج کر اس اعرابی کو کفارہ سے معافی دے دی گئی۔ چنانچہ یہ اعرابی جب اپنے گاؤں میں پہنچا تو اس نے مسلمانوں سے کہا: "میں نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کی رحمت کا دامن وسیع پایا۔ تم سے زیادہ وسیع"۔

اس توحید کو عاشقانہ توحید سے تعبیر کیا جاسکتا ہے ؎

جو پھول بھی گلشن میں کھلا ہے ساقی!
تیری کدو کاوش کا صلہ ہے ساقی!
کونین پہ بار ہے تیرے احساں کا
سب کچھ تیرے صدقے میں ملا ہے ساقی!

سورۂ تحریم کا شانِ نزول

قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے ایک خاص واقعہ کے تحت اس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کی زندگی میں یہ واقعہ اسی مصلحت کے تحت ظہور میں آیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم نے بعض ازواج مطہرات کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے شہد نہ کھانے کی قسم کھالی تھی۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

یاایھا النبی لم تحرم   اے پیغمبر! کیوں حرام کیا تم نے اس

مَا احلّ اللّٰہ لک تبتغی   چیز کو جسے خدا نے تمھارے لیے حلال

مرضات ازواجک   کیا ہے۔ تم اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو

ان آیات کے شانِ نزول میں حضرت ماریہ قبطیہ کے حرام کرنے کا واقعہ بھی نقل کیا جاتا ہے۔

اس واقعہ پر مولانا نعیم الدین صاحب 'کنز الایمان' کے حاشیہ پر لکھتے ہیں[1]:-

"اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ جو چیز اللہ تعالےٰ نے آپؐ کے لیے حلال کی آپؐ اسے اپنے لیے کیوں حرام کیے لیتے ہیں؟" (ص ٦٦٦)

احادیث میں آیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس آیت کے بعد قسم کا کفارہ ادا کیا اور حکمِ الٰہی کی تعمیل کر کے حلال چیز کی حرمت کو اپنے حق میں ختم کیا۔

---

[1] مولانا نعیم الدین مراد آبادی، خان صاحب بریلوی کے خلیفۂ خاص اور نفسِ ناطقہ ہیں۔ خان صاحب نے قرآن کریم کی تحریف کا جو دھندا بشکل ترجمہ کیا، جس کی بھونڈی صورت ان کے سوانح نگاروں کے بقول یہ تھی کہ حقہ کا دور بھی چلتا اور خان صاحب کسی سے لکھواتے بھی جاتے۔ اس تحریف نما ترجمہ پر حاشیہ مولانا نعیم الدین نے لکھا۔ "کنز الایمان" کے نام سے یہی "ترجمہ و تفسیر" چھپا ہے جسے حکومتِ سعودیہ کے ساتھ بعض دوسری حکومتوں نے گمراہی کے سبب ضبط کر لیا۔ اس ترجمہ کی اغلاط اور صریح مغالطوں کے سلسلہ میں اس کتاب کے مصنف مولانا اخلاق حسین قاسمی کا نہایت بیش قیمت رسالہ "بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ" ہم سے طلب کریں، وہ اس موضوع پر نہایت ٹھوس چیز ہے۔ (علوی)

Marfat.com

کفر کے فتوے اور ان کا انجام

مولانا زید صاحب نے مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے جن جذباتی فقروں کو دہرایا ہے، میں نے ان کا تفصیلی جواب دینے سے گریز کیا ہے۔ کیونکہ یہ وہ عبارتیں ہیں جن پر رضا خانی جماعت نے متعدد کتابیں لکھی ہیں اور مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ پر کفر کے فتوے لگائے ہیں۔ خان صاحب بریلوی کی کتابیں الکوکبۃ الشہابیہ اور السیوف الہندیہ، ان فتووں سے بھری پڑی ہیں۔ علماء دیوبند کی طرف سے ان کے جوابات بھی کثرت سے شائع ہو چکے ہیں مولانا منظور صاحب نعمانی نے رضا خانی علماء کے اعتراضات کا مدلّل تجزیہ کیا ہے اور نہایت مسکت جواب دیا ہے۔

لیکن اس ساری بحث کے بعد خدا جانے کیا ہوا کہ خان صاحب بریلوی نے ایک دم پلٹا کھایا اور اپنی کتاب تمہید الایمان میں اعلان کیا۔ "امام الطائفہ" (اسماعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا۔ علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں، یہی صواب ہے۔

وھو الجواب وبہ یفتیٰ وعلیہ الفتویٰ وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد (صفحہ ۴۲)

کس قدر تاکید ہے، کتنا زور دے کر اپنی جماعت کو توجہ دلاتی ہے کہ مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کو کافر نہ کہا جائے۔

ص ۴۳ پر لکھے ہیں:۔

ہمارے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ جب تک وجہ کفر آفتاب سے زاید روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لیے

Marfat.com

اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔

خان صاحب بریلوی نے اپنے جذباتی تشدد اور تعصب کے باوجود سابقہ تکفیری فیصلوں سے کیسے رجوع کیا؟ اس کا جواب ہمیں خان صاحب کے قدیم رفیق اور پیر بھائی مفتی خلیل احمد خان صاحب قادری، برکاتی، بدایونی کی تحریر سے ملتا ہے۔ قادری صاحب اس تکفیر بازی میں خان صاحب کے بڑے وفادار رفیق تھے۔ اور رضا خانی علماء میں ان کا بڑا بلند مرتبہ تھا موصوف نے اپنے مسلک رضا خانیت سے رجوع کر کے ایک کتاب "انکشافِ حق" لکھی ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں۔

"اکثر لوگ خوب جانتے ہیں کہ فقیر کا مسلک اس سے قبل دربارۂ تکفیر وہی تھا جو مولانا بریلوی مرحوم اور ان کے متبعین کے فتاووں میں بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ ان کی تحریرات پر اعتماد تھا اور دربارۂ تکفیر ان حضرات کے فتاووں کو صحیح اور درست سمجھتا تھا۔ اپنی ذاتی تحقیق کے لیے موقع نہ مل سکا تھا۔ اب کچھ عرصہ سے فقیر کو رب تعالیٰ نے کچھ ایسے مواقع اور حالات عطا فرمائے کہ ان تحریرات اور فتاووں کا بہ نظرِ غائر مطالعہ کیا۔ ان فتاوئے تکفیر کو ضعف واسقام سے خالی نہ پا کر فقیر نے ان فتاوے کے تکفیری احکام سے کفِ لسان یعنی کافر کہنے سے زبان کو روک لیا کہ مسلمان کو کافر کہنے کی راہ خطرناک ہے" ص ۸

آگے لکھتے ہیں:۔

"نظرِ غائر اور تحقیق سے ثابت ہوا کہ ان تکفیری فتاووں کی بھرمار صرف عبارت کے تمام کلمات کے مقاصد و مطالب کے نہ سمجھنے پر ہے۔

فاضل بریلوی نے ان کا مطلب وہ سمجھا ..... اور علماء عصر اور خود صاحبِ تحریر نے ان مطالب و معانی کا صاف صاف انکار کر دیا۔ اور ان کا مطلب جو شریعت کے موافق ہے، بیان کر دیا۔

مسلمانو! انصاف کرو کہ اب اختلاف کس چیز میں رہا؟

مولانا زید صاحب اگر رضا خانی علماء کے اس رجوع کو دیکھ لیتے تو متنازعہ فقروں کو دوبارہ نہ اچھالتے اور مرے مردوں کو اکھاڑنے کی سعی لاحاصل نہ فرماتے۔

Marfat.com

تکفیرِ مسلم کی ممانعت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم نے مسلمان کو کافر قرار دینے سے نہایت سخت وعید کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ ارشادِ گرامی ہے

من دعا رجلا بالکفر	جو شخص کسی شخص پر کفر کا حکم لگائے
او قال عدو اللّٰہ	یا اسے خدا کا دشمن کہے اور وہ شخص
ولیس کذالک الا حار	فی الواقع ایسا نہ ہو تو وہ حکم اور فتویٰ
علیہ۔ (شیخین۔)	اس شخص کی طرف لوٹ جاتا ہے۔

زید صاحب نے مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اور ان کے رفقاء کو غیر ذمہ دارنہ کتابوں اور تحریروں کی آڑ میں رسول پاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کا مرتکب دکھایا ہے اور ان عبارتوں کی مناسب تاویل ہوتے ہوئے بھی ان کا وہی مطلب لیا جو کہ گستاخی کی طرف جاتا ہے۔ مولانا صاحب کا یہ طریقہ حدیثِ مذکور کی وعید کے دائرہ میں آتا ہے۔ خدا تعالےٰ درگزر فرمائے۔ آمین!

یقیناً مولانا زید صاحب کے سامنے فقہائے احناف کی یہ شہادت موجود ہوگی۔

واعلم انہ لا یفتی	کسی مسلمان پر کفر کا فتوے اس وقت تک
بتکفیر مسلم امکن	نہیں لگایا جا سکتا، جب تک اس کے کلام
حمل کلامہ علی	کو اچھے معانی پر حمل کرنا ممکن ہو۔
محمل حسن۔	(دار المختار باب المرتد)

علماء دیوبند نے ہمیشہ یہ کوشش کی کہ اپنے رضا خانی بھائیوں کو تکفیر مسلم کے گناہِ عظیم سے بچائیں۔ لیکن سیکڑوں اللہ کے بندے اس گناہ کا بوجھ لے کر خدا کے سامنے پہنچ گئے۔ ہم ان سب کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور رضا خانی و نیم رضا خانی دونوں طبقوں کی ہدایت کے لیے دست بدعا ہیں۔

Marfat.com

شہادت کی خبر سن کر مولانا خیر آبادی کے تاثرات

مولانا فضل حق صاحب خیر آبادیؒ مولانا شہیدؒ کے مخالفین میں سے تھے۔ اور ان دونوں بزرگوں کے درمیان بعض علمی اور کلامی مسائل پر تحریری مقابلہ بھی ہوا تھا لیکن مولانا خیر آبادی اس کے باوجود شاہ شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمی عظمت کے اس قدر معترف و مداح تھے کہ جب آپ کو شاہ صاحب کی شہادت کا علم ہوا تو آپ سبق پڑھا رہے تھے۔ یہ وحشت ناک خبر سنتے ہی آپ نے کتاب بند کر دی اور گھنٹوں بیٹھے روتے رہے اور اس کے بعد آپ نے کہا:۔

"اسماعیل کو ہم مولوی جانتے نہ تھے، وہ امت محمدیہ کا حکیم تھا۔ کوئی شئی نہ تھی جس کی انیت اور لمیت (دلیل و برہان) اس کے ذہن میں نہ ہو۔

(جماعت مجاہدین ص ۱۲۹)

مولانا ابوالکلام آزاد کا خراجِ عقیدت!

مولانا ابوالکلام آزاد نے "تذکرہ" میں مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ پر لکھا ہے:

لہ ہندوستان کے علمی مکاتب فکر میں خیر آباد کا سکول علوم عقلیہ میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتا تھا۔ اس میں جہاں مولانا خیر آبادی جیسے حضرات تھے جو ساری عمر دیسی ریاستوں اور انگریزی محکموں میں ملازم ہونے کے سبب تحریک جہاد سے الگ تھلگ رہے، وہاں اس اسکول میں علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے بہادر لوگ بھی شامل تھے جو علم کی دنیا میں ایک لازوال مقام کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ جمعیت علماء ہند اور مجلس احرار اسلام میں نمایاں خدمات کے سبب شہرت و عظمت کے بلند مقام پر فائز ہوئے۔ مولانا خیر آبادی اور مولانا اجمیری کے متعلق دو کتابیں عنقریب ہم شائع کر رہے ہیں جن سے ان حضرات کا معاملہ کھل کر سامنے آجائے گا۔ اور جو حضرات مولانا خیر آبادی کو خود ہی تحریک آزادی کا ہیرو (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

"اور پھر چند قدم اور آگے بڑھو۔ مقام عزیمت و دعوت
کی کیسی کامل آشکارہ مثال سامنے آتی ہے۔۔۔۔۔۔
حضرت شاہ ولی اللہ کا مقام ہر رنگ میں کس درجہ جامع
اور کامل ہے۔"

بایں ہمہ یہاں جو کچھ ہوا تجدید و تدوینِ علوم و معارف اور تعلیم و تربیت اصحابِ استعداد تک محدود رہا۔ اس سے آگے نہ بڑھ سکا۔ فعلاً عمل و نفاذ اور ظہور و شیوع کا پورا کام تو کسی دوسرے ہی مردِ میدان کا منتظر تھا۔ اور معلوم ہے کہ توفیق الٰہی نے یہ معاملہ صرف علامہ و مجدد مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص کر دیا تھا۔ خود شاہ صاحب کا بھی اس میں حصّہ نہ تھا۔

خواست رستخیز زِ عالم برآورد
آں باغباں کہ تربیت ایں نہال کرد

اگر خود شاہ صاحب بھی اس وقت ہوتے تو انہی کے جھنڈے کے نیچے نظر آتے۔ حضرت پیر انصاری کا قول یاد رہے۔ "من مرید خرقانی ام لیکن اگر خرقانی دریں وقت مے بود باوجود پیری پیش مریدی مے کردم۔

(بقیہ حاشیہ سابقہ صفحہ) ثابت کرنا چاہتے ہیں، ان کی تاریخی بد دیانتی سامنے آ جائے گی۔ باقی جہاں تک مولانا خیر آبادی کے علمی مقام کا تعلق ہے، وہ واضح ہے، اس کا انکار نہیں۔ رہ گئے شاہ شہید قدس سرہٗ کے ساتھ ان کے علمی اختلافات تو اس کی صحیح شکل وہ ہے جو پنجاب کے مشہور شیخ طریقت خواجہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لکھی۔

کہ فقیر حضرات اسمٰعیلیہ اور خیر آبادیہ ہر دو کو ماجور و مثاب سمجھتا ہے۔

اس تحریر سے واضح ہے کہ ان حضرات کے اختلاف آج کل کے اختلافات کی طرح نہ تھے بلکہ ان میں دیانت کا عنصر غالب تھا اور طرز استدلال معقول تھا۔

(علوی)

Marfat.com

شاہ صاحب نے مزاج وقت کے عام تحمل واستعداد سے مجبور ہو کر بحکم ؎

بہ رمز نکتہ ادا مے کنم کہ غلوتیاں
سر سبو بکشادند و در فرو بستند

دعوت و اصلاحِ امت کے جو بھید پرانی دہلی کے کھنڈروں اور کوٹلہ کے حجروں میں دفن کر دیے تھے، اب اس سلطان وقت و سکندر عزم کی بدولت شاہ جہاں آباد کے بازاروں اور جامع مسجد کی سیڑھیوں پران کا ہنگامہ مچ گیا۔ اور ہندوستان کے کناروں سے بھی نکل کر نہیں معلوم کہاں کہاں تک چرچے اور فسانے پھیل گئے۔ جن باتوں کو کہنے کی بڑے بڑوں کو بند حجروں کے اندر بھی تاب نہ تھی، وہ اب برسر بازار کی جا رہی تھیں اور ہو رہی تھیں۔ اور خونِ شہادت کے چھینٹے حرفِ حکایت کو نقش و سواد بنا کر صفحۂ عالم پر ثبت کر رہے تھے ؎

آخر تو لائیں گے کوئی آفت فغاں سے ہم
مجبت تمام کرتے ہیں آج آسماں سے ہم

Marfat.com

مشائخِ ربّانی کے ہاں غلبۂ توحید

مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ اور دوسرے علماء حق کے ہاں توحیدِ الٰہی کے غلبہ اور جذباتِ عشقِ الوہیت کی کیفیات و واردات نے جو الفاظ کا جامہ پہن لیا ہے، اس پر یہ اہلِ بدعت طرح طرح کی بحثیں کرتے ہیں۔ مگر یہی جذبات جب مشائخ ربّانی کے اقوال میں نظر آتے ہیں تو وہاں کسی کو زبان کھولنے کی جرأت و ہمت نہیں ہوتی۔

حضرت امام ربّانی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ نے ایک کشفی ہدایت میں اس راز کو کھولا ہے کہ بیان توحید کا سلوک و تصوف سے کتنا گہرا تعلق ہے۔

پنجاب کے مشہور درویش عالم مولانا حسین علی کا بیان ہے کہ:۔

وقعدت عند	میں حضرت امام ربّانی کے مزار پر بیٹھا ہوا
مزار الامام	تھا کہ آپ نے کشف کے ذریعہ سے
الربانی فی المکاشفۃ	مجھے بتایا کہ توحید الٰہی کا بیان سلوک کا
بیان مسئلہ توحید	اعلٰے درجہ ہے۔
اعلٰی درجۃ من السلوک	(رحمت کائنات صہ ۱۴۲)

اب ہم حضرات مشائخ کے ہاں بیان توحید اور تصور توحید کے گہرے جذباتی رنگ کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں:۔

امام یافعی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ روض الریاحین کبیر کے آخر میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

" تمام مخلوقات، ملائکہ، جن وانس، عرش وکرسی، لوح وقلم، زمین وآسمان وغیرہ اللہ جلّ جلالہٗ کی عظمت وکبریائی کے مقابلہ میں رائی کے دانہ سے بھی حقیر ہیں۔ (ترجمہ)

Marfat.com

یہی حضرت شیخ سہروردی اپنی مشہور کتاب "عوارف المعارف" میں تصوف کے ہدایت ونہائت کے بیان میں فرماتے ہیں :-

لایکمل ایمان امرءٍ	کسی شخص کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا،
حتی یکون الناس عنده	جب تک کہ تمام انسان اس کی نظر میں اونٹ کی
کالاباعر (عوارف ص۴۵)	مینگنیوں کے برابر نہ ہو جائیں۔

حضرت سلطان جی محبوب الٰہی شیخ سہروردی کے اسی قول کو دہراتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"ایمان کسے تمام نہ شود تا ہمہ خلق نزد او این چنیں نہ نماید

کہ پشک شترے" (فوایدالفواد ص۱۶)

کسی شخص کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں جب تک کہ تمام مخلوق اس کے نزدیک اونٹ کی مینگنیوں کے برابر نہ ہو جائے۔

اس میں کسی کی توہین مقصود نہیں ، انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اشرف المخلوقات میں حضرات انبیا اشرف وافضل ہیں۔ اور انبیائے کرام میں رسول اعظم صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم اشرف واعلےٰ مقام کے مالک ہیں۔ لیکن یہاں تصور خدا کی عظمت کا ہے۔ خدا کی کبریائی وجبروت کا ہے۔ وہ تصور کبریائی اسی وقت درجۂ کمال کو پہنچتا ہے، جب مخلوق اس کے مقابلے میں حقیر نظر آنے لگے۔ قرآن کریم نے مشرکین عرب کے ذہن کی عکاسی کرتے ہوئے فرمایا۔

وَاِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَحْدَہٗ	ترجمہ :- جب خدا تعالیٰ کی وحدت وصفات
اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ	کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت کی
لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ	زندگی پر یقین نہیں رکھتے، ان کے دل
وَاِذَا ذُکِرَ الَّذِیْنَ مِنْ	بھنچنے لگتے ہیں۔ اور جب اس کے سوا
دُوْنِہٖٓ اِذَا ھُمْ	دوسری ہستیوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ
یَسْتَبْشِرُوْنَ (الزمر)	خوش ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

اہلِ عرب خدا تعالےٰ کی وحدتِ ذات کو تسلیم کرتے تھے ۔ انھیں انکار وحدتِ صفات سے تھا ۔ اس لیے میں نے وحدہٗ کا ترجمہ وحدتِ صفات کیا ہے ۔ الذین لا یومنون ترکیب میں صفت ہے ۔ لیکن یہ فقرہ اشمازت کی علت کا مفہوم دے رہا ہے ۔ یعنی چونکہ وہ آخرت کے یقین سے محروم ہیں ۔ اس بناء پر خدا تعالےٰ کی صفات کا تذکرہ وحدت کے ساتھ سننا پسند نہیں کرتے ۔ اور اس کا سبب ظاہر ہے کہ مشرکینِ عرب صفاتِ الٰہی میں لات، عزےٰ ، ہبل ، مناۃ اور فرشتوں کو روزی دینے ، مارنے ، جلانے اور کائنات کا نظام چلانے میں شریکِ کار تصور کرتے تھے ۔

اسلام نے وحدتِ ذات کے ساتھ وحدتِ صفات پر پورا زور دیا ہے کیونکہ توحید فی الصفات کے بغیر ایمان باللہ کا مقصد حاصل نہیں ہوتا ۔

وہ صوفیائے ربانی جن کے مزارات کو ہم لوگوں نے تماشہ بنا لیا ہے ، ان کے ہاں خدا تعالےٰ کی صفاتی وحدت کا مقام کیا تھا ؟

اس کا ہلکا سا نقشہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی مجلس میں دیکھیے ۔ حضرت محبوب الٰہیؒ کے ملفوظات اور ارشادات یا یوں کہیے کہ آپ کے مواعظِ حسنہ آپ کے مشہور مرید خواجہ حسن دہلویؒ نے فوائد الفواد کے نام سے مرتب کیے ہیں ۔

اور ترتیب کے بعد خود انھیں دیکھا ہے ۔ اور ان کی تصحیح کی ہے ۔ خواجہ حسن حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی ۲۹ ویں مجلس کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آج حضرت خداوندِ عالم کی رحمت و شفقت اور کارسازی پر تقریر کرتے ہوئے ایک شعر ارشاد فرماتے ہیں :-

حق بشُباں تاج نبوت دہد
ورنہ نبوت چہ شناسد شُباں

(ترجمہ) اللہ ہی ہے جو چرواہے کے سر پر تاج نبوت رکھتا ہے ، ورنہ نبوت کو چرواہا کیا جانے ؟

شبان ، عربی کا لفظ ہے اور اس کا مفہوم چرواہا ہے ۔ خواجہ حسن صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ

Marfat.com

نے اپنی طرف سے ایک تشریحی جملہ بڑھایا ہے کہ چرواہے سے مراد حضرت موسٰے علیہ السلام ہیں۔ لیکن شعر کا مفہوم عام ہے۔ حضرات انبیاء میں صرف حضرت موسٰے علیہ السلام ہی چرواہے نہیں تھے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہم السلام، دونوں مویشیوں کی تجارت کرتے تھے اور اپنے مویشیوں کو چراتے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے خاندان کا ذریعہ معاش بھی مویشی پالنا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ واصحابہ وسلم نے بھی شروع میں اجرت پر مویشی چرائے ہیں۔
پھر اس شعر کو حضرت موسٰے علیہ السلام کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔
نہیں ہوتی۔

محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ اس شعر میں ایک عام حقیقت بیان فرما رہے ہیں کہ یہ تو خدا کا فضل وکرم ہے کہ وہ چرواہے کے سر پر نبوت کا تاج رکھ دیتا ہے۔ ورنہ کہاں نبوت کا منصب عظیم اور کہاں ایک راعی اور چرواہا۔

صوفیائے ربانی کا طریقہ یہ رہا ہے کہ وہ اپنے مشائخ اور حضرات صوفیاء کے واقعات سنا کر ایمان اور اسلام کی باتیں بیان کرتے ہیں۔ جس طرح قرآن کریم حضرات انبیاء کے واقعات سنا کر ایمان واخلاق کی باتیں بیان کرتا ہے، صوفیائے کرام قرآن کریم کے اسی مؤثر اسلوب کی پیروی کرتے ہیں۔

اس انداز بیان کا دل ودماغ پر زیادہ اثر ہوتا ہے۔

حضرت محبوب الٰہی رحمہ اللہ تعالٰے نے حضرت حق تعالٰے کی شان یکتائی بیان کرتے ہوئے دو واقعے نقل فرمائے۔

ایک واقعہ کسی مسلمان خلیفہ کا ..... کہ خلیفۃ المسلمین نے ایک نوجوان کو کسی جرم میں قید کے اندر ڈال دیا۔ اس قیدی کی بوڑھی ماں خلیفہ کے پاس حاضر ہوئی اور اپنے بیٹے کی رہائی کے لیے التجا پیش کی۔

خلیفہ کو بہت غصہ تھا، وہ بولا "جب تک میرے خاندان کا ایک بھی فرد زندہ ہے، میں اس مجرم کو رہا نہیں کروں گا۔"

Marfat.com

بڑھیا نے خلیفہ کا فیصلہ سن کر آسمان کی طرف منہ اٹھایا اور عرض کیا" خداوندا! اس خلیفۃ المسلمین کا فیصلہ تو یہ ہے، اب تو بتا کہ تیرا فیصلہ کیا ہے؟"

بڑھیا کی اس والہانہ دعا سے خلیفہ کا دل دہل گیا اور وہ بولا" بڑھیا! بس کر! میں نے تیرے لڑکے کو آزاد کیا۔"

خلیفہ نے اس کے ساتھ ہی حکم دیا کہ ایک شاہی گھوڑا لایا جائے اور اس پر لباس فاخرہ پہنا کر اس نوجوان کو بٹھایا جائے اور اسے بغداد کے بازاروں میں پھرایا جائے اور اس کے آگے ایک اعلانچی یہ اعلان کرتا جائے۔

"یہ وہ ہے جسے خلیفہ کی مرضی کے خلاف، خدا کے حکم سے آزاد کیا گیا ہے۔ یہ وہ ہے جس سے خلیفہ راضی نہ تھا مگر خدا اس سے راضی تھا۔"

محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ کی کارسازی اور کارفرمائی کی شان یہ ہے۔

دوسرا واقعہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اپنے شیخ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا بیان فرمایا کہ بابا صاحب کے پاس "یوسف" نامی ایک مرید عرصۂ دراز سے مقیم تھا۔ اس نے ایک روز شیخ الاسلام حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے عرض کیا کہ" حضرت! میں اتنے عرصہ سے آپ کی خدمت میں پڑا ہوں، لیکن آپ کے فیضِ روحانی سے محروم ہوں۔ دوسرے لوگ آپ کی ذات سے فیض یاب ہو کر جا رہے ہیں، لیکن میں کیوں محروم ہوں؟"

شیخ صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے فرمایا۔" بابا یوسف! میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ خدا ہی سب کو نوازنے والا ہے۔ مجھ سے شکایت کیوں کرتے ہو؟"

اتفاق سے بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے سامنے سے ایک بچہ گزرا۔ آپ نے اس بچہ کو آواز دی اور سامنے پڑے ہوئے اینٹوں کے ایک ڈھیر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔" بچہ! ایک اینٹ اٹھا کر مجھے دے دو۔ اس بچہ نے اس ڈھیر میں سے ایک اینٹ اٹھا کر بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کو دے دی۔ پھر آپ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص کے لیے کہا۔ بچہ نے

Marfat.com

ایک اینٹ اٹھا کر اسے بھی دے دی۔ تیسری دفعہ آپ نے اس بچہ سے یوسف کے لیے کہا۔ اس بچہ نے آدھی ٹوٹی ہوئی اینٹ اٹھا کر یوسف کے سامنے رکھ دی۔

بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے فرمایا۔" یوسف! تم نے دیکھا۔ اس بچہ نے دونوں دفعہ سالم اینٹ اٹھا کر ہمیں دی اور جب تمہاری باری آئی تو یہ بچہ آدھی اینٹ اٹھا کر لایا۔ اب اس میں میرا کیا قصور ہے؟"

"یہ تمہاری صلاحیت کا قصور ہے ـــــ اسے خدا کی دین کے سوا کیا کہہ سکتے ہو؟"

اولیائے حق کا حقیقی مشن یہ تھا، خدا کے بندوں کے دل میں دُنیا کے اسباب اور وسائل کے مقابلہ میں حقیقی مالک الملک کی کارسازی اور اس کی شفقت و رحمت کا یقین بٹھانا اور انھیں خدا کی رضامندی حاصل کرنے کی ترغیب دینا، جس کے لیے شریعتِ الٰہی کی اتباع کا راستہ مقرر کیا گیا۔

آج ان اولیائے کرام کی ذات سے عقیدت و محبت کا عظیم مظاہرہ دیکھنے میں آتا ہے۔ لیکن ان کے مشن اور مقصد سے ان عقیدت مندوں کا تعلق دور کا بھی نظر نہیں آتا۔

ایسے ہی دور کے لیے آج سے چار سو برس پہلے عہدِ جہاں گیری کے مشہور شیخ کامل حضرت سید حسین رسول نما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔

" آج کل شیخِ کامل کا ملنا دُشوار ہے، ہر طرف مکر و فریب کے جال بچھے ہوتے ہیں۔ اس لیے اس زمانہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کو شیخِ کامل بنا کر آپ کا مرید بننا چاہیے۔ لوگوں نے عرض کیا "حضرت ہم لوگ بہت ناقص ہیں، گناہوں میں لتھڑے ہوئے ہیں، اس لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ وسیلہ کے بغیر حضور صلی اللہ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس سے تعلق پیدا کریں؟"

آپ نے اس کے جواب میں فرمایا۔" اس کی تدبیر یہ ہے کہ جب تمہارے دل میں مرید بننے اور بیعت کرنے کا خیال پیدا ہو تو اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس کی طرف توجہ کرو۔ جب یہ خیال آئے، تب ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال دل میں لے آؤ۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس سے فیض حاصل ہونے لگے گا۔" (مناقب سید حسین رسول نما ص ۱۹۹)

Marfat.com

اسی طرح حضرت سید حسین رسول نما رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے دو سو برس پہلے (عہد فیروز شاہ تغلق) حضرت چراغ دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے وصال کے وقت یہ وصیت کی تھی کہ میرے مشائخ کے تبرکات، مصلےٰ، عصا، اور تسبیح وغیرہ میرے ساتھ دفن کر دیے جائیں کیونکہ میرے بعد اب تبرکات کا کوئی اہل نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے اپنے نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم کو چراغ منیر (سراجا منیراً) کہہ کر یہ بتایا ہے کہ نبوت محمدیؐ کی روشنی اس آفتاب نبوت کی روشنی ہے جو کسی وسیلہ اور سہارے کی محتاج نہیں ہے۔

کوئی شیخ ربانی مل جائے تو سبحان اللہ۔ اس کی تعلیم و تربیت سے اتباع شریعت کا شوق پیدا ہوگا۔ اور اگر نہ ملے تو قرآن کریم اور اسوۂ نبی صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم اور اسوۂ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین (جو اسوۂ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم کا عکس ہے) انسانی راہنمائی کے لیے کافی ہے۔

جس خار کو چاہے وہ گل تر ہو جائے۔
دیکھے جو صدف کی سمت، گوہر ہو جائے
ادنیٰ میرے ساقی کا تصرف ہے یہ
جس جام کو منہ لگائے، کوثر ہو جائے

(خواجہ ناصر نذیر فراق دہلوی)

Marfat.com

نہی عن المنکر کے لیے حضرت ابراھیم اور حضرت موسیٰ علیھم السلام کا جلال!!

منکرات اور خاص طور پر شرک کے خلاف جوش وجلال کے مظاہرہ کی حضرات انبیاء علیہم السلام کی زندگی میں دو مثالیں بہت واضح اور عبرت انگیز ہیں۔

ایک مثال سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کی زندگی ہیں کہ آپ نے جوش میں آکر مشرک قوم کے بتوں پر حملہ کر دیا اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے بڑے بت کے کندھے پر ہتھوڑا رکھ کر چلے آئے۔

یہ واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں ایسا تھا کہ آپ کو اس کی تاویل کرنے میں مناظرانہ پیرایہ سے کام لینا پڑا۔ یہاں تک کہ بائیبل کے مصنف کو اس واقعہ میں حضرت ابراہیمؑ کی طرف جھوٹ اور کذب کے الفاظ منسوب کرنے پڑے۔ حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ فرمانا:۔

بل فعلہ کبیرھم ھٰذا "بلکہ یہ ساری کارروائی اور توڑ پھوڑ کا عمل اس بڑے دیوتا نے کیا ہے۔"

تم اس سے پوچھو، علم المناظرہ کی اصطلاح میں اسے استدلال الزامی کہا جاتا ہے۔

اس سے بڑا واقعہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی زندگی میں ملتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہودی فرعون کی غلامی سے نجات پانے کے بعد جب میدان تیہ میں ٹھیرے۔ اور خدا تعالےٰ نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کو شریعت اور توریت عطا کرنے کے لیے وادئ طور پر بلایا تو تو آپ کے پیچھے بنی اسرائیل ایک بچھڑے کو خدا بنا کر اس کی پرستش کرنے لگے۔

دریائے نیل کے پار ایک بت پرست قبطی بستی میں بت پرستی ہوتے ہوئے دیکھ

Marfat.com

کر یہود نے حضرت موسٰے علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ ہمارے لیے بھی ایسے ہی دیوتا مقرر کر دیجیے۔

وجاوزنا ببنی اسرائیل	اور ہم نے یہودیوں کو دریا کے پار اتار دیا۔ پھر وہ
البحر فاتوا علی قوم	ایسے لوگوں کے پاس پہنچے جو بتوں کی پرستش
یعکفون علی اصنام	میں لگے ہوئے تھے۔ (انھیں دیکھ کر) یہ
لھم قالوا یاموسیٰ	بولے۔" اے موسٰے! ہمارے لیے بھی آپ
اجعل لنا الٰھا کما	ایسے ہی دیوتا بنا دیجیے جیسے ان کے ہیں"۔ حضرت
لھم آلھۃ قال	موسٰے علیہ السلام نے کہا۔" تم تو بڑے جاہل
انکم قوم تجھلون	لوگ ہو۔
قال اغیر اللہ	کیا میں تمہارے لیے خدائے برحق کے سوا
ابغیکم الٰھا وھو	دوسرا کوئی معبود تلاش کروں۔ حالانکہ اس نے تمام
فضلکم علی العالمین	جہان والوں پر تمھیں فضیلت اور برتری عنایت
(الاعراف ۱۳۸ — ۱۴۰)	کی ہے۔

حضرت موسٰےؑ نے انسانی شرف و برتری کا واسطہ دے کر یہود کو غیرت دلائی کہ تمہارے خالق نے تمھیں اشرف المخلوقات بنایا اور تم اپنے سے کم درجہ کی مخلوق کو معبود بنا کر اپنی تذلیل و توہین کے درپے ہو۔

یہودی انسانی عظمت اور اپنی قومی عزت کے احساس سے محروم ہو چکے تھے۔ حضرت موسٰے علیہ السلام نے بیس برس تک شرک و اصنام پرستی کے خلاف جہاد کیا اور یہودیوں کو فرعون کی پرستش اور سیاسی غلامی دونوں سے نجات دلائی۔ مگر سالہا سال کی محکومانہ ذہنیت کے اثرات چند سال میں دور نہیں ہو سکتے تھے۔ اس کے لیے ایک مدت درکار تھی[1]۔

[1] اس کے مقابلہ میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اس قدر پختہ ثابت ہوئی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حجرِ اسود کو بوسہ دینے پر یہ نعرہ بلند کیا۔ انک حجر لا تضر ولا تنفع۔ تو صرف ایک پتھر ہے، نفع و نقصان تیرے ہاتھ میں نہیں۔

Marfat.com

اس وجہ سے یہودی اس وقت تو خاموش ہو گئے مگر جیسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر چلہ کشی کے لیے تشریف لے گئے۔ ویسے ہی سامری کے بہکاوے میں آ کر ایک سونے کے بچھڑے کی پوجا کرنے لگے۔

حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اپنے بعد حضرت ہارون علیہ السلام کو یہود کی نگرانی کے لیے مقرر کر دیا تھا۔ ہارون علیہ السلام اپنے چھوٹے بھائی حضرت موسےٰ علیہ السلام کے مددگار نبی تھے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے یہود کو بہت سمجھایا مگر آپ کو یہود نے دبا لیا۔ اور حضرت ہارون علیہ السلام قوم میں انتشار پھیلنے کے خوف کی وجہ سے خاموش ہو گئے۔

قرآن نے اس وقت کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرمایا۔

ولما رجع موسیٰ	اور جب موسےٰ علیہ السلام طور سے
الیٰ قومہٖ غضبان	غیض وغضب کی حالت میں افسوس کرتے
اسفا قال بئسما	ہوئے اپنی قوم میں واپس ہوتے تو فرمایا۔
خلفتمونی من بعدی	تم لوگوں نے میرے بعد بہت بُرا کام کیا۔
اعجلتم امر ربکم	کیا تم نے حکم الٰہی سے پہلے جلد بازی کی یہ
والقی الالواح واخذ	کہہ کر موسےٰ علیہ السلام نے توریت کی تختیاں ہاتھ
براس اخیہ یجرہٗ	سے چھوڑ دیں اور اپنے بھائی کے سر کے
الیہ۔ (اعراف ۱۵۰)	بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔

تاریخ نبوت میں ایک پیغمبر کا شرک و اصنام پرستی کے خلاف یہ انتہائی غصّہ اور جلال ہے جو ایک بڑے بھائی اور پیغمبر کے ساتھ سوءِ ادب کی صورت میں نمودار ہوا۔

اس واقعہ سے جہاں حضرت موسےٰ علیہ السلام کا شرک کے خلاف جوش وجلال سامنے آیا، وہاں یہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ کسی قوم کے اندر مشرکانہ ماحول میں زندگی بسر کرنے سے اس کی عادات میں، اس کے مزاج میں اور اس کے رسم ورواج میں مشرکانہ رنگ کس قدر گہرا ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

ہندوستانی مسلمانوں کا معاملہ بھی یہودیوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں - یہودی سال ہا سال تک مصری بت پرستوں کے ساتھ گھل مل کر رہنے کی وجہ سے شرک اور مخلوق پرستی کے اس قدر عادی ہو چکے تھے کہ مصریوں کی غلامی سے نجات پانے کے باوجود گئو سالہ پرستی میں بتلا ہو گئے۔

یہاں تک کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ذریعہ خدا تعالےٰ نے عملی توبہ کا اعلان کیا اور یہودیوں کو آپس میں ایک دوسرے کے قتل کرنے کا حکم نازل ہوا اور اس طرح کئی ہزار یہودی قتل ہو گئے..... پھر معافی کا اعلان آیا اور اس طرح سے بنی اسرائیل کی تطہیر کی گئی۔

حضرت ہارون علیہ السلام کا عفو و درگزر

حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ بڑے حلم و بردباری سے برداشت کیا اور جواب میں فرمایا:۔

قال ابن ام ان القوم	اے میری ماں جائے! اس قوم
استضعفونی وکادوا	نے مجھے کمزور اور بے حقیقت سمجھا
یقتلوننی فلا تشمت	اور قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر دیں۔
بی الاعداء ولا تجعلنی	تو تم مجھ پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع
مع القوم الظالمین	نہ دو اور مجھے ان ظالموں میں شامل
(الاعراف ۱۵۰)	نہ کرو۔“
قال یا ابن ام	اے میری ماں جائے! میری ڈاڑھی اور
لا تاخذ بلحیتی	میرے سر کے بال نہ پکڑو۔ میں اس بات
ولا براسی انی	سے ڈرا کہ تم یوں نہ کہو کہ تم نے بنی اسرائیل
خشیت ان تقول	میں پھوٹ ڈال دی اور میرے حکم کا انتظار
فرقت بین بنی	نہ کیا۔ یعنی اس خیال و مصلحت سے میں نے
اسرائیل ولم	صرف سمجھانے پر اکتفا کیا اور زیادہ سختی سے

Marfat.com

ترقب قولی ۔	سے کام نہ لیا تاکہ میرے اطاعت گزاروں
(طٰہٰ ۹۴)	اور نافرمانوں کے درمیان قتل و خونریزی

کی نوبت نہ آئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معذرت

حضرت ہارون علیہ السلام کی ذمہ داری اتنی ہی تھی کہ وہ نہی عن المنکر کا فرض ادا کریں۔ جو انھوں نے ادا کیا۔ اس لیے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے اس قدر غصہ کی بظاہر کوئی وجہ نہ تھی مگر حضرت ہارون علیہ السلام نے اس غصہ کو برداشت کیا۔ کیوں کہ اس میں نفسانیت کا جذبہ کارفرما نہ تھا۔

چنانچہ بھائی کی معقول معذرت سن کر حضرت موسےٰ علیہ السلام نے فوراً توبہ کی اور خدا تعالےٰ کے سامنے ہاتھ پھیلا دیے۔

قال رب اغفرلی	خداوندا! میری خطا کو معاف فرما
ولاخی وادخلنا فی	دے۔ اور میرے بھائی کی خطا کو بھی
رحمتک وانت	اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل فرما۔
ارحم الرحمین !	اور تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ

رحم کرنے والا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صفائی خدا کی طرف سے

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد خداوندِ عالم نے اپنے رسول (موسےٰ علیہ السلام) کی صفائی کے لیے عربی کا ایک بلیغ استعارہ اختیار کیا۔

ولمّا سکت عن	اور جب، موسےٰ علیہ السلام کا غصّہ فرو
موسی الغضب اخذ	ہوگیا تو اس نے توریت کی تختیاں
الالواح (۱۵۴)	اٹھالیں۔

عربی کے عام اسلوب کے مطابق غصہ دور ہونے کے لیے سکن الغضب کہنا چاہیے تھا مگر خدا تعالےٰ نے سکت الغضب فرمایا۔ سکوت (خاموشی) انسان اختیار کرتا ہے۔ قرآن نے غضب کو ایک غضب ناک سردار سے تشبیہ دی جو حضرت موسی علیہ السلام کو حکم دے کر یہ کارروائی کرا رہا تھا۔ وہ سردار جب اظہارِ غضب کر کے خاموش ہو گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توریت کی تختیاں اٹھالیں۔

گویا غصہ ایک خارجی شئے تھا۔ اندر کی کوئی شئے نہ تھی۔ غصہ انسانی اخلاق کا ایک جز ہے مگر ایک پیغمبر کا اتنا غصہ اس کی شایانِ شان نہیں تھا، اس لیے خدا تعالےٰ نے ایک بلیغ تشبیہ سے موسےٰ علیہ السلام کے غضب کی تصویر کشی کی اور اسے ایک باہر کی شئے قرار دیا۔

اجتہادی اختلاف

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے درمیان ایک شرعی معاملہ میں، شرعی احکام میں نہیں۔ اجتہادی اور فکری اختلاف پیدا ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک یہودیوں کی گئو سالہ پرستی کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنے فرماں بردار یہودیوں (جو بارہ ہزار تھے، چھ لاکھ میں سے) کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلا آنا چاہیے تھا۔ اور ان کا سماجی مقاطعہ کر دینا تھا اور حضرت ہارون علیہ السلام کے خیال میں یہ طرزِ عمل نقصان دہ تھا۔ اس سے بنی اسرائیل کے درمیان تفریق پیدا ہو جاتی۔ آپ نے اسے بہتر سمجھا کہ نافرمانی کے باوجود اس قوم کے ساتھ رہا جائے۔ آپ کو یہ توقع تھی کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام تشریف لا کر نافرمانوں کو راہِ راست پر لے آئیں گے۔ یا خدا ان کے حق میں جو فیصلہ مناسب سمجھے گا، وہ صادر فرما دے گا۔

شرعی نکتہ نگاہ سے دونوں خیال درست تھے۔ ان دونوں صورتوں میں سے کسی کو واضح طور پر غلط نہیں کہا جا سکتا۔ اجتہادی اختلاف میں یہی صورت پیش آتی ہے۔

Marfat.com

تربیت کا فرق

اس واقعہ سے حضرت موسٰے علیہ السلام اور نبی آخرالزّمان صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ واصحابہٖ وسلم کی تعلیم و تربیت کا فرق بھی واضح ہو رہا ہے۔

حضرت موسٰے علیہ السلام نے ۴۵ برس تک یہود کی تربیت کی، شرک کے خلاف جہاد کیا۔ اور ان میں توحید کا تصور زندہ کیا۔ فرعون اور اس کی قبطی قوم کی صحبت سے شرک اور بت پرستی کے جو جراثیم پیدا ہو گئے تھے، انھیں نکالنے کی کوشش کی مگر یہودیوں نے جب موقع پایا، مظاہر پرستی شروع کر دی۔

اس کے مقابلہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم نے صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اندر سے شرک کی بیماری کو دور کیا۔ اور ان میں توحیدِ حق کا ذوق پیدا کیا اور آپ کی یہ جدّوجہد بھی ۲۳ سال جاری رہی۔

اور پھر صحابہ اکرام رضی اللہ تعالٰے عنہم اجمعین کی تربیت اتنی مکمل ہوئی کہ پچھلی امتوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کو ایک آزاد فکر قوم ملی جو سیاسی غلامی سے محفوظ رہی تھی۔ حجاز کا خطہ ایران و روما کی غلامی سے بچا رہا تھا کہ یہ بنجر اور خشک علاقہ تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ نے حجرِ اسود کو مخاطب کر کے جو صدائے توحید بلند کی اس پر غور کرو اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰے عنہٗ نے شاہِ ایران کے دربار میں سجدہ کرنے سے انکار کر کے جس کردار کا مظاہرہ کیا، اس پر غور کرو۔

اسلامی توحید صرف ایک زبانی اقرار نہیں۔ ایک احساس ہے، خودی کا احساس، خود اعتمادی کا جذبہ، انسانی عظمت کا احساس، جو ایک توحید پرست کو خدائی عظمت کے سوا کسی مخلوق کے سامنے سر جھکانے کی اجازت نہیں دیتا۔

ہمیں مولانا شہید رحمہ اللہ تعالٰے کے مجاہدانہ جوش و جلال میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسٰی علیہ السلام کا جذبہ نظر آ رہا ہے...... اسی جذبہ نے حضرت مولانا شہید رحمہ اللہ تعالٰے کی خطابت اور تحریر کے انداز میں جوش بھر دیا تھا۔

Marfat.com

شاہ شہید رحمہ اللہ تعالےٰ اور تقلیدِ شخصی!!

چہاردہ مسائل کے چھٹے مسئلہ میں مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ نے قیاس شرعی کو حجت تسلیم کر کے اصحابِ ظواہر۔ علامہ ابنِ تیمیہ وغیرہ کے مسلک سے بے تعلقی کا اظہار کیا ہے۔

البتہ تقلیدِ شخصی کا مطلب مولانا شہید رحمہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہی معلوم ہوتا ہے جو ان کے داداجان حضرت امام شاہ صاحب ولی اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ کا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ تقلیدِ شخصی کو تسلیم کرتے ہیں مگر اس تصور کے ساتھ کہ چاروں فقہی مسلک برحق ہیں کسی ایک مسلک کی تقلید میں اتنا تشدد اور غلو کہ دوسرے فقہی مسلک کے ساتھ نفرت اور حقارت کا ذہن پیدا ہو جائے اور اجتہادی مسائل میں جنگ و پیکار شروع ہو جاتے۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک یہ بات درست نہیں ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے بعض کتابوں میں فقہ حنفی کے اقرب الی الصواب ہونے کا اظہار کیا ہے۔ جیسے فیوض الحرمین میں اپنے مکاشفات بیان فرما کر اس مسلک کی ترجیح واضح کی ہے۔ لیکن اجتہادی مسائل میں غلو اور تشدد شاہ صاحب کسی طرح درست نہیں مانتے۔

حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ نے علامہ ابنِ حزم ظاہری اندلسی کے تقلید کے خلاف دلائل نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

"ابنِ حزم رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقلید کے خلاف جو کچھ لکھا ہے۔

Marfat.com

اس میں وہ شخص داخل نہیں ہو سکتا جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی اطاعت کا اعلان کرتا ہو اور حلال و حرام کے بارے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سند قرار دیتا ہو۔ لیکن چونکہ وہ شخص احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی گہرائی کا علم نہیں رکھتا۔ اور آپؐ کے مختلف اقوال کے درمیان مطابقت پیدا کرنے اور سب کو جمع کرنے کی صلاحیت سے محروم ہے۔ اور وہ احادیث سے احکام شریعت کا استنباط نہیں کر سکتا، اس سبب سے وہ کسی رہنما عالم کی تقلید کرتا ہے۔ وہ اس عالم کے بارے میں یہ سمجھتا ہے کہ اس کا قول شریعت کے خلاف نہیں ہوتا اور اس کے فتوے چلتے ہیں اور یہ متبع سنت ہے۔ اور اگر اسے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ متبع سنت نہیں ہے تو وہ اس کی پیروی سے باز آجاتا ہے اور ضد اور اصرار کی روش اختیار نہیں کرتا۔ ایسا شخص ابن حزم رحمۃ اللہ تعالےٰ کی مخالفت کے دائرہ سے باہر ہے۔

ہم کسی فقیہ کے بارے میں یہ یقین نہیں رکھتے کہ اس پر فقہ کی وحی ہوتی ہے اور خدا تعالےٰ نے اس کی پیروی ہم سب پر واجب کی ہے اور وہ بالکل معصوم ہے۔ اگر کسی فقیہہ کی ہم اتباع کرتے ہیں تو صرف یہ جان کر کہ وہ قرآن و حدیث کا عالم ہے، اس کا قول یا قرآن و حدیث کے صراحۃً موافق ہے یا کسی آیت و حدیث سے اس نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے اور غیر منصوص کو منصوص سے قیاس کیا ہے۔"

(حجۃ اللہ باب ۸۵)

مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔

Marfat.com

امت کے اکابر علمأ و محدثین و فقہا، امام غزالی، رازی، ترمذی، طحاوی، مزنی، ابن ہمام ابن قدامہ اور اسی معیار کے لاکھوں علماء سلف و خلف باوجود علوم عربیت و علوم شریعت کی اعلیٰ مہارت حاصل ہونے کے ایسے اجتہادی مسائل میں ہمیشہ آئمۂ مجتہدین کی تقلید ہی کے پابند رہے ہیں۔

ان حضرات کو علم و تقوے کا وہ معیاری درجہ حاصل تھا کہ مجتہدین کے اقوال و آراء کو قرآن و سنت کے دلائل سے جانچتے اور پرکھتے تھے۔ پھر آئمۂ مجتہدین میں سے جس امام کے قول کو وہ کتاب و سنت سے اقرب پاتے، اس کو اختیار کر لیتے مگر آئمۂ مجتہدین کے مسلک سے خروج اور ان سب کے خلاف کوئی رائے قائم کرنا ہرگز ناجائز جانتے تھے۔ تقلید کی اصل حقیقت اتنی ہی ہے۔

۱۹۰

(معارف القرآن جلد ۵ ص ۳۴۶)

اس دور فلاح و سعادت کے بعد جب مسلم معاشرہ میں اتباع شریعت کا جذبہ کمزور پڑنے لگا اور سلف کے اندر شریعت حقہ کی پیروی میں ہر قسم کی قربانی اور نفسانی مشقت و مزاحمت برداشت کرنے کا جو شوق و ذوق تھا، اس کی جگہ تن آسانی اور آرام پسندی کا رجحان پیدا ہونے لگا تو ذمہ داران شریعت، علماء حق اور صوفیائے ربانی نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ یہ لوگ عملی آسانیاں تلاش کرنے کے لیے مختلف فقہی مذاہب کی طرف دوڑنے لگیں گے اور اتباع شریعت خواہش نفس کے تابع ہو جائے گی۔ تو ان حضرات نے چاروں فقہی مذہبوں میں سے کسی ایک مذہب کی پابندی کو ضروری سمجھا اور فقہی مکاتب فکر میں تحدید اور تعیین کی ضرورت محسوس کی۔ اس لیے یہ مسئلہ صرف دینی مصلحت کا ہے اور امت کے درمیان ممکن حد تک عملی اتحاد کا ہے کہ ہر مسلمان عامی اور عالم، کسی ایک فقہی مسلک کی پابندی کرے۔ یہ کوئی مخصوص شرعی فیصلہ نہیں ہے جس کی پابندی فریضۂ شرعی ہو اور اس کے خلاف چلنا شرعی ممنوع قرار پائے۔

البتہ علماء راسخین اور اہل تقوے ارباب تحقیق کے لیے اس امر کی اجازت دی کہ اگر وہ عصری حالات کے تحت جدید پیدا ہونے والے مسائل میں کسی دوسرے مجتہد کے ہاں

Marfat.com

زیادہ صواب محسوس کریں تو وہ اپنے اجتہاد سے اس کے مطابق فتوےٰ دے سکتے ہیں۔ اس قسم کے اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہا ہے۔ اور علماء راسخین پوری احتیاط سے اس پر عمل کر کے جدید معاشی اور سماجی مسائل ہیں قرآن وسنت اور فقہاء سلف کی تحقیقات سے امت کو روشنی پہنچاتے رہے ہیں۔

تقلیدِ شخصی میں کسی ایک مسلک کی پابندی کا مطلب کسی مسلک کے امام و فقیہہ کے نزدیک یہ نہیں رہا کہ فقہی مسائل میں جنگ وجدل شروع کر دیا جائے۔ اگر کوئی جماعت یا فرد اس پابندی کو بے ضرورت اور خلافِ شرع سمجھے تو اس کی تضلیل و تفسیق کو اپنا مشن بنا لیا جائے۔

بلاشبہ فروعی مسائل کا اختلاف امت کے حق میں رحمت ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ "اختلاف امتی رحمۃ" حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالےٰ فرماتے تھے کہ فروع وجزئیات میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا اختلاف اس امت کے لیے رحمت ووسعت ثابت ہوا ہے۔ لیکن اختلاف میں رحمت کا پہلو اس وقت تک ہے جب تک عملی آسانی کے ساتھ احترامِ شریعت کا جذبہ قائم رہے۔ اور اتباعِ شریعت کے لیے خواہشاتِ نفس کی بڑی سے بڑی قربانی دینے کا عزم امت کے اندر موجود رہے۔

لیکن اگر آسانیوں کی طلب کا رُخ اتباعِ شریعت سے فرار کی طرف ہونے لگے اور جزئی اختلاف کو لوگ بے عملی کے لیے آڑ بنانے لگیں تو پھر یہ ایمان ویقین کے لیے خطرہ کی گھنٹی ہے۔

منصوص مسائل میں مسلم معاشرہ کی عملی زندگی منظم ہے، متحد ہے۔ اجتہادی اختلافی مسائل میں بھی یہ نظم واتحاد ممکن حد تک قائم رہے۔ اس مقصد کے تحت علماء سلف نے چار مشہور اور بڑے فقہی مکاتب فکر میں سے کسی ایک کی پابندی کو مناسب سمجھا اور اس پر عمل درآمد شروع ہو گیا اور یہ صورتِ حال حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کے مطابق چار سو برس کے بعد پیدا ہوئی۔

Marfat.com

ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ جن علماء نے تقلیدِ شخصی کے خلاف اتباعِ سنت کی مہم شروع کی، ان کے ہم خیال اور رفقاء بھی آہستہ آہستہ ایک مستقل جماعت اور فقہی گروہ میں تبدیل ہو گئے۔ اور پھر چند مخصوص فقہی مسائل کی پابندیاں ان کے ہاں لازم ہوگئیں۔ اور آزاد اجتہاد کی روایت اس دائرہ کے اندر باقی نہیں رہی۔ اور اس طرح ایک پانچواں تحزب (گروہ) پیدا ہوگیا۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مسلکِ حنفی کے مستند عالم اور محقق ہیں، وہ اس بارے میں لکھتے ہیں:-

> "یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے بیمار آدمی شہر کے حکیم اور ڈاکٹروں میں سے کسی ایک ہی کو اپنے علاج کے لیے متعین کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ کیونکہ بیمار اپنی رائے سے کبھی کسی ڈاکٹر سے پوچھ کر دوا استعمال کرے، اور کبھی کسی اور ڈاکٹر سے پوچھ کر دوا استعمال کرے تو یہ اس کی ہلاکت کا سبب ہوتا ہے۔ وہ جب کسی ڈاکٹر کا انتخاب اپنے علاج کے لیے کرتا ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ دوسرے ڈاکٹر ماہر نہیں ہیں۔ یا ان میں علاج کرنے کی صلاحیت نہیں۔
>
> حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کی جو تقسیم امت میں قائم ہوئی۔ اس کی حقیقت اس سے زائد کچھ نہ تھی، اس میں فرقہ بندی اور گروہ بندی کا رنگ اور باہمی جدال وشقاق کی گرم بازاری نہ کوئی دین کا کام ہے، نہ کبھی اہل بصیرت علماء نے اسے اچھا سمجھا ہے۔ بعض علماء کے کلام میں بحث وتحقیق نے مناظرانہ رنگ اختیار کرلیا۔ اور بعد میں طعن وطنز تک نوبت آگئی۔ پھر جاہلانہ جنگ وجدال نے وہ نوبت پہنچا دی جو آج

Marfat.com

عموماً دین داری اور مذہب پسندی کا نشان بن گیا۔"

(معارف القرآن جلد ۵ صفحہ نمبر ۳۴۶)

یہ غلو پسندی افسوس یہ ہے کہ دونوں طرف پائی جاتی ہے۔ اہل حدیث حلقوں میں بعض ایسے تشدد پسند ہیں جو تقلید فقہی کو شرک قرار دیتے ہیں اور اس تقلید پر وہ آیات قرانی چسپاں کرتے ہیں جو مشرکین عرب کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔

اسی طرح مقلد حلقوں میں بعض ایسے لوگ نظر آتے ہیں جو اپنے مکتب فکر کے خلاف چلنے والوں کو مطعون کرتے ہیں۔ اور ایسی حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں کہ گویا یہ اسلام سے خارج ہیں۔ خدا تعالےٰ اس نادانی سے محفوظ فرمائے

Marfat.com

مشائخ ربّانی اور اہلِ شفاعت

بارہویں اور تیرھویں صدی کی بدعات کے خلاف مسلم معاشرہ کی اصلاح کے لیے اس عہد کے مشائخ ربانی نے بھی اپنے طریقہ کے مطابق آواز اٹھائی ہے۔

خواجہ نور محمد صاحب مہاروی سے شفاعت کے متعلق ایک تشریح منقول ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ گمراہ صوفیوں نے شفاعت کے باب میں جو غلط تصورات پھیلا دیے تھے، خواجہ صاحب پر اس کا بڑا اثر تھا۔ اور آپ نے اس کی تردید میں اس تشریح و توضیح کی ضرورت محسوس کی۔

خواجہ نور محمد مہاروی، حضرت مولانا فخر الدین اورنگ آبادی کے بڑے چہیتے خلیفہ تھے مولانا فخر صاحب حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ہم عصر تھے اور خواجہ نور محمد صاحب مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کے معاصر تھے۔ خواجہ مہاروی کی وفات ۱۲۰۵ھ مطابق ۱۷۹۱ء میں ہوئی۔

مولانا فخر صاحب اپنے اس محبوب مرید کے بارے میں یہ دوہا پڑھا کرتے تھے۔

تن مٹکے منجھیرنا سُرت بلووَن ہار
مکھن پنجابی لے گیا، چھاچھ پیو سنسار

میرا تن وجد میں آرہا ہے، رقص کر رہا ہے اور میرا من خوش ہو رہا ہے اور میں بڑا ہوشیار بلونے والا ہوں مگر میرا پنجابی مرید سارا مکھن لے گیا اور سنسار کے لیے صرف چھاچھ رہ گئی ہے۔

یہ کبیر داس کا مشہور دوہا ہے۔ مولانا فخر صاحب کچھ تصرف کے ساتھ اس دوہے کو خواجہ نور محمد صاحب کے حق میں پڑھا کرتے تھے۔

Marfat.com

نواب غازی الدین جن کے مزار اور مسجد کے پاس دلی کالج قائم کیا گیا ہے۔
مولانا فخر صاحب کے مرید تھے اور انھوں نے اپنے پیر کے اس شعر کو اپنی فارسی مثنوی میں اس طرح نقل کیا ہے۔

شیخ درحق او چنیں فرمود
کیں زما ہر چہ بودہ است ربود
نیز ارشاد آں شہِ دین است
کایں زماں قطب وقت خود بود است
ہم بگفتہ کزیں جہاں آرا
شدہ امیدِ مغفرت مارا

شیخ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ ہمارے پاس جو کچھ تھا، وہ سب وہی لے گیا اور یہ بھی فرمایا کہ وہ قطب وقت ہے اور جہاں کو اس سے زینت ہے اور ہمیں اس کے توسل سے مغفرت کی امید ہے۔
یہ عظیم القدر صوفی فرماتے ہیں:۔
"ہر چیز کا مدار ایمان پر ہے۔ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت بھی استقامت ایمان کے بعد ہے۔ چاہے کوئی جمعہ کی رات کو فوت ہو جائے۔ یا رمضان شریف میں۔

(مناقب المحبوبین)

خواجہ صاحب کا رنگ سانولا تھا۔ ایک دن مولانا فخر صاحب کے کسی مرید کے دل میں یہ خیال آیا کہ ہمارے شیخ اس کالی صورت پر فریفتہ ہیں۔ خواجہ صاحب پر اس کا خیال منکشف ہو گیا۔ اسے مخاطب کر کے فرمایا۔ "میرے شیخ میری اس صورت پر فریفتہ نہیں ہیں، وہ صورت دوسری ہے۔
اب جو اس مرید کی نظر خواجہ نور محمد صاحب کی صورت پر پڑی تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک روشن چہرہ ہے جس کی کرنوں سے تمام گھر منور ہو رہا ہے۔ یہ باطن کا چہرہ تھا۔۔۔۔

Marfat.com

مولانا کے اس مرید نے معذرت کی اور خواجہ صاحب کے قدموں میں گر پڑا۔
خواجہ صاحب نے بات وہی کہی ہے جو شیخ محمد بن عبدالوہاب اور مولانا شہید
تعالےٰ نے لکھی ہے۔ صرف تعبیر کا فرق ہے۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب اہلِ اخلاص اور اہلِ توحید
مستحق شفاعت قرار دیتے ہیں۔ مولانا شہیدؒ تائب اور نادم گناہ گار کو حق دار فرماتے
اور خواجہ نور محمد صاحب اہل استقامت کی تعبیر اختیار فرما رہے ہیں۔

قرآن کریم نے کہا :-

ان الذین قالوا ربنا اللہ	ہر پریشانی کے وقت اور موت
ثم استقاموا تتنزل	کی گھبراہٹ میں خاص طور پر رحمت
علیھم الملائکۃ ان لا	کے فرشتے اہلِ استقامت پر اترتے
تخافوا ولا تحزنوا وابشروا	ہیں اور انھیں تسلی دیتے ہیں اور جنت
بالجنۃ التی کنتم توعدون	کی بشارت سناتے ہیں۔

(حٰم سجدہ ۳۰)

الاحقاف میں اس طرح ہے۔ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (
قرآن کریم نے اس آیت میں خدا تعالےٰ کو بطور رب تسلیم کرنے کا ذکر کیا۔ رب
لفظ بڑا جامع ہے۔ پالنے پوسنے والا۔ ہر عمر میں ضرورت کے مطابق پرورش کا سامان
کرنے والا۔ جسم کی پرورش کے لیے مادی غذا ہو یا روح اور اخلاق کی پرورش و بقا کے لیے
روحانی غذا، ہو سب کا انتظام کرنے والا، رب کہلاتا ہے۔ ہدایت کا سامان بھی وہی کرتا
ہے اور نجاتِ آخرت کا انتظام بھی اسی کی طرف سے ہوتا ہے۔

انسان زندگی کی کیسی ہی آزمائش میں گرفتار ہو، کیسی ہی تکلیف، مرض، بھوک، بے
روزگاری اس کو آگھیرے۔ اس کی نظر رب کریم کے سوا کسی دوسری طرف نہ اٹھے۔ یہی
استقامت ہے۔ اسی مقام کے بوجھ سے اہل اللہ کی کمر جھک جاتی ہے۔

حضور اکرم علیہ السلام نے فرمایا :- مجھے سورۂ ہود اور اس جیسی سورتوں نے
شَیَّبَتْنِیْ ھود واخواتھا بوڑھا کر دیا۔

وفات کے بعد ایک اصحابی نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم سے خواب میں پوچھا۔" یارسول اللہ! صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم ان سورتوں سے آپ کا اشارہ کن آیتوں کی طرف ہے؟"

آپ نے اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا:-

فاستقم کما امرت ومن تاب معك !! (آیت نمبر ۱۱۲)	اے نبی! ہمارے حکم کے مطابق استقامت اختیار کیجیے! آپ بھی اور آپ کے رفقاء بھی جو خدا کی طرف رجوع رہتے ہیں۔

Marfat.com

وسیلہ کی تین صورتیں

(۱) حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی اطاعت کو نجات اور مغفرت کا ذریعہ و وسیلہ بنایا جائے۔ یہ فرض کا درجہ رکھتا ہے۔

(۲) آپ کی دعا و شفاعت کو وسیلہ نجات و کامیابی بنایا جائے۔ یہ بھی بالاتفاق جائز ہے۔

(۳) حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو وسیلہ بنا کر اور آپ کی ذات کو بیچ میں لاکر خدا سے دعا کرنا۔

وسیلہ کا حکم قرآن کریم میں

قرآن کریم میں دو جگہ وسیلہ کا ذکر ملتا ہے۔

(۱) وابتغوا الیہ الوسیلۃ[1] (المائدۃ ۳۵)

(۲) اولٰئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ

پہلی آیت میں شریعت کے واجبات و فرائض اور مستحبات کو سعادت و نجات کا ذریعہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔

---

[1] شاہ صاحب اس آیت کے فائدہ میں تحریر فرماتے ہیں۔
یعنی رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی اطاعت میں جو نیکی کرو، وہ قبول ہے اور بغیر اس کے عقل سے کرو، سو قبول نہیں۔ یہ وسیلہ کے پہلے معنی ہیں۔

Marfat.com

دوسری آیت میں خدا کے نیک بندوں، انبیاء اور ملائکہ کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ خدا کا قرب حاصل کرنے کے لیے وسیلہ کی تلاش میں رہتے ہیں۔

وسیلہ احادیث میں

آپ ؐ نے فرمایا:۔

سلوا اللّٰہ لی الوسیلۃ فانہا	"اللہ سے میرے لیے وسیلہ طلب کرو۔ وہ
درجۃ فی الجنۃ لا تبتغی الا	جنت کا ایک درجہ ہے اور میرے سوا
لعبد من عباد اللّٰہ وارجو	کوئی بندۂ خدا اس کا اہل نہیں ہے۔ پس جو
ان اکون انا، ذالک العبد فمن	شخص خدا سے میرے لیے وسیلہ طلب کرے
سال اللّٰہ لی "الوسیلۃ" حلت	گا، اس کے لیے میری شفاعت جائز
علیہ شفاعتی یوم القیامۃ	ہو جائے گی۔"

یہی وسیلہ ہے، جس کی دعا آذان کے بعد والی دعائیں کی جاتی ہے۔ اور اس میں اس درجہ و مقام کو "مقام محمود" کہا گیا۔

یہ وسیلہ آپ کی ذات گرامی کے ساتھ خاص ہے۔ اس مقام پر فائز ہو کر آپ امت کے لیے مغفرت کی سفارش کریں گے۔

حضرت عمر رضؓ کا واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑا تو آپ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو باہر جنگل میں لے جا کر بارش کی دعا کی۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اللھم انا کنا اذا اجدبنا	الٰہی! جب ہم قحط میں گرفتار ہوتے تو
توسلنا الیک بنبینا فتسقینا	تیرے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ
وانا نتوسل الیک بعم نبینا	وسلم کو وسیلہ بناتے اور تو ہم پر باران رحمت

Marfat.com

فاسقنا! نازل کر دیتا۔ اب ہم ترے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہ وسلم کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں تو الٰہی! ہم پر بارانِ رحمت فرمادے دورِ صحابہ کا یہ مستند واقعہ منقول ہے۔

نابینا والی حدیث

ایک نابینا صحابی آپؐ کی خدمت میں آئے اور اپنی بینائی واپس ہونے کے لیے آپؐ سے دعا کی درخواست کی۔ آپؐ نے فرمایا۔

انی شئت اخرت ذالك فهو خير لك وان شئت دعوت قال فادعه قال فامره ان يتوضا فيحسن الوضوء ويصلی رکعتین ویدعوا بهذا الدعا... اللهم انی اسئلك واتوجه اليك بنبيك محمد نبي الرحمة يامحمد! انی اتوجه بك الى ربي فی حاجتی هذه... فيقضيها لی، اللهم فاشفعه فیّ وشفعنی فيه قال فقام وقد ابصر

"اگر تو چاہے تو میں دعا کے معاملہ کو مؤخر کر دوں؟ یہ تیرے لیے بہتر ہوگا اور اس مصیبت پر صبر کرنے کا اجر پائے گا اور اگر تو چاہے تو میں دعا کر دوں؟ اس نے کہا۔" دعا کر دیجیے۔" آپؐ نے اسے وضو کرکے دو رکعتیں ادا کرنے کا حکم دیا اور اس کے بعد یہ دعا کرنے کی ہدایت فرمائی اس نے اسی طرح یہ دعا کی۔ الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں ترے نبیؐ رحمت کے ذریعہ اور اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ واصحابہ وسلم میں آپؐ کے ذریعہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اپنی ضرورت میں۔ پس وہ پوری کر دے گا میری اس ضرورت کو۔ اے اللہ! شفاعت قبول فرمائے نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی میرے حق میں اور انھیں شفیع بنادے۔

Marfat.com

س حاجت میں۔ اس نابینا نے اس طرح دعا کی اور اس کی آنکھوں کی بینائی لوٹ آئی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

شام میں ایک دفعہ قحط پڑ گیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے یزید ابن الاسد جرشی صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کو وسیلہ بنایا اور اس طرح دعا کی:۔

اللّٰھم انا نستشفع بخیارنا یا یزید! ارفع یدیک فرفع یدیہ ودعا ودعا الناس حتی سقوا

اے اللہ! ہم سفارش کرتے ہیں اس کو ذریعہ بنا کر جو ہم سے بہتر ہے۔ اے یزید! اپنے ہاتھ اٹھاؤ۔ یزید نے اپنے ہاتھ اٹھالیے اور دعا کی اور دوسرے لوگوں نے بھی ان کے ساتھ دعا کی۔ یہاں تک کہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

ابن تیمیہ کی قوی دلیل

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالےٰ نے اپنے اس دعوے کی دلیل میں کہ صحابہ کرام کے دور میں توسل اور شفاعت چاہنے کا مفہوم دعا کرانا تھا، اور دعا کو ذریعہ بنانا تھا، ذات کو درمیان میں لانا نہیں تھا۔ یہ حدیث پیش کی:۔

ایک شخص نے آکر عرض کی:۔

انا نستشفع بک علی اللّٰہ ونستشفع باللّٰہ علیک (ابوداؤد)

حضور! میں آپ کو خدا کے سامنے اپنا شفیع بنا کر پیش کرتا ہوں اور خدا کو آپ کے سامنے شفیع بنا کر پیش کرتا ہوں۔

یہ سن کر آپ نے سبحان اللہ، سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ خوف کے مارے صحابہ کرام کا رنگ فق ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا:۔

ویحک اتدری ما

افسوس ہے تجھ پر! کیا تو سمجھتا نہیں کہ تو کیا کہہ

Marfat.com

تقول ؟ ان اللہ لا یستشفع بہ علی احدٍ من خلقہ شان اللہ اعظم من ذالک

کہہ رہا ہے؟ اللہ تعالے کو اس کی مخلوق کے سامنے بطور سفارشی کے پیش نہیں کیا جاتا ۔ اللہ کی شان اس سے بہت بلند ہے۔

علماء دیوبند کا مسلک

یہ ہے کہ اعمالِ صالحہ اور صالحین کی ذات ، دونوں سے توسل جائز ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ والہ واصحابہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہو یا دوسرے صلحاء امت کی۔ ان حضرات کا استدلال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ، کی حدیث اور نابینا والی حدیث دونوں میں ذات سے توسل کیا گیا ہے۔

شاہ عبدالرحیمؒ کا مسلک

شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ تعالے کا مسلک بین بین ہے۔ شاہ صاحب ایک مکتوب میں فرماتے ہیں

" وہر چہ مشکل افتد مدد از روحانیت حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ والہ واصحابہ وسلم باید خواست واز غیر حبیبِ خدا کسے دیگر رجوع نباید کرد " (مکتوبات صفحہ ۴۸)

یعنی مشکلات میں حضور صلی اللہ تعالے علیہ والہ واصحابہ وسلم کی روحانیت سے مدد طلب کی جا سکتی ہے۔ دوسرے کسی بزرگ کی روحانیت درست نہیں۔[1]

علماء نے اس سے یہ مطلب اخذ کیا ہے کہ شاہ صاحب ، توسل بذات النبیؐ کے قائل

---

[1] ماہنامہ الرشاد مولانا مجیب اللہ ندوی۔

Marfat.com

تھے۔ ظاہر ہے کہ جب براہِ راست استمداد بروح النبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کے جواز کو تسلیم کرتے تھے تو پھر ذات نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے استمداد کو کیسے غلط سمجھ سکتے تھے۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

ذات نبوی سے توسل کا ایک ثبوت واضح حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ تعالےٰ نے نقل کیا ہے۔ ابن عمر فرماتے ہیں کہ بارہا ایسا ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم بارش کے لیے دعا فرماتے ہوتے اور میں آپؐ کے چہرۂ انور پر نظریں جمائے ہوتے خواجہ ابوطالب کا شعر پڑھتا ہوتا ؎

وابیض یستسقی الغمام بوجہہٖ
ثمال الیتٰمی عصمۃ اللارامل

وہ گورے رنگ والے، جن کی ذات کے وسیلہ اور ذریعہ بادلوں سے پانی طلب کیا جاتا ہے۔ یتیموں کی پناہ اور بیواؤں کے سہارے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس شعر کو پڑھتے تھے۔ اور اس میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کو وسیلہ اور ذریعہ بنایا گیا ہے۔ عربی میں چہرہ بول کر ذات مراد لیا کرتے تھے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے اس میں بھی دعا سے استسقاء مراد لیا ہے حالانکہ (بوجہہ) کا لفظ ذات سے استسقاء پر واضح ہے۔[۱] (کتاب الوسیلہ اردو صفحہ ۲۰۰)

---

[۱] حضرات علماء اہل سنت قدس اللہ سرہم العزیز کا اس مسئلہ میں جو مسلک ہے، اس کی مزید تحقیق حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالےٰ کی کتاب "سلاسل طیبہ" کے الحاقی مقدمہ از مخدومی مولانا قاضی مظہر حسین صاحب خلیفہ حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ میں ملاحظہ فرمائیں۔ خود حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالےٰ کے مکتوبات میں ہے کہ توسل بالاعمال کو ساری دنیا مانتی ہے۔ جب کہ توسل بالذوات میں بعض حضرات اختلاف کرتے ہیں لیکن بقول حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالےٰ غور کیا جائے تو توسل بالذوات بھی درحقیقت توسل بالاعمال ہی ہے کیونکہ عام ذوات سے توسل تو نہیں ہوتا۔ ایسے مخصوص صاحب کمال لوگوں اور بزرگوں ہی سے توسل ہوتا ہے جن کے اعمال کی شان رفیع اور بلند ہوتی ہے۔ (خلاصہ مفہوم مکتوبات جلد اوّل)

(علوی)

Marfat.com

جلوس میلاد النبیؐ شریعت کی نظر میں

جلوس میلاد النبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے شرعی جواز پر مولانا زید ابوالحسن صاحب فاروقی مدظلہ[1] نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ خدا تعالےٰ نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی رفعتِ شان کا اعلان کیا ہے۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ اور یہ جلوس اسی رفعت وبلندی کی ایک شکل ہے۔ لہٰذا یہ شرعی طور پر جواز رکھتا ہے۔

جہاں تک عام مسلمانوں کے جذبات وتصورات کا تعلق ہے تو اس میں صرف یہ محرک نظر آتا ہے کہ دنیا کی دوسری قومیں اپنے اپنے مذہبی پیشواؤں کی یومِ پیدائش پر جلوس نکالتی ہیں تو پھر ہم بھی جلوس نکال کر اپنے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی عظمت کا اظہار کیوں نہ کریں؟

ظاہر ہے کہ یہ جذبہ بدعت پسندی اور رسوم پرستی کی پیداوار ہے اور اسلام میں اس سطحی جذبہ کے لیے کیا حکم ہے؟ اور اس سے اب تک اسلام کی حقیقی تعلیم کو کتنا نقصان پہنچا ہے؟ یہ مسئلہ الگ ہے۔ لیکن اس بدعت پسندی اور زوائد پرستی کے لیے جب مستند علمائے کرام کی طرف سے شرعی جواز مہیا کیا جانے لگے تو یہ بات بڑی خطرناک بن جاتی ہے۔

مولانا فاروقی صاحب مدظلہ نے آیتِ مذکورہ سے استدلال کیا ہے لیکن اگر مولانا اس

---

[1] مولانا محمد اسماعیل اور تقویت الایمان کتاب کے آخر میں یہ فتوےٰ شامل کیا گیا ہے۔

Marfat.com

آیت کے شانِ نزول پر غور فرمالیتے تو یقیناً اس موقع پر اس آیت سے استدلال کرنے کی جرأت نہ فرماتے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت (سورۃ الم نشرح آیت ۴) کے تحت امام مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ اور امام قتادہ رحمہ اللہ تعالےٰ جیسے مفسرین تابعین کے دو قول نقل کیے ہیں :-

قَالَ الْمُجَاهِد لَا اُذْكَرُ اِلَّا ذُكِرْتَ مَعِيَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

مجاہد کہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ فرماتے ہیں جب میرا ذکر کیا جائے گا تو اے نبی! صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم میرے ساتھ آپ کا ذکر بھی ضرور کیا جائے گا۔ جیسے کہ تشہد میں توحیدِ الٰہی اور نبوت محمدی صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کا ساتھ ساتھ اعلان ہوتا ہے۔

امام قتادہ فرماتے ہیں :-

رفع اللہ ذکرہ فی الدنیا والآخرہ فلیس خطیب ولا متشہد ولا صاحب صلواۃ الا ینادی بھا اشھد ان لا الہ ... الخ

یعنی خدا تعالےٰ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کا ذکرِ پاک، دین اور دنیا دونوں میں بلند کیا ہے۔ پس کوئی خطیب، اور کوئی تشہد پڑھنے والا اور کوئی نمازی ایسا نہیں ہے جو کلمۂ شہادت میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم کے اسمِ پاک کی منادی نہ کرتا ہو۔

حضرات تابعین کے ان تشریحی اقوال کے علاوہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ایک روایت بھی ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے نقل کی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل امین آئے اور کہا :-

انّ ربی و ربك يقول كيف رفعت ذكرك؟

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے آپ کا ذکر کیوں کر بلند کیا ہے؟

Marfat.com

قال اللّٰہ اعلم ! آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ ہی خوب جانتا
قال اذا ذکرت ہے۔ خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ جب میرا ذکر
ذکرت معی۔ کیا جائے گا تو میرے ساتھ آپ کا ذکر بھی
کیا جائے گا۔ (ابن کثیر سورۃ الم نشرح آیت ۴)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ خدا تعالےٰ نے جس شان کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ذکر کو بلندی عطا فرمائی، اسی شان کے ساتھ اس کے اظہار کا طریقہ بھی مقرر فرما دیا۔ امام رازی رحمہ اللہ تعالےٰ نے اس موقع پر لکھا ہے کہ پانچوں وقت کی نماز کے ساتھ آذان کا اعلان حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی نبوت وعظمت کا اعلان ہے۔

امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ اسلام میں عبادت کے اعلان کے لیے جو طریقہ مقرر کیا گیا ہے، وہ کسی مذہب میں موجود نہیں ہے، کسی مذہب میں ناقوس بجایا جاتا ہے اور کسی مذہب میں گھنٹہ اور آتش پرستوں میں آگ روشن کی جاتی ہے۔ اسلام نے اپنے شعائر کو متعین کرتے وقت اس کا لحاظ رکھا ہے کہ کسی مشرکانہ مذہب کے شعائر کے ساتھ تشبیہ پیدا نہ ہو۔ بلکہ عبادت کے ہر جزء میں اسلام کی انفرادی شان نمایاں رکھی گئی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ایک مستقل اسلامی کیلنڈر اور قومی سن جاری کرنے کے لیے باہم مشورہ ہوا تو ایک صحابی نے حضور علیہ السلام کی تاریخ پیدائش سے سن شروع کرنے کا مشورہ دیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے یہ مشورہ دیا کہ اس طریقہ سے عیسائیوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جائے گی۔ اس لیے یہ طریقہ مناسب نہیں۔

حاصل یہ ہے کہ عظمت نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم کے اظہار و اعلان میں اسلام نے مشابہت سے اجتناب کیا ہے اور اس میں دوسرے اعمال وارکان کی طرح انفرادیت قائم رکھی ہے۔ لیکن افسوس بعد کی صدیوں میں مسلمانوں کے اندر احساس کمتری پیدا ہونے لگا اور دوسری قوموں کی ریس میں دین برحق کو مشرک قوموں کی رسموں سے آلودہ کرنا شروع کر دیا جس کی ایک مکروہ شکل رسم تعزیہ ہے اور جلوس میلاد النبی بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اور رفتہ رفتہ

آہستہ اس جلوس کو دوسری غیر مسلم قوموں کے ابلاس کی سطح پر لانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔
بمبئی[2] اور اس کے اطراف میں اس جلوس نے اپنا آخری رنگ دکھانا شروع کر دیا ہے۔
جلوس میں باجا، گاجا، ناچنا کودنا، بازاری عورتوں کی شرکت بڑے تزک و اہتمام سے ہوتی ہے۔
ایک مقام پر جلوس کے شروع میں روضۃ النبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم کی شبیہہ (جھانکی) نکالی جاتی ہے اور لوگ اس شبیہہ پر تعزیوں کی طرح منت کے تاگے باندھتے ہیں اور نذریں چڑھاتے ہیں۔ اور ان جلوسوں کو ارباب سیاست اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ غیر مسلم لیڈر آگے آگے چلتے ہیں۔ ہر پارٹی کے راہنما نمایاں ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔

[1] اس مجلس میلاد کی ابتدا موصل کے شہر میں سلطان مظفر الدین کوکری (م ۶۳۰ھ) کے حکم سے ۶۰۴ھ میں ہوئی۔ ابن خلکان کی روایت ہے کہ وہ ایک مسرف اور فضول خرچ قسم کا بادشاہ تھا۔ یہی بات امام احمد بن محمد مصری مالکی رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھی۔ اور علامہ ذہبی دول الاسلام ص ۱۰۳ ج ۲ پر لکھتے ہیں کہ یہ شخص ہر سال میلاد پر تین لاکھ روپے خرچ کرتا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں محقق عصر مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر زید مجدہم کی مشہور کتاب راہ سنت کا بارھواں ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۸۱ء) اس کے علاوہ اس موضوع پر حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کا مکتوب سامی ص اور مولانا عبد الشکور مرزا پوری کی کتاب تاریخ میلاد قابل دید ہے۔ نیز مکتوبات شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ تعالےٰ کا مکتوب ۶۲ جلد سوم از ص ۱۸۱ تا ص ۱۸۷ اور حاشیہ اس ضمن میں نہایت قابل قدر اور لائق مطالعہ ہے۔

---

[2] مصنف علامہ نے ہندوستان سے تعلق رکھنے کے سبب بمبئی کا ذکر کیا ہے۔ اگر وہ لاہور، کراچی اور اس قسم کے دوسرے پاکستانی مقامات دیکھ لیتے تو وہ سر پیٹ کر بیٹھ جاتے کہ جو مملکت لاکھوں انسانوں کی جانی اور ہزاروں عورتوں کی عصمت کی قربانی سے اسلام کے لیے بنی اس میں آج یہ باتیں ہو رہی ہیں۔ قارئین خوب جانتے ہیں کہ ان جلوسوں میں کیا کیا ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت ہماری حفاظت فرمائے۔

(علوی)

Marfat.com

تحریک جہاد کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ

تاریخی حقائق کی روشنی میں

حضرت سید صاحب کی تحریک جہاد کے متعلق اہل بدعت کی طرف سے طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلائی جاتی ہے۔ مثلاً یہ کہ یہ تحریک انگریزوں کے اشارہ اور ان کی مالی امداد سے چلائی گئی۔

اور یہ تحریک، نجدی تحریک کا چربہ اور اس کی پیروی تھی اور یہ کہ تحریک کے قائدین سید احمد صاحب بریلوی اور مولانا شہید رحمہ اللہ تعالے نے تحریک جہاد میں شریک نہ ہونے والوں پر فسق وضلالت کے فتوے لگائے۔

ذیل کا مقالہ تحریک کے ان تمام پہلوؤں پر تاریخی روشنی ڈال رہا ہے۔ یہ مقالہ پروفیسر کلیم صاحب سہسرامی راجشاہی یونیورسٹی بنگلہ دیش نے ترتیب دیا ہے۔

"رسالہ جہادیہ" کی تحقیق اس مقالہ کا عنوان ہے۔

اس تحقیقی مقالہ سے چند باتیں وضاحت اور دلیل کے ساتھ سامنے آتی ہیں۔

(۱) اس تحریک کا پہلا دور سکھوں کے خلاف تھا اور دوسرا دور انگریزوں کے خلاف رسالہ جہادیہ اس دوسرے دور کے جہاد کی ترغیب کے لیے لکھا گیا۔

(۲) اس تحریک کو نجد کی تحریک جہاد سے جوڑنا تاریخی طور پر صحیح نہیں ہے۔ محض بدعات رسومات ضالہ کی مخالفت کے اشتراک پر اس قسم کا دعوے کرنا درست نہیں ہے۔

(۳) سکھوں کے خلاف جہاد میں جو جوش وخروش تھا، وہی جوش وجذبہ تحریک کے دوسرے دور میں انگریزوں کے خلاف بھی باقی رہا۔ اور یہ ایک قدرتی جذبہ تھا، جس کے بغیر اس

کے جمود پسند مسلم معاشرہ کو زندہ کرنا اور جہاد میں شریک کرنا ممکن نہ تھا۔

جہاد میں دلچسپی نہ لینے والوں کے خلاف غم وغصہ یہ بتاتا ہے کہ مسلم معاشرہ میں مغل حکمرانوں کے عہد آخر کی تعیش پرستی، علماء سوء کی غفلت شعاری اور بعض مشائخ کی عافیت پسندی تحریک جہاد کی راہ میں آڑے آ رہی تھی، جس پر جان کی بازی لگانے والے مسلمانوں کا جوش وخروش اور غم وغصہ حق بجانب تھا۔

(اخلاق حسین قاسمی)

Marfat.com

رسالہ جہادیہ[1]

مولانا عبدالسلام ندوی[2] کا یہ خیال کہ " اردو شاعری کا آغاز مذہبی حیثیت سے ہوا اور ایک مدت تک مذہبی خیالات شاعری کا جزو غالب رہے "۔ بڑی حد تک درست ہے کیونکہ اردو زبان و ادب کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں نظم و نثر دونوں اصناف میں، شاعروں کے علاوہ صوفیوں، درویشوں اور مذہبی رہنماؤں[3] نے اپنی بساط بھر حصہ لیا اردو شاعری میں مثنوی اور مرثیہ دو ایسی صنفیں ہیں جن میں مذہبی جذبات و خیالات کو پیش کرنے کی بڑی گنجائش ہے اور حقیقت یہ ہے کہ شاعروں اور عالموں نے حسب ضرورت اس سے فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ زیر نظر مضمون میں جس رسالے کی تفصیل پیش کی جائے گی، اس کا تعلق ایک طرف مذہبی شاعری سے اور دوسری طرف تحریک جہاد سے ہے۔ تحریک جہاد کیا تھی؟ اس کا بانی کون تھا؟ ہندوستان میں اس کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ اور اس کے مقاصد کیا تھے؟ ان امور پر روشنی ڈالنا ضروری ہے تاکہ قاری پس منظر سے واقف ہو سکے اور " رسالہ جہادیہ " پر جب بحث کی جائے تو تفصیلات سمجھ میں آسکیں۔

---

[1] پروفیسر اختر اُرینوی سابق صدر شعبہ اردو، پٹنہ یونیورسٹی، اپنی کتاب "بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقاء" میں لکھتے ہیں " مجھے چند مطبوعہ رسالے مولوی عبدالغفار صاحب صادق پوری سے ملے۔ دو رسالے ایک ساتھ چھپے ہیں اور تین رسالے ایک ساتھ (ص ۴۱۱) دوسرے مجموعے میں پہلا رسالہ " نماز با معنی " ہے۔ یہ صفحہ ۴ کے وسط تک ہے۔ بعد ازیں " رسالہ جہادیہ " شروع ہوتا ہے۔ یہ منظوم ہے اور صفحہ ۴ کے وسط سے صفحہ ۷ تک پھیلا ہوا ہے (ص ۴۱۲)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

انیسویں صدی میں سلطنتِ مغلیہ کے زوال کے دوش بدوش مسلمانوں کی مرکزیت میں انتشار پیدا ہوگیا۔ چنانچہ برصغیر ہندوپاک کے مسلمان مختلف سماجی، معاشی اور مذہبی بحران میں مبتلا ہوگئے۔ اس عہد کے مسلم اکابرین اس امر کی سعی بلیغ کرتے رہے کہ معاشرے میں اسلام کی اصل روح کو بیدار کیا جائے اور معاشی و مذہبی اصطلاحات نافذ کی جائیں۔ تحریکِ جہاد جس کے زیرِ اثر بہت ساری اصلاحات وجود میں آئیں، انیسویں صدی کی نمایاں تحریک سے عبارت ہے جس کا آغاز ۱۸۱۸ء میں ہوا۔

آپ اسے تحریکِ جہاد کہیں یا ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک سے تعبیر کریں۔ دونوں ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں۔ اس کے بانی حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ تعالےٰ ہیں، جن کی ولادت ۱۲۰۱ھ بمطابق ۱۷۸۶ء میں ہوئی، یہ نیم سیاسی و نیم مذہبی تحریک تھی۔ حضرت سید احمد شہید

بقیہ حاشیہ سابقہ صفحہ:۔ پروفیسر صاحب موصوف مزید تحریر کرتے ہیں کہ رسالوں کے دوسرے مجموعے کے مؤلف کے بارے میں کوئی علم حاصل نہ ہوسکا۔ اغلب یہی ہے کہ یہ رسالہ اہلِ صادق پور میں سے کسی کا لکھا ہوا ہے۔

مندرجہ بالا تحریر سے حسبِ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(الف) ان کا رسالہ مطبوعہ ہے لیکن انھوں نے سنہ طباعت درج نہیں کیا۔

(ب) ان کی نظر سے رسالہ جہادیہ کا جو نسخہ گزرا ہے، اس کی ضخامت ۳۲ صفحے ہے برخلاف اس کے میرا نسخہ ۶ صفحات پر مشتمل ہے یہ معلوم نہیں ان کے نسخے میں اشعار کی تعداد کیا ہے؟۔

(ج) یہ رسالہ علمائے صادق پور میں سے کسی کی تصنیف ہے۔ میرا خیال ہے کہ میرا نسخہ ان کے نسخے سے قدیم ہے۔ کیونکہ قلمی اور بوسیدہ ہے

۲؎ عبد السلام ندوی: شعر الہند، مطبوعہ دار المصنفین (اعظم گڑھ ۱۹۵۶ء) ج دوم ص ۲۰۳۔

۳؎ مولوی عبد الحق: ملاحظہ ہو اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا حصہ۔

Marfat.com

کے فرمودات اور حالات زندگی سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے پیش نظر ہندوستان میں اسلامی حکومت کی تجدید و تشکیل تھی۔ اسلامی نقطۂ نظر سے انھوں نے سکھوں اور انگریزوں دونوں کو اسلام کا دشمن سمجھا لیکن بطور مصلحت پہلے سکھوں سے نبرد آزما ہوئے کیونکہ وہ تعداد میں کم تھے اور ان کی شہادت[1] کے بعد انگریزوں کے خلاف ان کے معتقدین نے اعلان جہاد کیا۔ بعض مؤرخین کا یہ خیال درست نہیں کہ مجاہدین خفیہ طور پر سلطنت برطانیہ سے ملے ہوئے تھے۔ تحریک جہاد سے قبل حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی[2] اور ان کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی[3] نے بھی ہندوستان میں اسلام کے احیاء و بقاء کی کوششیں کیں لیکن ان کی کاوشیں زبان اور قلم تک محدود رہیں۔ بالفاظ دگر آپ ان کی تحریک کو قلمی جہاد قرار دے سکتے ہیں۔ اس کے برخلاف حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک کا تعلق عملی جہاد سے تھا۔ اس سے انکار کی گنجائش نہیں کہ آپ بڑی حد تک حضرت مجدد الف ثانی[4] رحمہ اللہ تعالےٰ اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ دہلوی سے متاثر تھے۔ اور شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالےٰ اور شاہ عبدالقادر[5] رحمہ اللہ تعالےٰ کے شاگرد اور تربیت یافتہ تھے۔ چنانچہ اس مکتبۂ فکر سے گہرا تعلق ہونے کی وجہ سے آپ کی علمی اور عملی سرگرمیاں بھی اسلامی تحریک کی صورت میں نمایاں ہوئیں۔

بعض مورخین کا خیال ہے کہ آپ کی تحریک جہاد کا تعلق محمد ابن عبدالوہاب نجدی[6] سے ہے

---

[1] حضرت سید احمد دہلوی کی شہادت ۱۸۳۱ء سنہ ۱۲۴۶ھ میں بالاکوٹ میں ہوئی۔ [2] متوفی سنہ ۱۱۷۶ھ [3] متوفی سنہ ۱۲۳۹ھ [4] متوفی سنہ ۱۰۳۵ھ [5] متوفی سنہ ۱۲۴۲ھ [6] محمد ابن عبدالوہاب نجدی (۱۱۱۴ھ — ۱۲۰۶ھ) کا شمار وہابی تحریک کے بانی کی حیثیت سے کیا جاتا ہے۔ اگرچہ ان کی تصنیف "کتاب التوحید" اور حضرت شاہ اسماعیل دہلوی رحمہ اللہ تعالےٰ کی "تقویۃ الایمان" کے مندرجات قریباً یکساں ہیں۔ لیکن دونوں میں بنیادی فرق ہے۔ اسی طرح یہ کہنا درست نہیں کہ حضرت سید احمد شہید کی "تحریک دعوت تجدید جہاد" محمد ابن عبدالوہاب کی "تحریک التوحید والاصلاح" سے متاثر ہے میرے خیال کی تائید مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم کی اس رائے سے بھی ہوتی ہے جو انھوں نے اپنی کتاب "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک"، ص ۲۳ میں بیان کی ہے۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

اس لیے آپ کو وہابی تحریک کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ حال آں کہ تاریخی نقطہ نظر کے لحاظ سے یہ خیال بالکل بے بنیاد اور صریحاً غلط ہے۔ البتہ اس کا امکان ہے کہ قیام عرب کے زمانے میں وہابی تحریک کے بعض معتقدین سے آپ کا تعلق رہا ہو لیکن اسے اس بات پر محمول کرنا کہ تحریکِ جہاد وہابی تحریک سے متاثر ہے یا اس کی ایک شاخ ہے، درست نہیں آپ کے قیام عرب کے زمانے میں وہابی تحریک بہت کمزور ہو چکی تھی، اس لیے اس سے متاثر ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا اور مزید ثبوت یہ ہے کہ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے جانے سے قبل ہی حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس تحریک کے بارے میں اپنے خیالات کی وضاحت کر دی تھی۔ یہاں اس امر کا تذکرہ بھی بے جا نہ ہوگا کہ آپ کے مکہ معظمہ تشریف لے جانے سے قبل ہی وہابی تحریک کے معتقدین صوبۂ حجاز سے جلا وطن کر دیے گئے تھے۔ اس کے علاوہ تحریکِ جہاد اور وہابی تحریک میں جو نمایاں فرق ہے، اسے اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ محمد ابن عبدالوہاب نجدی نے "تقلید" اور "تصوف" کو صریحاً غلط سمجھا اور اس کے برخلاف حضرت سید احمد شہیدؒ نے ان دونوں امور کے سلسلہ میں اعتدال پسندی کو راہ دی۔ البتہ بدعت اور سماجی برائیوں کے خلاف جہاد ان دونوں تحریکوں میں مشترک ہے۔

تحریکِ جہاد کے آغاز اور بنیادی تصورات کے تذکرے کے بعد "رسالہ جہادیہ" کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں۔

یہ قلمی رسالہ ایک دوست کی وساطت سے جناب امیر اروی مرحوم سیکرٹری "طاق لبنان" آرہ نے مجھے برسوں پہلے بھجوا دیا تھا۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے مسلمانوں میں اسلامی جوش و جذبہ کی تحریک اور کفار کے خلاف جہاد کی ترغیب دینے کے لیے یہ رسالہ لکھا گیا اور اس میں یہ بتایا گیا کہ جہاد ان پر فرض ہے۔ اس مقصد کی وضاحت سے قبل مصنف نے جہاد کی تعریف یوں بیان کی ہے۔

(بقیہ سابقہ حاشیہ) حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریکِ جہاد کو غلط طور پر وہابی تحریک کا نام دینے میں یورپین مصنفین کا سب سے زیادہ حصہ ہے۔ اور یہی اس کے ذمہ دار ہیں۔ (۱) ڈبلو ڈبلو ہنٹر کا خیال یہ ہے کہ ۱۸۲۳ء سے ۱۸۳۰ء تک کوئی وہابی عرب مکہ میں آزادانہ طور پر چل پھر نہیں سکتا تھا کیونکہ سر راہ اسے

ہے واسطے دین کے لڑنا، نہ پئے طمع بلاد اہلِ اسلام اسے شرع میں کہتے ہیں جہاد
فرض ہے تم پر مسلمانوں جہادِ کفار! اس کا سامان کرو جلد اگر ہو دین دار؟

رسالے کی ظاہری ہیئت سے اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نہایت قدیم ہے کیونکہ اس کا کاغذ بوسیدہ اور کرم خوردہ ہے۔ کافی عرصہ گزرنے کی وجہ سے کاغذ کا رنگ زرد پڑ گیا ہے اور اس پر جو تاریخ کتابت درج ہے اس سے اس کی قدامت ۱۵۰ سال ٹھیرتی ہے یعنی آخر میں تاریخ تدوین کی عبارت اس طرح درج ہے۔

"تمام شد رسالہ جہادیہ مورخہ بیستم شوال المکرم ۱۲۵۳ھ ہجریہ مقدسہ" اور اس کا آغاز و اختتام بھی اسلامی طریقے سے ہوتا ہے۔ یعنی شروع میں یہ کلمات لکھے ہیں۔

هو الله تعالیٰ بسم الله الرحمٰن الرحیم

اور آخر میں یہ کلمات درج ہیں:۔

آمین! یارب العالمین!

لیکن اس پر نہ کہیں کاتب کا نام درج ہے اور نہ مصنف کا البتہ جس روشنائی سے کتابت ہوئی ہے، اس روشنائی سے اس پر یہ الفاظ لکھے ہوتے ہیں۔ "مالک یوسف حسن" رسالے پر شاعر کا نام نہ لکھنے کا مقصد ممکن ہے یہ ہو کہ حکومت کو اس کا اندازہ نہ ہو سکے کہ اس کا مصنف کون ہے؟ کیونکہ حکومتِ برطانیہ اس تحریک سے تعلق رکھنے والوں کو مشکوک نظروں سے دیکھتی تھی۔ ہاں اس آخری شعر سے یہ پتا چلتا ہے کہ مصنف شاہ تخلص کرتا تھا اور وہ شعر یہ ہے۔

ہند کو اس طرح اسلام سے بھر دے اے شاہ![1] کہ نہ آئے کوئی آواز جز اللہ اللہ

اس رسالے کی ضخامت صرف چھ صفحے ہے اور اس میں اشعار کی تعداد کل ۵۷ ہے۔ پہلے صفحے میں چھ شعر، چھٹے صفحے میں سات شعر اور ۲، ۳، ۴ اور پانچ میں سے ہر ایک پر گیارہ

---

[1] یہاں پروفیسر صاحب سے چوک ہوئی۔ "شاہ" سے مراد اللہ رب العزت ہیں۔ یعنی اللہ رب العزت سے شاعر دعا کر رہے ہیں جیسا کہ سیاق کلام سے ظاہر ہے۔

Marfat.com

گیارہ شعر ہیں۔ اس کی تقطیع چھوٹی یعنی اسکول کی کتابوں کے برابر ہے اور ہر صفحے پر دوہری جدول بنی ہوتی ہے۔ اشعار کا انداز عام مثنوی کی طرح ہے۔ یعنی ہر شعر میں قافیے الگ الگ استعمال کیے گئے ہیں۔ ابتداء میں حمد و نعت کے بعد اصل مقصد پر زورِ قلم صرف کیا گیا ہے۔ کہیں مجاہد کی تعریف کی گئی ہے اور کہیں غازی کی اور کہیں شہادت کی عظمت کے درجے پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ گھر، دروازہ اور بیوی بچوں پر اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کو ترجیح دی گئی ہے اور مسلمانوں کو آرام و راحت اور گوشہ عافیت کی زندگی ترک کرنے کی ترغیب و تلقین کی گئی ہے۔ اس رسالہ کے اختصار کی ایک وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ بآسانی ضبطِ تحریر میں لایا جا سکے۔ اور عام مسلمان طبقہ کم وقت میں اوّل سے آخر تک اس کا مطالعہ کر سکے تاکہ تبلیغ دین کا مقصد حاصل ہو۔ طوالت سے یہ مقصد پورا نہ ہوتا۔ اس رسالے میں ایسے اشعار بھی ہیں جن سے وثوق کے ساتھ یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اس کا تعلق تحریک جہاد سے ہے۔ مثلاً ذیل کے اشعار سے اس تحریک کے مقصد کی وضاحت ہوتی ہے۔

جو مسلماں رہِ حق میں لڑا لحظہ بھر ! — روضۂ خلد بریں ہو گیا واجب اس پر
اب تو غیرت کرو نامردی کو چھوڑو یارو! — اب امام اپنے سے مل جلد ہو، کافر مارو!
جو کہ مال اپنے سے، غازی کو بتا دے اسباب — اس کو بھی مثلِ مجاہد کے خدا دے گا ثواب
حق تعالے کو مجاہد تو بہت بھاتے ہیں — مثلِ دیوار جو صف باندھ کے جم جاتے ہیں
اے مسلمانو! سنی تم نے جو خوبیٔ جہاد — چلو اب رن کی طرف، مت کرو گھر بار کو یاد

تحریک جہاد کی وضاحت کرتے ہوتے تمہیدی حصے میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ اسلام کے لیے راہِ حق میں جنگ کرنا اور گروہ بنا کر ایک شخص کو امام تصور کر لینا اس تحریک کے اولین اصول میں داخل ہے۔

اس سلسلے میں ذیل کے اشعار سے اس امر کی مزید تائید ہو جائے گی کہ اس رسالے کا تعلق بلاشک و شبہ اس تحریک سے ہے جس کے بانی حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ تعالے تھے آپ کی ولادت ۱۲۰۱ھ میں ہوئی جس کی طرف شعر میں صرف اشارہ کیا گیا ہے کہ بارہ سو برس بعد مسلمانوں میں ایک ایسی شخصیت وجود میں آتی ہے جس کا تعلق پیغمبر اسلام کے خانوادے سے

Marfat.com

ہے اور جسے مسلمانوں کی سرداری (امامت) کا فخر حاصل ہے لیکن نام کی نشان دہی نہیں کی گئی ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:۔

بارہ سو برس کے بعد ایسے ارادے والا — ہوا پیدا ہے مسلمانو! کرو شکر خدا

تھے مسلمان پریشان بغیر از سردار — ہوا سردار ہے از آلِ رسولِ مختار

اس رسالے پر چونکہ مصنف کا نام درج نہیں ہے، اس لیے کسی خاص شخص کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا[1]۔ لیکن جہاں تک زبان، بیان، مصرعوں کی ساخت اور اسلامی جوشِ جہاد کا تعلق ہے، اسے پیشِ نظر رکھتے ہوئے قیاس یہ ہے کہ علمائے صادق پور (پٹنہ) یا مولانا عنایت علی اور مولانا ولایت علی صادق پوری کے گروہ سے تعلق رکھنے والے کسی مولوی صاحب کی

---

[1] حضرت الامیر السید احمد بریلوی شہیدؒ قدس سرہٗ اور مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریکِ جہاد کے متعلق پروفیسر کلیم سہسرامی کا مضمون نوائے ادب بمبئی کی اشاعت مجریہ ۱۹۸۴ء - اپریل - صد۱ سے صد۱ میں شائع ہوا۔ جسے مولانا اخلاق حسین قاسمی نے از راہِ کرم ایک نوٹ کے ساتھ ارسال فرمایا۔ پروفیسر صاحب شاعر و مصنف کے نام کا پتہ نہ چلا سکے۔ یہ مشکل محترم سید انور حسین صاحب نفیس رقم کے ذریعے حل ہوئی جو سید احمد شہید رحمہ اللہ تعالےٰ اکادمی لاہور کے کرتا دھرتا اور اس تحریک سے گہری مناسبت رکھتے ہیں۔

یہ "رسالہ جہادیہ" جناب مولوی خرم علی صاحب کا ہے جن کا ایک نہایت قیمتی رسالہ "نصیحت المسلمین" "تقویت الایمان" کی طرز پر ہے جس سے بہت لوگوں کو فائدہ ہوا اور انھیں توبہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ "رسالہ جہادیہ" مولانا موصوف کے قلم سے ہی ہے۔ دیکھیں (سیرت سید احمد شہید ج ۲ صد ۲۲۹ تا صد ۲۷۲ از مولانا سید ابوالحسن ندوی - مطبوعہ شعبان ۱۳۹۱ھ اکتوبر ۱۹۷۱ء لاہور ناشران کتبِ اسلامی لاہور) اور کاروانِ ایمان و عزیمت صد ۹۴۔ از مولانا علی میاں مطبوعہ ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء۔

سید احمد شہید اکادمی لاہور (علوی)

تصنیف ہے، جنھیں فنِ شاعری سے صحیح طور پر واقفیت نہیں۔ رسالے پر سو سال کتابت درج ہے۔ اسی زمانے میں صادق پوری علماء کی تحریک جہاد زوروں پر تھی۔ چنانچہ ثبوت کے طور پر چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔ اعراب کی غلطی کی مثال۔

سب عمر بھر کے گناہ شہداء دھلتے ہیں۔ کیوں نہ ہو راہ خدا؟ ان کے ہی سر کٹتے ہیں۔

حرف کا تقطیع سے خارج :-

پیشوا لوگ اسی طور جو کرتے نہ جہاد! ہند پھر کس طرح اسلام سے ہوتا آباد؟

گنگا جمنی ترکیب کا استعمال :-

ایک دن تجھ سے یہ دنیا کا مزہ چھوٹے گا لشکرِ موت ترا ملکِ بدن لوٹے گا۔

شترگربہ کی مثال :-

دوستو! جب تمھیں مرنا ہی مقرر ٹھیرا پھر تو بہتر ہے کہ جاں دیجیے در راہ خدا

پہلے مصرع میں لفظ "مقرر" سہو کتابت معلوم ہوتا ہے۔ دراصل "مقدر" ہونا چاہیے تھا۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ عام طور سے کتابت میں ان ہی اصولوں کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ جو اس وقت کلکتے والے ٹائپ کے حرف میں برتے جاتے تھے۔ یعنی یائے معروف اور یائے مجہول میں کوئی فرق نہیں کیا گیا ہے۔ مثلاً "ہے" = "ہی"۔ "اے" = "ای"۔ بعض حروف اس طرح لکھے گئے ہیں :-

"ڈ" = "د"۔ "ڑ" = "ر"۔ "ٹ" = "ت"۔ حرکت سکون = "ہ"

"وہ" = "وو" ("ہ" کی بجائے "و")

بہرکیف اس رسالے میں مسلمانوں کو راہِ حق میں جہاد کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ موت کا ایک دن مقرر ہے۔ انسان اس سے پہلے نہیں مر سکتا۔ اس لیے موت سے ڈرنا اور جہاد سے کنارہ کشی اختیار کرنا مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔ کیونکہ موت آئے گی تو انسان گھر میں بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سیکڑوں سپاہی جنگ پر جاتے ہیں اور خیر و عافیت کے ساتھ واپس چلے آتے ہیں اور بہت سارے لوگ گھر پر رہنے کے باوجود موت سے دوچار ہوتے ہیں چند اشعار اس سلسلے میں ملاحظہ کیجیے :-

Marfat.com

سیکڑوں جنگ میں جو جاتے ہیں وہ پھر آتے ہیں
سیکڑوں گھر میں بھی رہتے ہیں وہ مرجاتے ہیں

موت کا وقت معین ہے تو سن اے غافل!
پھر بھلا موت سے ڈرنے میں تجھے کیا حاصل؟

جب تلک موت نہیں ہے تو نہیں مرتے ہیں
موت جب آئی تو گھر پر بھی نہیں بچتے ہیں۔

اس رسالے کا اختتام مناجات پر ہوتا ہے چنانچہ شاعر اس بات کی دعا کرتا ہے کہ مسلمانوں کو خدا جہاد کی توفیق دے۔

اہل ایمان کو کافی ہے دلا اتنا پیام
اب مناجات سے بہتر ہے کہ ہو ختم کلام

اے خداوند سماوات زمیں، ربّ عباد
اب مسلمانوں کو دے جلدی توفیق جہاد!

اپنا دے زور، مسلمانوں کو، کر زور آور!
وعدۂ فتح جو ہے ان سے کیا، پورا کر!

ہند کو اس طرح اسلام سے بھر دے اے شاہ!
کہ نہ آوے کوئی آواز جز اللہ اللہ

آخر میں یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ ادبی نقطۂ نظر سے "رسالہ جہادیہ" کی کوئی خاص اہمیت نہیں۔ اس کی تصنیف تبلیغ دین تھا، البتہ مذہبی مثنویوں میں اس کا شمار ہو سکتا ہے۔ اور اور اس سے ہندوستان میں مجاہدین اسلام کی سرگرمیوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہاں "رسالہ جہادیہ" کا پورا متن درج کیا جاتا ہے۔

ھو اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد تحمید خدا نعت رسول اکرم
یہ رسالہ ہے جہادیہ کہ لکھتا ہے قلم

واسطے دین کے لڑنا نہ پئے طمع بلاد
اہل اسلام اسے شرع میں کہتے ہیں جہاد

ہے جو قرآن و احادیث میں خوبیٔ جہاد!
ہم بیاں کرتے ہیں تھوڑا سا اسے کر لو یاد

فرض ہے تم پر مسلمانوں! جہاد کفار
اس کا سامان کرو جلد اگر ہو دین دار!

جس کے پیروں پر پڑے گرد صف جنگ جہاد
وہ جہنم سے بچا نار سے ہے وہ آزاد

جو مسلمان رہ حق میں لڑا لحظہ بھر
روضۂ خلد بریں ہو گیا واجب اس پر

اے برادر! تو حدیث نبوی کو سن لے
باغ فردوس ہے تلواروں کے سائے کے تلے

دل سے اس راہ میں پیسہ کوئی دیوے گا اگر
سات سو اس کو خدا دیوے گا روز محشر!

Marfat.com

اور اگر مال بھی خرچا و لگائے تلوار — پھر تو دیوے گا خدا اس کے عوض سات ہزار
جو کہ مال اپنے سے غازی کو بنا دے اسباب — اس کو بھی مثل مجاہد کے خدا دے گا ثواب
جو نہ خود جاوے لڑائی میں نہ خرچے کچھ مال ! — اس پہ ڈالے گا خدا پیشتر از مرگ وبال
جو رہِ حق میں ہوئے ٹکڑے وہ نہیں مرتے ہیں — بلکہ وے جیتے ہیں جنّت میں خوشی کرتے ہیں
سب عمر بھر کے گناہِ شہداء مٹتے ہیں — کیوں نہ ہو راہِ خدا ان کے ہی سر کٹتے ہیں
فتنۂ قبر و غم صور و قیامِ محشر ! — ایسے صدموں سے شہیدوں کو نہیں کچھ ڈر
حق تعالے کو مجاہد تو بہت بھاتے ہیں۔ — مثلِ دیوار جو صف باندھ کے جم جاتے ہیں
اے مسلمانو! سنی تم نے جو خوبیٔ جہاد — چلو اب رن کی طرف مت کرو گھر بار کو یاد
مال و اولاد و جورو کی محبت چھوڑو ! ! — راہِ مولا میں خوشی ہو کے شتابی دوڑو !
مال و اولاد تیری قبر میں آنے کی نہیں — تجھ کو دوزخ کی مصیبت سے چھڑانے کی نہیں
گر بھرے جیتے تو گھر بار میں تم آؤ گے — ور گئے مارے تو جنت میں چلے جاؤ گے
دینِ اسلام بہت سست ہوا جاتا ہے — غلبۂ کفر سے اسلام مٹا جاتا ہے
پیشوا لوگ اسی طور نہ کرتے جو جہاد — ہند پھر کس طرح اسلام سے ہوتا آباد ؟؟
زورِ تلوار سے غالب رہا اسلام مدام — سستی اگلے جو کبھی کرتے تو ہوتا گمنام
کب تلک گھر میں پڑے جوتیاں چٹکاؤ گے؟ — اپنی سستی کا بجز افسوس نہ پھل پاؤ گے
اب تو غیرت کرو نامردی کو چھوڑو یارو! — اب امام اپنے سے مل جلد ہو، کافر مارو!
بارہ سو برس کے بعد ایسے ارادے والا — ہوا پیدا ہے مسلمانوں ! کرو شکرِ خدا
تھے مسلمان پریشان بغیر از سردار — ہوا سردار ہے از آلِ رسول مختار
بات ہم کام کی کہتے ہیں سنو اے یارو ! — وقت آیا ہے کہ تلوار کو بڑھ بڑھ مارو!
حضرت مولوی! اب طاق میں رکھ دیجیے کتاب! — لیجیے تلوار و میدان کو چل دیجیے شتاب!
وقت جانبازی ہے تقریروں کو اب مت چھانٹو — غیر شمشیر کسی طرف کو دل مت بانٹو !
ہادیٔ دین ہو تم، تم کو ہے سبقت لازم — تم چلو گے تو بہت ساتھ چلیں گے خادم
اے گروہِ فقراء! نفس کشی کے استاد! — عمل نفس کشی کون ہے بہتر ز جہاد

Marfat.com

مت گھسو کونے میں اے پیر جی مانند جچا[1] — چھوڑو اب چلہ کشی وقت جہاد آ پہنچا
اے جوانانِ اسد حملہ و رستم قوت — کام کس دن کو پھر آوے گی تمھاری جرأت
ان کا سر کاٹ لیا یا کہ کٹا اپنا سر — دونوں صورت میں جو سمجھو تم تمھیں ہے بہتر
یعنی گر مار لیا ان کو تو پھر بن آئے — ور گئے مارے تو پھر خاصی شہادت پائے
ایک دن تجھ سے یہ دنیا کا مزہ چھوٹے گا — لشکرِ موت تیرا ملک بدن لوٹے گا
دوستو جب تمھیں مرنا ہی مقرر ٹھہرا — پھر تو بہتر ہے جان دیجیے در راہِ خدا
سیکڑوں جنگ میں جاتے ہیں وہ پھر آتے ہیں — سیکڑوں گھر میں بھی رہتے ہیں، وہ مرجاتے ہیں
موت کا وقت معین ہے تو سن اے غافل! — پھر بھلا موت سے ڈرنے میں تجھے کیا حاصل
جب تلک موت نہیں ہے تو نہیں مرتے ہیں — موت جب آئے تو گھر میں بھی نہیں بچتے ہیں
تم اگر ڈرتے ہو تکلیف سفر سے نہ ڈرو — مرد ہو خطرۂ آرام کو دل سے کھو دو!!
جیسی عادت کرے انسان سو ہو سکتا ہے — عیش و آرام کی عادت کو بھی کھو سکتا ہے
طمع دُنیا کے لیے دیکھو ہزاروں یہ سپاہ — چھوڑ گھر سر کو کٹاتے ہیں نہیں کرتے آہ!
ہے عجب یہ کہ مسلمان بھی کہلاتے ہو!! — جھوٹے حیلے راہِ اللہ میں بتلاتے ہو
تم تو اسطور سے دُنیا پہ بہت بھول گئے — جورو لڑکوں کی محبت میں خدا بھول گئے
آج اگر اپنی خوشی راہِ خدا جاں دو گے — پھر تو کل چین سے جنت کے مزے لوٹو گے
چھوڑو گے لذتِ دُنیا کو اگر بہرِ خدا — پھر تو جنت میں ہمیشہ ہی اڑاؤ گے مزا
سر پٹک، پیر رگڑ گھر میں کا مرنا بہتر — یا راہِ حق میں فدا جان کا کرنا بہتر؟
گر راہِ حق میں نہ دو جان تو پچھتاؤ گے — اور پیمبر کو یہ منہ کیا بھلا دکھلاؤ گے
ایک ہے شرط کہ تم مانو بدل حکم امام — ورنہ تلوار لگانا بھی نہیں آوے کام
جو کہ خودرائے بھی لڑنے لگے درِ راہ جہاد — ان کا ناحق یہ بہا خون ہے محنت برباد
خوب اللہ و محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو پہچانتے ہیں — اپنے سردار کے کہنے کو بدل مانتے ہیں

---

[1] یعنی زچہ، عورت۔

Marfat.com

اہلِ ایمان کو کافی ہے دلا اتنا پیام
اب مناجات سے بہتر ہے کہ ہو ختم کلام

اے خداوندِ سماوات زمیں رب عباد!
اب مسلمانوں کو دے جلدی سے توفیق جہاد

اپنا دے زور مسلمانوں کو کر زور آور!
وعدۂ فتح جو ہے ان سے، وہ پورا کر!

ہند کو اس طرح اسلام سے بھر دے اے شاہ!
کہ نہ آوے کوئی آواز جز اللہ اللہ!

آمین یارب العالمین!

تمام شد "رسالہ جہادیہ"

مورخہ بیستم ۲۰ شوال المکرم ۱۲۵۳ ہجریہ مقدسہ

Marfat.com

فہرست مضامین!

مقدمہ	۳
مصنف کا تعارف	۳۰
خاندان ولی اللّٰہی کا تعارف	۳۸
کتاب پر اجمالی نظر	۴۷
تاثرات مولانا فریدی	۵۱
اصلاحی کتاب	۵۲
شاہ شہیدؒ کی شخصیت	۵۷
مسلم معاشرہ کی اخلاقی پستی	۶۳
مولانا شہیدؒ کی مخالفت	۷۰
تقویۃ الایمان سے اصل اختلاف	۷۲
تقویت الایمان اور کتاب التوحید میں یکسانیت کا بے بنیاد دعوے	۷۶
شرک اکبر اور اصغر کی تشریحیں	۸۵
کریہہ اور سخت الفاظ کا موقع محل	۱۰۴
حضرت مجددؒ اور شاہ ولی اللہ کے ہاں وہابیت	۱۰۷
بدعات کے خلاف اکابر ولی اللّٰہی کا اعلان حق	۱۱۴
فیروز شاہ تغلق کی اصلاحات	۱۱۷
رفع یدین اور آمین کی سنت کا احیا	۱۲۰
پیروں کی محبت کا جوش	۱۲۸
جہاد کی تیاری کب شروع ہوئی؟	۱۳۴
چودہ اصولی سوالات کا جواب	۱۳۷
ما اہل بہ لغیر اللہ	۱۴۷
شریعت کے احکام ہیں نبی کے اختیار	۱۵۹
کفر کے فتوے اور ان کا انجام	۱۶۶
مشائخ ربانی کے ہاں غلبۂ توحید	۱۷۲
نہی عن المنکر کے لیے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسےٰ علیہم السلام کا جلال	۱۷۹
شاہ شہیدؒ اور تقلید شخصی	۱۸۶
مشائخ ربانی اور اہل شفاعت	۱۹۲
وسیلہ کی تین صورتیں	۱۹۶
جلوس عید میلاد النبی (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) شریعت کی نظر میں	۲۰۲
تحریک جہاد اور تاریخی حقائق	۲۰۶
رسالہ جہادیہ	۲۰۸

Marfat.com